

رقابت
محمود احمد مودی

منظر ایسا تھا کہ دیکھنے والا خود کو مغلیہ دور کے کسی شاہی باغ میں محسوس کر رہا تھا۔ وہاں کئی لوگ جمع تھے لیکن دم سادھے، سحر زدہ انداز میں ایک ٹک سامنے دیکھ رہے تھے۔

اس قدیم باغ کی مرمریں بارہ دری کے فرش پر جہاں تک سورج کی کرنیں پہنچ رہی تھیں وہاں تک سنگ مرمر کی سلیں گویا سونے کی اینٹوں سے مشابہہ دکھائی دے رہی تھیں۔ اس بارہ دری کے ایک دروازے میں لاجونتی مغلیہ لباس میں ایک عجیب شاہانہ تمکنت کے ساتھ سر اُٹھائے کھڑی تھی۔ گویا کسی ریاست کی شہزادی اپنی رعایا کو درشن دینے کے لئے بارہ دری میں آن کھڑی ہو۔

خوبصورت اور قدیم شاہی طرز کے باغ کے ماحول، اس خوبصورت ریشمی لباس، گھنٹوں کے بناؤ سنگھار اور پھر خود اس کی اپنی پروازِ تخیل نے گویا اس پر بھی جادو سا کر دیا تھا۔ وہ سحر زدہ سی ہو گئی تھی۔ اُس نے کتنی ہی راتوں تک جاگ جاگ کر اس اسکرپٹ کا مطالعہ کیا تھا۔ اور آج جب شوٹنگ کی نوبت آئی تھی تو وہ گویا ان گنت ماہ و سال کے پردے اٹھاتی ہوئی تاریخ کے دھندلکوں اور عہد رفتہ کی بھول بھلیوں میں نکل گئی تھی۔ حالانکہ اُسے معلوم تھا کہ جو کچھ پکچرائز کیا جا رہا ہے وہ تاریخ کا حصہ نہیں ہے۔ مگر اچھے اسکرپٹ اور اچھے ڈائریکٹر کا کمال یہی ہے کہ فلم بننے سے پہلے، فلم میں کام کرنے والے مسحور سے ہو جاتے تھے اور یوں ڈوب کر کام کرتے تھے کہ فلموں کی تاریخ میں امر ہو جاتے تھے۔

لاجونتی اس وقت یوں تو مغلیہ تاریخ کی ایک مشہور عالم کنیز کے روپ میں کھڑی تھی لیکن اُس کے انداز میں شہزادیوں سے زیادہ تمکنت تھی اور اُس کا حسن بلا خیز گویا آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔ اُس کی رنگت اتنی شفاف اور بے داغ تھی کہ فلمی دنیا کے

ماہرفن بیوٹیشنز کو اس کا میک اپ کرتے وقت قلق سا ہوتا تھا جیسے وہ اُس کے حسن کو سنوارنے کی بجائے اس پر پردہ سا ڈال رہے ہیں۔ بھلا چاندنی کو بھی کوئی مزید خوبصورت بنا سکتا ہے؟ لیکن مجبوری تھی کہ کیمرے اور پردۂ فلم کے اپنے کچھ تقاضے تھے اس لئے میک اپ ضروری تھا، ورنہ لاجونتی کو میک اپ کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

وہ انارکلی کا کردار ادا کر رہی تھی۔ برسوں پہلے سات آٹھ سال میں مکمل ہونے والی ''مغل اعظم'' میں مدھو بالا نے یہ رول کر کے فلم بینوں کے دل میں اپنی یاد کے نقوش ہمیشہ کے لئے ثبت کر دیئے تھے۔ لیکن نئے زمانے کے ڈائریکٹر سبھاش چندر کو یقین تھا کہ اُس نے جیسا فلم کا اسکرپٹ لکھوایا تھا اور جس لڑکی کو وہ اب اس کردار میں پیش کرنے جا رہا تھا، اس کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں سے مغل اعظم کی عظمتوں کے نقوش مٹ جائیں گے۔

سبھاش چندر ہندوستانی فلمی تاریخ کی سب سے بڑے بجٹ کی فلم بنانے جا رہا تھا اور اس کے اعلان کے ساتھ ہی ممبئی کی فلمی صنعت میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ بہت سے پروڈیوسرز اور ڈائریکٹرز کو شاید یہ احساس ستا رہا تھا کہ یہ آئیڈیا اُن کے دماغ میں کیوں نہیں آیا۔ انہوں نے تو یہی فرض کر لیا تھا کہ نئے زمانے میں تاریخی فلم نہیں بن سکتی۔ ان کے خیال میں یہ صرف ہیجان خیزی، مار دھاڑ اور گلیمر سے بھرپور فلموں کا دور تھا۔ لیکن سبھاش چندر نے جس عورت سے اس زمانے میں تاریخی فلم کا اسکرپٹ لکھوایا تھا اور جس طرح اس موضوع پر کام شروع کیا تھا، اس کی خبریں اور تفصیلات کچھ پریس کے ذریعے اور کچھ سینہ گزٹ کے ذریعے جب فلم انڈسٹری میں پھیلیں تو پروڈیوسروں اور ڈائریکٹروں کو یقین ہونے لگا کہ سبھاش چندر اس دہائی کا سب سے بڑا دھماکہ کرنے جا رہا ہے۔

سبھاش چندر نے ہمیشہ ہی انوکھے تجربے کئے تھے اور اکثر کامیاب رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اب ہر تجربہ کرنے کے لئے اُسے آسانی سے فنانسر دستیاب ہوتے تھے۔ بڑے بڑے نامی گرامی سیٹھ اُس کی فلموں میں سرمایہ کاری کرنے یا دور درشن کے لئے ڈرامہ سیریلز کو بڑی سے بڑی قیمت پر اسپانسر کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔



اس بار تو سبھاش چندر نے بہت ہی بڑا قدم اٹھایا تھا۔ وہ مغل اعظم 'پارٹ ٹو' بنا رہا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ دنیا میں جب ہر جگہ ہر بڑی اور کامیاب فلم کا دوسرا، تیسرا اور چوتھا حصہ بنا کر اس کی مقبولیت کو مزید کیش کیا گیا تھا تو ایک بڑی تاریخی فلم کا 'پارٹ ٹو' کیوں نہیں بن سکتا تھا؟ جہاں اتنی افسانہ طرازی کی گئی تھی وہاں تھوڑی سی مزید افسانہ طرازی کی جا سکتی تھی۔ ویسے بھی اُس کے خیال میں سب سے زیادہ ہیجان خیزی، مار دھاڑ اور گلیمر تو تاریخ میں تھا۔ اُس نے کہانی یہاں سے شروع کرائی تھی کہ انارکلی کو زندہ دیوار میں چن دیئے جانے کا حکم جاری ہونے کے بعد درحقیقت کیا ہوا تھا۔

فلم کی رسم مہورت کل اسٹوڈیو میں بڑی دُھوم دھام سے ہو چکی تھی۔ لیکن پہلی شوٹنگ کے لئے سبھاش چندر نے ایک آؤٹ ڈور سین منتخب کیا تھا۔ ممبئی کے 'روشن باغ' کی بعض لوکیشنز اُسے اتنی پسند آئی تھیں کہ اُس نے کم از کم دو گانے یہاں پکچرائز کرنے کا بندوبست کر رکھا تھا۔ جہاں تک محلوں، درباروں اور قلعوں کے بڑے بڑے پُرشکوہ سیٹوں کے ذریعے فلم کو متاثر کن بنانے کا سوال تھا تو اس کے لئے بھی سبھاش چندر نے چوٹی کے آرٹ ڈائریکٹرز کو سائن کیا تھا اور مغل اعظم سے کم از کم بیس گنا بجٹ رکھا تھا۔ مہنگائی، روپے کی قیمت میں کمی اور افراطِ زر کی تمام پیچیدگیوں کے باوجود کسی فلم کے کاسٹیومز اور سیٹوں کے لئے یہ ایک بہت بڑا بجٹ تھا۔

باغ میں شوٹنگ کی خبر سن کر بہت سے لوگ تمام تر حفاظتی انتظامات کے باوجود اندر آ گئے تھے لیکن وہ نہایت صبر و سکون سے شوٹنگ ایریا سے کافی دُور کھڑے تھے اور کوئی شور شرابہ یا بدتمیزی نہیں کر رہے تھے۔ بس کبھی کبھی لاجونتی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے کوئی منچلا بے تابی سے ہاتھ ہلانے لگتا تھا۔ لیکن لاجونتی گویا دنیا جہاں سے بے خبر، شارٹ دینے کے لئے تیار کھڑی تھی۔

بالآخر کلیپ ہوئی اور لاجونتی نے چہرے پر وہی تاثرات لانے کی کوشش کی جن کے لئے سبھاش چندر نے اُسے ہدایات دی تھیں اور سب کچھ ذہن نشین کرایا تھا۔ وہ بلاشبہ ٹی وی کی ایک بہت طویل اور مقبول سیریل کی ہیروئن رہی تھی جس نے نیٹ

ورک پر چلنے کے بعد اسے انڈیا کے طول وعرض میں مقبول بنا دیا تھا۔ لیکن فلم کے لئے وہ بہرحال نئی تھی۔ اُس کی ٹی وی سیریل بھی سبھاش چندر ہی نے ڈائریکٹ کی تھی اور اُسے راتوں رات ٹی وی اسٹار بنا دیا تھا۔ اور اب سب سے بڑے بجٹ کی فلم میں اُسے ہیروئن لینے کا رسک بھی وہی لے رہا تھا۔

لاجونتی حقیقتاً اس فلم کے لئے بہت محنت کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس فلم کے ذریعے اپنے اندر کی تمام فنکارانہ صلاحیتوں کو اُجاگر کرنا چاہتی تھی۔ اُس کی خواہش تھی کہ بدھوبالا کی طرح فلم کی تاریخ میں امر ہو جائے۔ اُس کی یہ پہلی فلم سبھاش چندر کے مستقبل کے لئے کم اور اس کے اپنے مستقبل کے لئے زیادہ اہم تھی۔ قسمت نے اُس کا بہت ساتھ دیا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اب اس کی طرف سے محنت میں بھی کوئی کمی نہ رہے۔

انتہائی نپے تلے انداز میں، ایک ایک قدم کو اپنے فنی سفر کا اہم ترین قدم تصور کرتے ہوئے وہ مرمریں روش پر آگے بڑھی۔ اُسے معلوم تھا کہ اُس کے ہر قدم کے ساتھ فلم کے پس منظر میں پازیب کی چھن چھن ڈب کی جائے گی۔ وہ خوابناک انداز میں مسکرا رہی تھی۔ روش کے ساتھ ساتھ ریل کی پٹڑی سے مشابہ چھوٹی سی پٹڑی پر گریس میں لتھڑے ہوئے پہیوں والی ٹرالی پر کیمرہ دھیرے دھیرے حرکت کر رہا تھا۔ سبھاش چندر خود ایک ایک فریم کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اُس کی ہدایت پر کیمرے نے کلوز اپ کے لئے زوم کیا۔

ایک فاضل کیمرے کی آنکھ سے سبھاش چندر خود بھی مسلسل لاجونتی کو دیکھ رہا تھا اور اُس کا دل ایک عجیب سی خوشی سے معمور ہوا جا رہا تھا۔ عام ڈائریکٹرز کی طرح وہ اس موقعے پر پریشان نہیں تھا۔ اُس کے اعصاب پر تناؤ نہیں تھا۔ اُس کے دل نے گواہی دے دی تھی کہ اُس کا یہ تجربہ بھی کامیاب ہوگا اور فلم انڈسٹری میں اُس کی دھوم مچ جائے گی اور کامیابیوں کے آسمان پر ایک چاند اور لگ جائے گا۔ اس تازہ ترین کامیابی میں سب سے زیادہ لاجونتی کا ہاتھ ہوگا۔ اس لڑکی کی صورت میں، اس کی ایک ایک جنبش میں، اس کی ایک ایک ادا میں ناقابل بیان جادو تھا۔ ایک عجیب سحر تھا۔



زندگی میں ان گنت لڑکیوں سے نہ جانے کس کس حد تک اُس کا واسطہ رہا تھا۔ کتنی ہی لڑکیاں اُس سے ایک دو منٹ کی ملاقات کا وقت حاصل کرنے کے لئے ترستی تھیں۔ لیکن لاجونتی وہ واحد لڑکی تھی جس کے حسن نے بھی سبھاش چندر کو متاثر کیا تھا اور صلاحیتوں نے بھی۔

لاجونتی کے حسین ہونٹ شبنم سے نکھری ہوئی اور نسیم سحر کی اٹھکیلیوں سے دھیرے دھیرے لرزتی ہوئی گلاب کی پتیوں کی طرح کانپ رہے تھے۔ کیمرہ ان ہونٹوں کا کلوز اپ لینے کے لئے ترچھا ہوا اور لاجونتی نے سرگوشی کی۔

''عالم پناہ! ایک کنیز کا یہ نصیب کہ آپ اس سے معافی کے خواست گار ہوں۔ خدارا، ہمیں مغرور نہ بنائیے۔ آپ ہماری جان بچا بھی کیسے سکتے تھے؟ جان لینے اور بچانے کا اختیار تو مالک کائنات نے صرف اپنے پاس رکھا ہے۔''

انارکلی کے یہ ڈائیلاگ ابھی ریکارڈ نہیں ہو رہے تھے۔ یہ اسٹوڈیو میں ڈب کئے جانے لگے۔ لیکن اس وقت بھی لاجونتی یہ مکالمے جذبات کے تمام اتار چڑھاؤ کے ساتھ ادا کر رہی تھی۔ یہ سین درحقیقت فلم کے ہیرو نریش پانڈے یعنی شہزادہ سلیم کے آنے کے بعد مکمل ہونا تھا جو ایک اور فلم کی شوٹنگ کے سلسلے میں لندن گیا ہوا تھا۔ فی الحال سبھاش چندر لاجونتی کے کٹ ٹو کٹ شاٹ پکچرائز کر رہا تھا۔

کچھ فاصلے پر درختوں کے سائے میں فولڈنگ کرسیوں پر پندرہ بیس افراد بیٹھے تھے۔ اُن میں سے کچھ تو باقاعدہ اور باضابطہ طور پر اس فلم سے کوئی نہ کوئی تعلق رکھتے تھے۔ اور چند ایک معززین تھے جن کا فلم سے کچھ نہ کچھ ان ڈائریکٹ تعلق تھا یا مستقبل میں اس کے ڈسٹری بیوٹر ہو سکتے تھے۔

ان میں سب سے اگلی قطار میں کملا دیوی بیٹھی تھی۔ وہ ڈھیلی ڈھالی سفید مردانہ بش شرٹ اور نیلی جینز میں تھی۔ پیروں میں ہلکے پھلکے خوبصورت اسپورٹس شوز تھے۔ گلے میں سونے کا لاکٹ جھول رہا تھا۔ اُس کے تراشیدہ، ملائم اور بھورے بال تیز ہوا میں لہرا رہے تھے۔ دُھوپ کا بڑا سا فیشن ایبل چشمہ اُس نے پیشانی سے ذرا اوپر ٹکایا ہوا تھا۔

کملا دیوی ان عورتوں میں سے تھی جن کی عمر کا صحیح اندازہ لگانا بہت مشکل ہوتا

ہے۔ وہ چالیس کی بھی ہوسکتی تھی اور تیس کی بھی ہوسکتی تھی۔ اُسے بے حد خوبصورت عورتوں میں شمار کیا جا سکتا تھا۔ بس اُس کی شخصیت میں نسوانی نزاکت کی تھوڑی سی کمی تھی۔ وہ ایک قد آور عورت تھی اور اپنی ظاہری شخصیت سے ہی مرد مار قسم کی چیز معلوم ہوتی تھی اور درحقیقت وہ تھی بھی کچھ ایسی ہی۔ اُسے جاننے والے اُس کے غصے سے ڈرتے تھے۔

لیکن قدرے عجیب بات یہ تھی کہ وہ ایک ایسے پیشے سے وابستہ تھی جس کا سنتے ہی نرم خو، مرنجاں مرنج اور قدرے شرمیلے سے انسانوں کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ وہ ایک معروف لکھاری تھی۔ شوقیہ لکھنے والی نہیں، پیشہ ور رائٹر تھی۔ گزشتہ چند برسوں میں جہاں بڑے بڑے مرد ادیب یکے بعد دیگرے اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے اور ادب کے اُفق پر وقتی طور پر ایک بہت بڑا خلا نظر آنے لگا تھا، وہاں تھوڑے ہی توقف کے بعد کملا دیوی کا نام طوفانی انداز میں اُبھرا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف چھا گیا تھا۔ پبلشروں کا خیال تھا کہ اس نے ناول نگاری کی مرتی ہوئی صنعت کو پھر سے زندہ کر دیا تھا۔ وہ ہندی میں لکھتی تھی لیکن اُردو، گجراتی، مراٹھی، انگریزی اور دیگر کئی زبانوں میں اُس کے ناولوں کے ترجمے شائع ہوتے تھے اور اُس نے ناولوں کی رائلٹی وصول کرنے کے معاملے میں بڑے ریکارڈ قائم کئے تھے۔

اگرچہ بعض پرانے اور روایت پسند ناقدین کا اب بھی یہی کہنا تھا کہ کملا دیوی کی تحریر سطحی تھی اور اس کے ناولوں میں سستے پن اور دورِ جدید کی سنسنی خیزی کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ لیکن ان کے ان تبصروں سے کملا دیوی کی مقبولیت میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ پھر جب اُس کے چند ناولوں پر ٹی وی سیریلز شروع ہوئیں اور اس کے بعد اُس کے دو ناولوں پر فلمیں بنیں تو وہ شوبزنس کی دنیا کا بھی ایک بڑا نام بن گئی۔ اپنے ناولوں کی ڈرامائی تشکیل بھی اُس نے خود ہی کی تھی اور فلموں کے لئے اسکرین پلے اور مکالمے وغیرہ بھی خود ہی لکھے تھے۔ اس مقام پر پہنچنے کے بعد وہ نقادوں کی تنقید وغیرہ سے بے نیاز ہوگئی تھی اور نقادوں نے بھی اُسے اپنی پہنچ سے باہر سمجھ کر اس کے بارے میں تنقیدی زاویئے سے لکھنا چھوڑ دیا تھا۔ فلم سے کمایا ہوا اُس کا روپیہ اب دوسرے کئی کاروباروں میں لگا ہوا تھا اور وہ ایک آسودہ حال عورت تھی۔



وہ خود بھی کاروباری ذہن کی مالک تھی اور اُسے کچھ اچھے کاروباری لوگوں کی رفاقت بھی حاصل ہو چکی تھی۔

اُس کا ایک شاندار مکان پونا میں تھا اور وہ زیادہ تر وہیں رہتی تھی۔ اُسے ممبئی کی حد سے زیادہ بھیڑ بھاڑ اور مشینی زندگی پسند نہیں تھی۔ لیکن کاروباری معاملات نمٹانے کے لئے اُسے کئی کئی دن کے لئے یہاں آنا پڑتا تھا۔ اس لئے اُس نے یہاں بھی ایک اپارٹمنٹ کرائے پر لے رکھا تھا۔

اُس کی سفید رنگت میں تازہ چنبیلی کی سی شادابی تھی۔ مگر اُس کے بھرے بھرے گلابی ہونٹ اس وقت نفرت سے سکڑے ہوئے تھے۔ اُس کے میک اپ سے بے نیاز چہرے پر تناؤ تھا اور آنکھیں نفرت سے دہک رہی تھیں۔ اُس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تمام مردوں اور عورتوں کی توجہ لاجونتی دیوی کی طرف تھی۔ لیکن اگر وہ کملا دیوی کی طرف دیکھ بھی رہے ہوتے تو شاید اندازہ نہ کر پاتے کہ اس کے مضبوط مگر متناسب جسم میں اس وقت کتنے طوفان مقید تھے؟ اُس کی شریانوں میں لہو آگ بن کر دوڑ رہا تھا...... نفرت کی آگ، جو اپنے گرد و پیش کی ہر چیز اور ہر شخص کو بھسم کر دینے کے لئے بے تاب تھی۔

اُس کی بغل میں ایک بڑا سا خاکی لفافہ دبا ہوا تھا۔ اس لفافے میں اس کے انتقام کا ہتھیار بند تھا۔ چند لمحے بعد وہ نتائج کی پرواہ کئے بغیر سب کی موجودگی میں اس لفافے کو کھولنے والی تھی۔ اس کے بعد سب کچھ ختم ہو جاتا۔ کتنی ہی زندگیاں تباہی اور رسوائی کی دلدل میں گرتیں اور معدوم ہو جاتیں۔ لیکن سب سے زیادہ نقصان صرف ایک ہستی کو پہنچتا۔ لاجونتی کو......!

کملا دیوی نفرت بھری سلگتی نگاہوں سے مسلسل لاجونتی کو گھور رہی تھی۔ اُسے گرد و پیش کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ وہ لڑکپن سے فولادی ارادوں کی مالک رہی تھی۔ ایک بار کوئی کام کرنے کی ٹھان لیتی تھی تو جنونیوں کی طرح اُسے کرگزرنے کے بعد ہی دم لیتی تھی۔ اب وہ لاجونتی سے انتقام لینے کا عہد کر چکی تھی تو کوئی طاقت اُسے روک نہیں سکتی تھی۔

دل ہی دل میں وہ اپنے آپ سے کہہ رہی تھی۔ ’میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں

گی لاجونتی۔ تم جو کچھ ہو، جو کچھ تھیں اور جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا ہے، وہ سب کچھ میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ میں معاف کرنے والی عورتوں میں سے نہیں ہوں۔ معافی کمزور لوگوں کے دلوں کا سہارا ہے اور میں کمزور عورت نہیں ہوں۔ جلد ہی تمہیں میری طاقت کا اندازہ ہو جائے گا...... جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ شکست کی اذیت کیا ہوتی ہے۔ انتقام کے لئے مجھے کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے، میں اس کی پرواہ نہیں کروں گی۔ میرا اپنا بھی چاہے کتنا ہی بڑا نقصان کیوں نہ ہو، میں اسے خاطر میں نہیں لاؤں گی۔'



آرٹسٹ آنند ورما کی اُنگلی ریوالور کے ٹرائیگر پر تھی۔ وہ درختوں کی آڑ لیتا ہوا اس طرح آگے بڑھ رہا تھا کہ اپنے مقصد کی تکمیل سے پہلے کسی کی نظر میں نہ آنے پائے۔ وہ باغ کے اس حصے میں پہنچ چکا تھا جہاں مغل اعظم پارٹ ٹو کی شوٹنگ ہو رہی تھی۔ شوٹنگ کا منظر اب اُس کے سامنے تھا اور وہ بھی اُسے نظر آ گئی تھی جس کی تلاش میں وہ یہاں آیا تھا۔ لیکن اتنی سی بھاگ دوڑ کے بعد وہ بے پناہ نقاہت محسوس کر رہا تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا گویا جان اُس کے جسم سے نکلتی جا رہی ہو۔ چہرے کی رنگت پر پیلاہٹ گہری ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اپنی تمام تر قوتِ ارادی کو بروئے کار لا کر خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ یہ اُس کی قوتِ ارادی ہی تھی جو وہ اپنے پیروں پر چلتا ہوا یہاں تک آ گیا تھا۔ ورنہ اُس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ چند قدم بھی چل سکتا۔

اُس کے کچلے ہوئے بازو اور ہاتھ پر پٹیاں لپٹی ہوئی تھیں اور اس بازو سے خوفناک ٹیسیں پورے جسم میں پھیل رہی تھیں۔ اُسے اندیشہ محسوس ہو رہا تھا کہ کسی بھی لمحے وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ لیکن بصد کوشش وہ اپنی آنکھیں کھلی رکھے ہوئے تھا۔ سر سے پاؤں تک وہ پسینے میں تر تھا اور سامنے کا منظر اُس کی نظروں میں دُھندلاتا جا رہا تھا۔ وہ بار بار سر جھٹک کر ہر چیز کو صاف طور پر دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب آنکھیں کھلی رکھنا اُس کے لئے مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ گویا قوتِ ارادی بھی یہاں تک آ کر اُس کا ساتھ چھوڑتی جا رہی تھی۔ بس ایک جذبہ تھا جو اُسے آگے بڑھنے کی طاقت مہیا کر رہا تھا۔



کچھ اور آگے بڑھنے کے بعد اُس کی نظر صرف اپنے ہدف پر جم کر رہ گئی۔ ریوالور اُس کے بائیں ہاتھ میں تھا اور گولی چلانے کے لئے اُسے صرف چند سیکنڈ کی مہلت درکار تھی تاکہ وہ اپنے ہدف کے کچھ اور قریب ہو جائے۔ اُسے چونکہ بائیں ہاتھ سے گولی چلانا تھی اس لئے وہ نشانہ خطا ہونے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ عین ممکن تھا کہ اُسے دوسرا فائر کرنے کی مہلت ہی نہ ملتی۔ وہ ایک ہی گولی میں اس حسین صورت کو خاک اور خون میں نہانا چاہتا تھا جو اس وقت اُسے سب لوگوں میں نمایاں دکھائی دے رہی تھی۔ غنیمت تھا کہ سب لوگ شوٹنگ دیکھنے میں منہمک تھے اور فلم کا عملہ اپنے کام میں محو تھا۔ اس لئے ابھی تک کسی نے مصور آنند ورما کو قریب آتے نہیں دیکھا تھا۔

آنند ورما کے جسم میں اب گویا جان نہیں رہی تھی۔ مگر صرف یہی تصور اُسے قدم بڑھانے کی طاقت مہیا کر رہا تھا کہ جو کچھ وہ کرنے جا رہا تھا اس سے اُس کی رُوح کو بھی ابد تک تسکین حاصل رہے گی۔ وہ قدم بہ قدم آگے بڑھ رہا تھا اور جس کے لئے وہ موت کا پیامبر بن کر آیا تھا، وہ ابھی تک اُس کی آمد سے بے خبر تھی......!



ڈاکٹر دلیپ راج دیوانوں کی طرح باغ میں دوڑا جا رہا تھا۔ اُس کا چہرہ دہشت سے یوں بگڑا ہوا تھا جیسے ان گنت بلائیں اُس کے تعاقب میں ہوں۔ وہ تھوڑا سا فاصلہ اُسے میلوں پر محیط محسوس ہو رہا تھا۔ وہ جلد از جلد اس مقام تک پہنچنا چاہتا تھا جہاں مغل اعظم پارٹ ٹو کی شوٹنگ ہو رہی تھی۔ لیکن باغ کے درختوں سے ڈھکے ہوئے راستے گویا اصل سے کئی گنا لمبے ہو گئے تھے۔ فاصلہ تھا کہ ختم ہی ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ جسم و جاں کی پوری توانائی صرف کر کے دوڑ رہا تھا۔ بے پناہ تناؤ کے باعث اُس کے اعصاب گویا چٹخنے کو تھے۔ لیکن وہ ایک المیے کو روکنے کے لئے دوڑا جا رہا تھا۔

اگر وہ بروقت وہاں نہ پہنچ سکا تو کیا ہو گا؟ یہ سوچ کر ہی اُس کا دل بیٹھا جا رہا تھا اور اپنے آس پاس بین کرتے ہوئے ان گنت نامعلوم لوگوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ جو کچھ ہونے والا تھا، وہ اُس کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اُس کے

مجروح دل میں اس المیے کو سہنے کی سکت نہیں تھی۔ وہ خود ہی واحد ایسا شخص تھا جو اس سانحے کو وقوع پذیر ہونے سے روک سکتا تھا۔ بربادی کے اس سیلاب کے آگے بند باندھ سکتا تھا۔

وہ خوفناک حقیقت بہت تاخیر سے اُس پر آشکار ہوئی تھی جو اُسے بہت پہلے سے معلوم ہو جانی چاہئے تھی۔ اب متوقع المیے کو روکنے کے لئے ماضی کے پینڈورا باکس کو کھولنا اُس کی مجبوری بن گا تھا، ورنہ اُس نے تو راز کو راز رکھنے کی برسوں پہلے قسم کھائی تھی۔ اور اب تو درحقیقت وہ اس راز کو بھولا ہی ہوا تھا۔ مگر تقدیر نے اُسے نہ صرف وہ راز یاد دلا دیا تھا بلکہ اُسے بے نقاب کرنے پر بھی مجبور کر دیا تھا۔ جس سے اس نے محبت کی تھی...... جو اس کی زندگی کا حاصل تھی، اُسے بچانے کے لئے وہ اپنا عہد توڑنے پر مجبور تھا۔

اسی مقصد کے لئے وہ دوڑا جا رہا تھا، مگر اب بھی پُر یقین نہیں تھا کہ جو کچھ وہ کرنے جا رہا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ ماضی کا وچن نبھانا ضروری تھا یا مستقبل کو بچانا؟ خوشیوں کو خوش آمدید کہنا بہتر تھا یا بربادیوں کا نظارہ کرنا؟ ایک عمل کا تعلق ماضی سے تھا اور ایک کا مستقبل سے...... اور اُسے اب بھی یقین نہیں تھا کہ اس کشمکش میں کون جیتے گا...... ماضی یا مستقبل؟



''ٹھہرو...... شوٹنگ روکو...... میں تم لوگوں کو کچھ دکھانا چاہتی ہوں۔'' پُر سکوت ماحول میں اچانک ایک تیز آواز اُبھری۔ لہجے کی تہہ میں جنون کی کاٹ تھی۔ سہاش چندر کی ہدایت پر اس وقت وہاں ہر شخص خاموش تھا۔ پتوں کے درمیان سرسراتی ہوئی ہوا بھی گویا تھم گئی تھی۔ ایسے میں کملا دیوی کی آواز یوں سنائی دی تھی جیسے شمشان گھاٹ پر رات کے سناٹے اور گھپ اندھیرے میں کسی کی طویل کربناک چیخ خنجر کی طرح اس سکوت کے سینے میں اُتر گئی ہو۔

کیمرہ مین، لائٹ مین، مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے اسسٹنٹ، میک اپ آرٹسٹ، معززین شہر، پریس رپورٹرز، اسٹل فوٹوگرافرز اور نہ جانے کتنے ہی لوگ گویا کسی مدھر اور دھیمے سپنے سے ہڑبڑا کر جاگے اور کملا دیوی کی طرف متوجہ ہو گئے جو



خاکی رنگ کا لفافہ ہاتھ میں بلند کئے کھڑی تھی۔

لیکن اسی لمحے عقب سے ایک پھٹی پھٹی سی مردانہ آواز گونجی۔ یہ آواز گویا کسی اور ہی دنیا سے آئی تھی۔ اس میں بے عنوان سی اذیت بھی تھی اور ایک عجیب سی پکار بھی...... ان گنت التجائیں بھی تھیں اور بے پناہ تحکم بھی۔ کملا دیوی کی آواز سن کر تو لوگ ہڑبڑا اُٹھے تھے، اس آواز کو سن کر جھرجھری سی لے کر رہ گئے۔ الفاظ بالکل واضح تھے۔

''رُک جاؤ کملا...... ابھی وقت ہے...... ورنہ زندگی بھر دل تھام کر روتی رہو گی......!''



اس کہانی کا آغاز برسوں پہلے کلکتہ میں ہوا تھا، جہاں کملا دیوی کا باپ انیل پرکاش تھیٹر کی دنیا کا ایک معروف اداکار تھا۔ ہندوستان کے ہر بڑے شہر میں پرانا، روایتی تھیٹر اپنے زوال کی طرف سفر شروع کر چکا تھا۔ آغا حشر کاشمیری اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے ڈراموں کی گو کہ اب بھی ہر طرف دُھوم تھی اور انیل پرکاش اسی تھیٹر کا بادشاہ تھا، مگر اب پہلی سی بات نہیں رہی تھی۔

وہ اپنی طرز کا صاحب کمال ایکٹر تھا۔ ہر رول میں پچ جاتا تھا اور ہر نئے ڈرامے پر خوب داد سمیٹتا تھا۔ اُس کے چرچے ممبئی تک پہنچے ہوئے تھے جو ان دنوں بمبئی ہوا کرتا تھا۔ ان دنوں اِدھر اُدھر کے شہروں میں چار چھ فلمیں بننے کے بعد سب اہل ہنر اپنا رخت سفر باندھ کر ممبئی کی طرف کوچ کر چکے تھے۔ ممبئی فلم سازی کا گڑھ بن چکا تھا اور وہاں سے ریلیز ہونے والی فلمیں پورے ہندوستان میں دُھوم مچا رہی تھیں۔ ان فلموں کی وجہ سے تھیٹر متاثر ہونے لگا تھا۔ تھیٹر کے تماشائیوں کی تعداد کم ہونے لگی تھی اور سینماؤں پر کھڑکیاں ٹوٹنے لگی تھیں۔ تھیٹر والوں کو معاوضے بھی کم ملنے لگے تھے۔

انیل پرکاش کو بھی ممبئی سے متعدد بلاوے آ چکے تھے۔ فلم والے اس نئے اور دلچسپ کاروبار میں بہت محنت کر رہے تھے۔ ہر بڑے شہر سے باصلاحیت لوگوں کو ممبئی کی طرف کھینچتے تھے۔ انیل پرکاش کا بھی ممبئی جانے کو دل چاہتا تھا لیکن اُس کی بیوی

ڈرگا دیوی اُس کے پیروں کی زنجیر بنی ہوئی تھی۔ ڈرگا مدراسن تھی اور کسی زمانے میں خود بھی سندری کے نام سے تھیٹر کی اداکارہ رہ چکی تھی اور اُس نے بھی خوب نام کمایا تھا، جب تھیٹر کو منڈوا اور نوٹنکی کہا جاتا تھا۔ وہ گلوکارہ بھی غضب کی تھی۔

وہ قدرے سانولی تھی مگر اُس کے نین نقش میں بلا کی کشش تھی۔ جس کی طرف نظر بھر کر دیکھ لیتی گویا سینے سے دل کھینچ لیتی تھی۔ سرخ وسفید، دراز قد، وجیہہ اور یونانی دیوتاؤں جیسی خوبصورتی کا مالک انیل پرکاش تو اُس کے تیرِ نظر کا ایسا گھائل ہوا تھا کہ اُس سے شادی کر کے ہی دم لیا تھا۔ شادی کے بعد ڈرگا دیوی نے تھیٹر چھوڑ دیا تھا۔ اس کے بارے میں سننے میں آیا تھا کہ وہ درحقیقت کسی راجہ کی اولاد تھی مگر اُس کے تھیٹر اور گلوکاری کے شوق کی وجہ سے راجہ نے اُسے عاق کر دیا تھا، خاندان سے بے دخل کر دیا تھا اور یہ ہدایت بھی کر دی تھی کہ اگر کبھی اُس نے راجہ سے اپنا تعلق ظاہر کرنے کی کوشش کی تو خواہ وہ کہیں بھی ہوئی، اُسے قتل کرا دیا جائے گا۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی نے ہی اس موضوع پر کبھی لب کشائی نہیں کی تھی۔ اُن کے خیال میں اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہ گئی تھی۔ راجدھانیاں ختم ہو چکی تھیں۔ خاندانوں کے شیرازے بکھر چکے تھے۔ کسی کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ کون کہاں تھا۔

انیل پرکاش ابھی تک ڈرگا کا دیوانہ تھا۔ تھیٹر کی دنیا میں اب بھی انیل کی بہت سی چاہنے والیاں سامنے آتی رہتی تھیں اور وہ تھوڑی بہت دیر کے لئے اُن میں سے کسی کی زلفِ گرہ گیر کا اسیر ہو جایا کرتا تھا۔ رات دو رات کے لئے گھر کا راستہ بھول جاتا تھا، بھٹک جاتا تھا مگر گھوم پھر کر جلد ہی ڈرگا کی طرف لوٹ آتا تھا۔ اُس کے قدموں میں سر رکھ کر روتا تھا کہ وہ نشے میں بہک گیا تھا۔ ڈرگا تھوڑے سے نخرے دکھائی، کچھ دیر روٹھی رہتی تھی مگر مان جاتی تھی۔ اُسے معلوم تھا انیل اول تا آخر اسی کا ہے، کہیں جانے والا نہیں۔ البتہ ممبئی جاتے ہوئے وہ ڈرتی تھی۔ اُسے اندیشہ محسوس ہوتا تھا کہ اس نئی دنیا کی چکا چوند میں شاید وہ انیل کو اپنی گھٹاؤں جیسی زلفوں کی زنجیر میں باندھ کر نہیں رکھ سکے گی۔ کوئی نہ کوئی انیل کو اس سے چھین کر لے جائے گا۔

دوسری طرف اس کے استدلال میں بھی وزن تھا۔ وہ کہتی۔ ”چالیس سے اوپر



تمہاری عمر جا رہی ہے۔ کتنا عرصہ ہیرو بن کے گزار لو گے؟ زیادہ سے زیادہ دو چار سال۔ دو چار سال کی کامیابیوں کے لئے ہم اپنا شہر چھوڑ کر کیوں جائیں جہاں ہم برسوں سے رہتے آ رہے ہیں۔ جہاں ہماری جڑیں ہیں۔ ہمارا یہ خوبصورت مکان ہے جو ہم نے بڑے چاؤ سے بنوایا ہے۔ یہاں کا بچہ بچہ ہمیں جانتا ہے۔ میں کسی قیمت پر یہ شہر چھوڑ کر نہیں جا سکتی اور نہ ہی تمہیں جانے دُوں گی۔ ہمارے پاس یہاں کس چیز کی کمی ہے؟“

تھوڑی بہت بحث وتمحیص کے بعد انیل نے ممبئی جانے کا خیال چھوڑ دیا تھا۔ ویسے بھی اس زمانے میں دولت اور شہرت کی وہ پُرہوس دوڑ شروع نہیں ہوئی تھی جس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہوتی اور جس میں مبتلا آج کل کے انسان زیادہ سے زیادہ آگے نکلنے کے لئے دوسروں کا گلا کاٹنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ انیل پرکاش کو جو کچھ میسر تھا وہ اسی پر مطمئن تھا اور بیوی کے سمجھانے بجھانے پر تو اور بھی زیادہ مطمئن ہو گیا تھا۔

سولہ سال کی کملا دیوی کو اپنے باپ کے یہ طور طریقے پسند نہیں تھے۔ وہ اپنے باپ میں سرکشی، کرختگی اور اس سے کہیں زیادہ مردانگی دیکھنا چاہتی تھی جتنی اُس میں بظاہر نظر آتی تھی۔ اُسے یہ بالکل اچھا نہیں لگتا تھا کہ اُس کا باپ کوئی غلطی کر کے آئے تو اُس کی ماں کے قدموں میں سر رکھ کر روئے خواہ وہ اس وقت نشے میں ہی ہو۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اُس کی ماں کے پاس ایسا کیا جادو تھا کہ اُس نے ایسے لمبے چوڑے اور خوبرو مرد کو مٹھی میں بند کر رکھا تھا۔ اور اس لئے اُسے اپنی ماں کچھ زیادہ اچھی نہیں لگتی تھی۔

جو سرکشی، جو مضبوطی اور جو مردانگی وکرختگی وہ اپنے باپ میں دیکھنا چاہتی تھی وہ جب اُسے وہاں نظر نہیں آئی تو یہ خصوصیات دھیرے دھیرے خود اس میں پیدا ہونے لگی تھیں۔ سولہ سال کی عمر میں وہ بے حد سرکش، نڈر، منہ پھٹ اور اپنی من مانی کرنے والی لڑکی تھی۔ لیکن اُس کی یہ منفی خصوصیات زیادہ محسوس نہیں کی جاتی تھیں کیونکہ گھر میں کسی کو اُس کی طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں تھی۔

اُس کے ماں اور باپ. دونوں کی زندگی بہت مصروف تھی۔ گھر میں ہروقت آنے

جانے والوں کا جھمیلا رہتا تھا۔ اس کے علاوہ کبھی کہیں ضیافت، کبھی کہیں دعوت، پھر انیل پرکاش کا ڈرامہ تو تقریباً ہر رات ہی کہیں نہ کہیں چل رہا ہوتا تھا۔ دُرگا تھیٹر چھوڑ دینے کے باوجود شوہر سے بھی زیادہ ہی مصروف رہتی تھی۔ توجہ اور محبت کی کمی نے بھی کملا میں سرکشی اور خودسری پیدا کی تھی۔

اُسے اس بات کا بھی بہت قلق تھا کہ اُس کی ماں کی وجہ سے وہ لوگ ممبئی منتقل نہیں ہو سکے تھے۔ اُس نے بہت سی فلمیں دیکھی تھیں۔ ممبئی کی فلمی دنیا کا اُس کے ذہن میں پرستان کا سا نقشہ تھا۔ وہ وہاں جانا چاہتی تھی۔ سب کچھ قریب سے دیکھنا چاہتی تھی۔ فلمی دنیا کی کشش سے قطع نظر بھی، ہندوستان کے سب سے بڑے شہر میں رہنا اُس کا خواب تھا۔ تھیٹر کی دنیا اُسے زیادہ اچھی نہیں لگتی تھی۔ شاید 'گھر کی مرغی دال برابر'' والا معاملہ تھا۔ اُس کے باپ نے ممبئی جانے سے انکار کیا کیا، کملا کے دل میں نافرمانی اور بغاوت کا پودا تناور درخت کی صورت اختیار کرنے لگا۔

لیکن کسی کو نہیں معلوم تھا کہ سولہ سال کی اس لڑکی کے سینے میں کیسے طوفان مقید ہیں۔ وہ قد کاٹھ میں عام لڑکیوں سے نکلتی ہوئی تھی۔ پیدل چلتی تھی تو بہت تن کر چلتی تھی۔ لگتا تھا وہ ٹھوکروں سے دیواریں گرا دے گی۔ سائیکل پر سکول جاتی تھی تو کار والوں کو پیچھے چھوڑنے کی کوشش کرتی تھی۔

عمر کے ہر گزرنے والے دن کے ساتھ اُس کی جھنجھلاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ رگ و پے میں قطرہ قطرہ جمع ہوتا ہوا زہر باہر نکلنے کے لئے کوئی راستہ تلاش کر رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے۔ سکول میں بھی اُس نے کسی سے دوستی نہیں کی تھی۔ دوستی اور محبت جیسے جذبے گویا اُس کے دل میں کہیں رمق نہیں تھے۔ سکول بھر میں وہ ہری مرچ کے نام سے مشہور تھی۔ لڑکیاں تو لڑکیاں، لڑکے تک اُس کے سائے سے دُور بھاگتے تھے۔ بات بے بات وہ ہاتھ چھوڑ دیتی تھی۔ اُس کے دل میں جو نفرتیں پل رہی تھیں، اس کے اظہار کا موقع اُسے گھر میں نہیں ملتا تھا تو گھر سے باہر ہر شخص کو وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتی۔ کوئی بات کرتا تو ایسے جواب دیتی گویا بات کرنے والے کے سر پر لٹھ دے مارا ہو۔

اُس کا باپ اور اُس کی ماں دونوں اگر کبھی اتفاق سے گھر میں موجود ہوتے تو وہ



دیکھتی تھی کہ اُس کا باپ، اُس کی ماں کی ناز برداریوں میں مصروف رہتا ہے۔ انہی دنوں اُس نے ماں اور باپ کے درمیان ہونے والی گفتگو سن لی۔ اس عمر میں بھی اُس کی ماں شرم سے دہری ہوئی جا رہی تھی۔ گفتگو اگرچہ مبہم تھی لیکن وہ اتنا سمجھ گئی کہ اُس کی ماں اُمید سے ہے۔ وہ اپنی عمر کی مناسبت سے نادان اور ناسمجھ نہیں تھی۔ گھر کے ماحول میں جیسی بے پروائی اور گہما گہمی سی تھی اور پھر خود اُسے جتنی آزادی میسر تھی اس کی بدولت وقت سے پہلے اُسے بہت کچھ معلوم تھا۔ خودبخود وہ بہت کچھ سیکھ گئی تھی۔

کملا کی پیدائش کے بعد تقریباً سولہ سال کے وقفے سے اُس کی ماں کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ لیڈی ڈاکٹروں نے بہت زیادہ احتیاط کی تلقین کی تھی۔ لہٰذا احتیاط ہو رہی تھی کملا کا باپ اب دُرگا کے پہلے سے بھی کہیں زیادہ ناز اٹھا رہا تھا۔ کملا سب کچھ دیکھ رہی تھی اور اس کے اندر شکست و ریخت تیز تر ہو رہی تھی۔

توجہ سے محروم بچے کبھی کبھی جان بوجھ کر بھی اپنے آپ کو چوٹ لگا لیتے ہیں۔ کملا نے بھی اپنے آپ کو چوٹ لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ بہت بڑی چوٹ، جس سے اُس کے ماں باپ دونوں تلملا اُٹھیں۔ شاید دیوانگی کے کسی پُرپیچ لمحے میں اُس نے اپنے آپ سے عہد کیا کہ وہ بھی ماں بن جائے گی۔

اُس نے بہت دُور جانے، زیادہ اونچا اُڑنے کی کوشش نہیں کی۔ اُن کی اپنی ہی گلی میں ایک بنگلے کی نچلی منزل پر گیراج نما ایک مکان تھا۔ گلی کی طرف اس کا بڑا سا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ لکڑی کے دروازے کے اوپر عین درمیان میں 'ساجن ٹیلرنگ ہاؤس' کا ایک ٹین کا بورڈ لٹکا رہتا تھا جسے ٹیلر ماسٹر نے بقلم خود پینٹ کیا تھا جو ایک نظر میں تجریدی آرٹ کا نمونہ معلوم ہوتا تھا۔ اسے پڑھنے اور سمجھنے کے لئے پوری قوتِ ارادی صرف کرنا پڑتی تھی۔

یہاں ایک خوش شکل نوجوان درزی ایک سلائی مشین لئے بیٹھا رہتا تھا۔ وہ اسی کمرے میں رہتا تھا۔ وہیں کھاتا پکاتا تھا۔ علاقے کے بنگلوں میں کام کرنے والے نوکر چاکر کبھی کبھار اُس سے کپڑے لتے سلوانے آتے رہتے تھے۔ اُسے کچھ زیادہ کام میسر نہیں تھا لیکن شاید دال دلیا چل رہا تھا تبھی وہاں پڑا تھا۔

گورا چٹا، خوش شکل اور نوجوان تھا مگر بہت سوکھا سڑا سا تھا۔ کملا کو معلوم تھا کہ اُسے چرس کی لت تھی۔ وہ اپنی سائیکل پر اُس کے کمرے کے سامنے سے گزرتی اور وہ سگریٹ پی رہا ہوتا تو کبھی کبھار اُسے ہوا میں ہلکی سی بو محسوس ہوتی۔ تاہم وہ اپنی سی احتیاط کرتا تھا۔ لیکن ایک معاملے میں وہ احتیاط نہیں کرتا تھا، کملا کو دیکھنے کے معاملے میں۔

کملا پر نظر پڑتی تھی تو وہ بس ایک ٹک اُسے دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ کبھی کبھی اُس کی آنکھوں میں دُھندلاہٹ اور نمی سی نظر آتی اور وہ دیوار سے ٹیک لگائے، مشین سامنے رکھے ڈھیلے ڈھالے سے انداز میں گلی کے سرے سے آتی ہوئی کملا کو تکنا شروع کرتا اور اُس کے کمرے کے سامنے سے گزر جانے کے بعد بھی کملا اپنی پشت پر اُس کی نظروں کی چبھن محسوس کرتی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں نمی سی شاید اس وقت جھلملاتی نظر آتی تھی جب چرس اُسے کچھ زیادہ ہی چڑھی ہوتی تھی۔ کبھی کبھی وہ پوربی زبان میں کچھ گنگناتا ہوا بھی سنائی دیتا۔ الفاظ کملا کی سمجھ میں نہ آتے لیکن اُس کی آواز میں بلا کا سوز تھا۔

ایک روز سکول تے آتے وقت جبکہ گلی سنسان پڑی تھی، کملا اچانک سائیکل سمیٹ اُس گیراج نما کشادہ کمرے میں گھس گئی۔ لکڑی کا چار پٹوں والا بڑا سا دروازہ اُس نے خود ہی بند کر دیا۔ سائیکل وہ چارپائی کے قریب دیوار کے سہارے کھڑی کر چکی تھی۔ درزی ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ اُس کا رنگ فق ہو گیا۔ آخر کملا ایک مشہور اور آسودہ حال باپ کی بیٹی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ اُس کے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔

''اب چوہے جیسی شکل کیوں نکل آئی ہے؟ ویسے تو بڑی دُور تک مجنوں کی طرح دیکھتا رہتا ہے مجھے۔'' کملا ہاتھ نچا کر بولی۔

''وہ...... دراصل...... میں......'' درزی بیچارہ تھوک نگل کر رہ گیا۔

''میری عمر کم ضرور ہے مگر میں اتنی ناسمجھ نہیں ہوں۔ میں سب سمجھتی ہوں۔'' کملا دبے دبے لیکن شاطرانہ لہجے میں بولی۔ ''مگر تو بہت بزدل ہے۔ تجھ میں تو اتنی ہمت بھی نہیں کہ اپنی محبت کا اظہار کر سکے۔ تو مجھ سے محبت کرتا ہے یا نہیں؟''



نوجوان درزی ایک لمحے ہچکچاہٹ کا شکار رہا۔ لیکن بالآخر اُس میں کچھ ہمت آئی اور اُس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پھنسی پھنسی سی آواز میں کہا۔ ''ہاں..... کرتا ہوں۔''

''تو پھر مجھ سے ڈر کیوں رہا ہے؟'' کملا نے حیرت سے پوچھا۔ درزی کی جان میں جان آئی۔ اُسے قطعاً اندازہ نہیں تھا کہ کملا اس قسم کی لڑکی ہو گی۔



پون گھنٹے بعد کملا نے دروازے میں ذرا سی درز بنا کر گلی میں اِدھر اُدھر دیکھا اور موقع مناسب پا کر جلدی سے دروازہ کھول کر سائیکل پر بیٹھ کر ہی کمرے سے نکلی اور یوں اپنی راہ چل پڑی جیسے بہت دُور سے وہ اسی طرح چلی آ رہی ہے۔ اُس کی پیشانی پر پسینہ تھا اور دل اب بھی خوفزدہ پنچھی کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔ ٹانگوں میں اب بھی ہلکی ہلکی لرزش تھی مگر بظاہر وہ پُرسکون تھی۔ ایک عجیب سی خوشی اور انوکھی سی سنسنی بھی اُس کے ہم رکاب تھی۔

اس روز وہ اپنے کمرے میں سنگھار میز کے آئینے کے سامنے بار بار ہر زاویے سے اپنا جائزہ لیتی رہی اور بار بار خود سے پوچھتی رہی کہ کیا اس میں کوئی تبدیلی آئی تھی؟ لیکن اُسے اپنے آپ میں کوئی تبدیلی نظر نہ آئی۔ تبدیلی اُس کے اندر آئی تھی۔

چند ملاقاتیں اسی طرح ہوئیں۔ پھر اُنہوں نے محسوس کیا کہ دن کی ملاقاتیں خطرناک تھیں۔ اب کملا یہ کرتی کہ دوسرے تیسرے دن اپنے کمرے کی کھڑکی سے عقبی گلی میں کود جاتی اور رات کی نیم تاریکی اور سناٹے میں ساجن درزی کے کمرے میں چلی جاتی۔ ساجن نے اُسے چرس پر بھی لگا دیا تھا۔ کملا اپنی تمام دریافتوں پر بے حد خوش تھی۔ نئی دنیا میں اُس کے لئے سبھی کچھ تھا۔

کچھ ہی عرصے بعد اُسے اپنے آپ میں کچھ تبدیلیوں کا احساس ہوا۔ لیکن اب بھی وہ کوئی خاص فکر مند نہیں تھی۔ میٹرک کے امتحان کے بعد سکول بند ہو چکے تھے۔ گھر میں زیادہ تر وہ اپنے کمرے تک ہی محدود رہتی اور سکول یونیفارم جیسے ہی ڈھیلے ڈھالے فراک پہنتی تھی۔ کئی ماہ کی بات ہو چکی تھی مگر ابھی تک کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ کملا میں بہت زیادہ تبدیلیاں بھی نہیں آئی تھیں۔



ساجن درزی بہت خوش تھا۔ ایک بڑے گھرانے کی نوجوان اور خوبصورت لڑکی اُس پر مرمٹی تھی۔ وہ یہی سمجھنے لگا تھا کہ کملا اُس کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنا سب کچھ اُسے سونپ چکی ہے۔ وہ کملا کی فطرت سے آگاہ نہیں تھا۔ وہ تو اپنے تئیں اُس سے کھیل رہی تھی۔ اُسے محبت جیسے لطیف جذبوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ وہ تو بس اپنے ماں باپ سے انتقام لینے کی غرض سے انہیں کوئی بہت بڑا صدمہ پہنچانا چاہتی تھی۔

لیکن ساجن کی سوچیں ساتویں آسمان پر پہنچی ہوئی تھیں۔ کملا کے ذریعے اُسے اپنا مستقبل بہت خوشحال نظر آنے لگا تھا۔ کملا کی جسمانی تبدیلیوں سے وہ بخوبی آگاہ تھا اور سوچ رہا تھا کہ جب اس بات کا علم کملا کے ماں باپ کو ہوگا تو کملا اُنہیں اس سے محبت اور اس حد تک جانے کی تمام روداد بتا دے گی۔ تب اُنہیں اپنی عزت بچانے کی خاطر مجبوراً کملا سے اُس کی شادی کرانی پڑے گی۔ یہ اُس کی خام خیالی تھی۔ وہاں تو کسی کو اس کی فکر ہی نہیں تھی۔ کملا کے باپ یا ماں نے کبھی اُسے نظر بھر دیکھا تک نہیں تھا تو اُس کی تبدیلیوں سے کیسے آگاہ ہوتے؟ کملا بھی ڈھیلا ڈھالا لباس پہنے رہتی تھی۔

جب کئی ماہ گزر گئے اور دوسری طرف خاموشی رہی تو ساجن کو بڑی حیرت ہوئی۔ وہ یہ سوچ کر حیران ہو رہا تھا کہ سات ماہ گزر جانے کے باوجود یہ بات اب تک ڈھکی ہوئی کس طرح ہے؟ اب اُس کے خوابوں کی تعبیر اُسے اپنی دسترس سے دُور ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ کئی دنوں سے کملا سے اُس کی ملاقات نہ ہو سکی تھی۔ اُسے یہ خیال بھی آیا کہ کہیں کملا نے اس 'مصیبت' سے چھٹکارا تو نہیں پا لیا؟ اُس کے ماں باپ یقیناً ایسا کر سکتے تھے۔ ساجن مایوس ہوتا جا رہا تھا۔



بالآخر وہ رات بھی آ گئی جب کملا کی ماں کو ہسپتال لے جایا گیا۔ انیل پرکاش سخت گھبرایا ہوا ساتھ ساتھ گیا۔ سارے نوکر اور نوکرانیاں ہمراہ تھیں۔ ہر شخص کی توجہ اُس کی ماں کی طرف تھی۔ گھر پر صرف ایک بہت پرانی اور وفادار ملازمہ کامنی رہ گئی



تھی۔ وہ تھیٹر کے زمانے سے دُرگا دیوی کے ساتھ تھی اور خود بھی کسی زمانے میں تھیٹر میں چھوٹا موٹا کام کرتی تھی۔ اور دُرگا کے ساتھ ہی تھیٹر چھوڑ کر آ گئی تھی۔ بہت سمجھدار عورت تھی۔ گھر کے بہت سے کام سنبھالے رکھتی تھی۔

اُس رات خود کملا کی طبیعت میں بڑی بے قراری تھی۔ اُس کے اندر جیسے زہر کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ کوئی آگ جیسے اُس کے اندر مقید تھی اور جسم و جان کے درودیوار خاکستر کر کے ہر طرف پھیل جانا چاہتی تھی۔ وہ ساری دنیا سے خفا تھی اور ہر چیز پر اُسے غصہ آ رہا تھا۔ ساجن درزی پر بھی۔

اُس رات اُس نے بڑی مشکل سے کھڑکی پھلانگی اور اُسی گیراج نما کمرے میں پہنچ گئی۔ اب اُسے اس کمرے کی بھی ہر چیز سے گھن آنے لگی تھی اور اپنے آپ سے بھی۔ ساجن چرس کا دم لگائے بڑی ترنگ میں بیٹھا تھا۔ کملا کو دیکھتے ہی اُس کی آنکھوں میں چمک سی لہرا گئی۔ وہ اُس کی طرف لپکا تو کملا نے بڑے زور سے اُسے دُور دھکیل دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ ملائمت سے بولی۔

''ساجن، آؤ جلدی سے کہیں بھاگ چلیں۔ ورنہ معلوم نہیں میں کیا کر گزروں...... شاید میں کسی کو مار دُوں یا خود مر جاؤں۔''

ساجن کپڑے جھاڑ کر اُٹھا اور چوٹیں سہلاتے ہوئے بولا۔ ''بھاگ چلیں......؟ بھاگنا کوئی آسان کام ہے؟ بہت سا روپیہ ہونا چاہئے انسان کے پاس...... خاص کر جبکہ تم اس حال میں ہو۔''

''میرے اس حال کے ذمہ دار بھی تو تم ہی ہو۔'' کملا کی آواز تیز سرگوشی سے قدرے بلند ہوتی جا رہی تھی۔

''میں......؟ تم خود بھی تو...... خیر چھوڑو اس بحث کو۔'' ساجن ایک نئی سگریٹ سلگاتے ہوئے بولا۔ ''کچھ لائی بھی ہو...... مجھے تو تم خالی ہاتھ نظر آ رہی ہو...... کیا تمہارے گھر میں روپیہ اور زیور نہیں ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم۔'' کملا بے زاری سے بولی۔ ''ہمارے گھر میں کبھی زیادہ روپیہ نہیں ہوتا۔ بس روپیہ آتا رہتا ہے اور ساتھ کے ساتھ جاتا رہتا ہے۔ اللّے تللّے اور سارے خرچے چلتے رہتے ہیں۔ زیور وغیرہ شاید تھوڑا بہت ہو۔ لیکن میں نے کبھی

دھیان نہیں دیا۔ میں چوری کرنا بھی نہیں چاہتی۔ ویسے تم نے میری اس حالت کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"میں نے......؟" ساجن سر کھجاتے ہوئے بولا۔ "میں نے تو کچھ اور ہی سوچا ہوا تھا...... بہرحال، میرا خیال تھا اس بارے میں تم نے خود ہی سوچ رکھا ہوگا...... بھلا میں کیا کرسکتا ہوں؟"

اُس کا انداز کچھ ایسا تھا جیسے اس پہلو کی طرف اُس کا دھیان کبھی گیا ہی نہ ہو۔

کملا کی رگ وپے میں کھولتا ہوا لاوا ایک دم جیسے اُس کی کنپٹیوں میں جمع ہوگیا۔ وہ دانت پیس کر گھٹی گھٹی مگر غضب ناک اور زہریلی آواز میں بولی۔ "یہ بے فکری...... بے پروائی...... ایسی لاتعلقی......؟ انہی چیزوں سے تو مجھے نفرت ہے۔ تمہیں بھی میری کوئی فکر نہیں......؟"

یکدم ہی وہ بھوکی شیرنی کی طرح ساجن پر جھپٹی اور اُسے نیچے گرا کر اُس کا گلا دبانے لگی......!





ساجن بے شک سوکھا سڑا تھا لیکن بہرحال مرد تھا۔ اُس کے قابو میں نہ آیا۔ اس طویل وعریض کمرے کے فرش پر جتنی بھی جگہ خالی تھی اس پر چند لمحے خاموشی سے اٹھا پٹخ ہوتی رہی دونوں کا حال خراب ہوگیا۔ کملا پر جنون سوار تھا اور آنکھوں میں وحشت ناچ رہی تھی۔ ساجن کو جان چھڑانی مشکل ہو رہی تھی۔ کملا کوئی عام اور معمولی لڑکی نہیں تھی۔ اُس نے دوبارہ ساجن کی گردن دبوچ لی۔ اب اُس کی گرفت مضبوط تھی اور وہ پوری قوت صرف کر کے اُس کا گلا دبا رہی تھی۔

ساجن کا نشہ پوری طرح ہرن ہوگیا تھا اور آنکھوں کے سامنے نیلے پیلے دائرے ناچنے لگے تھے۔ اپنی موت اُسے صاف نظر آ رہی تھی۔ بالآخر اُس نے زندگی بچانے کی آخری جدوجہد کی اور پوری قوت مجتمع کر کے اُس نے لات چلائی اور کملا اُچھل کر دُور جا گری۔ دوسرے ہی لمحے وہ ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی طرح ہاتھ پاؤں پٹخنے لگی۔ اُس کے دانت بھنچ گئے تھے اور چہرہ نیلا ہوا جا رہا تھا۔

ساجن اُچھل کر کھڑا ہوگیا۔ ایک ہاتھ سے گردن سہلاتے ہوئے غصے سے نفرت سے کملا کو دیکھنے لگا جو ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی۔ ساجن اُس کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ غصے اور نفرت پر خود حفاظتی کا جذبہ حاوی ہوگیا۔ اُس نے سوچا کہ کملا کو اگر اس کے کمرے میں کچھ ہوگیا تو وہ بھی نہیں بچ پائے گا۔ یہ خیال آتے ہی اُس نے نہایت عجلت میں اپنی دو چار چھوٹی موٹی چیزیں اُٹھائیں اور کمرے سے نکل بھاگا۔ کبھی واپس نہ آنے کے لئے۔ اُس کا رُخ اسٹیشن کی طرف تھا۔

کملا چند لمحے وہیں تڑپتی رہی۔ کچھ تو اُس کے دانت بھنچ گئے تھے، کچھ وہ خود بھی شعوری طور پر اپنی چیخیں اور اذیت بھری آوازیں ہونٹوں کے عقب میں ہی قید رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ اگر کوئی اس کی مدد کو نہ پہنچا تو وہ وہیں

فرش پر تڑپ تڑپ کر دم توڑ دے گی۔ لیکن ہر طرف رات کا گہرا سکوت طاری تھا۔ اُس کے چیخنے چلانے بغیر کسی کے آنے کی اُمید نہیں تھی اور چیخنا چلانا وہ نہیں چاہتی تھی۔

بالآخر اُس نے اپنے تن نیم جاں کی بچی کھچی توانائی کو سمیٹا اور کسی نہ کسی طرح چارپائی کا سہارا لے کر اُٹھی۔ کمرے سے نکل کر وہ مکانوں کی دیواروں کا سہارا لیتی، گرتی پڑتی، اپنے آپ کو گھسیٹتی اور اپنے عقب میں خونی نقش پا چھوڑتی اپنے گھر تک پہنچی۔ عقبی گلی میں پہنچ کر کھڑکی کے راستے وہ اپنے کمرے میں جانے کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی ورنہ شاید وہ یہی کرتی اور خاموشی سے اپنے بستر پر لیٹ کر دھیرے دھیرے موت کی آغوش میں چلی جاتی تاکہ بعد میں اس کے والدین زندگی بھر کف افسوس ملتے رہتے۔

اُسے گھنٹی بجانی پڑی۔ کامنی گیٹ پر آئی اور اُس کی حالت دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئی۔ وہ اُسے سہارا دے کر اندر لے جانے لگی۔ مگر راستے میں کملا اُس کے ہاتھوں سے پھسل کر پختہ روش پر گر پڑی۔ کامنی اُس پر جھکی اور پھر چند لمحوں میں اُسے سب کچھ معلوم ہوگیا۔ کیا ہو چکا تھا، کیا ہونے والا تھا، کیا ہوسکتا تھا۔ اس جہاندیدہ عورت کو ساری باتوں کا بڑی حد تک اندازہ تھا۔

گھر میں ایک ہی گاڑی تھی اور وہ ہسپتال گئی ہوئی تھی۔ گھر میں کوئی مرد بھی نہیں تھا۔ کامنی کے خیال میں اس میں بھی بھگوان کی مصلحت تھی۔ اُس نے اپنے اوسان خطا نہیں ہونے دیئے۔ وہ بڑی حوصلے والی عورت تھی۔ کملا کو روش پر ہی پڑی چھوڑ کر وہ دوڑی دوڑی مین روڈ تک گئی اور چند منٹ کی بھاگ دوڑ کے بعد بالآخر ایک ٹیکسی تلاش کر لائی۔

کملا اس وقت پکے فرش پر چت پڑی، آنکھیں بند کئے گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ کامنی نے ڈرائیور کی مدد سے کملا کو ٹیکسی میں ڈالا، گھر کو تالا لگایا اور کملا کو اُس ہسپتال میں لے گئی جہاں دو تین گھنٹے قبل اُس کی ماں کو لے جایا گیا تھا۔ کامنی نے اس کے علاوہ کوئی ہسپتال دیکھا ہوا بھی نہیں تھا اور یہاں کے بہت سے ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹرز پرکاش فیملی کی ملازماؤں تک کو پہچانتی تھیں۔ کامنی، کملا کو سیدھی



ایمرجنسی میں لے گئی۔

اُس کی خوش قسمتی تھی کہ ایمرجنسی میں اُسے لیڈی ڈاکٹر روپا مل گئی۔ وہ اسٹریچر پر پڑی کملا کا چہرہ دیکھ کر اُچھل پڑی۔ کملا کا چہرہ لٹھے کی طرح سفید تھا اور ہونٹ نیلے پڑنے لگے تھے۔

''ارے...... یہ تو انیل صاحب کی بچی ہے نا......؟ کیا ہوا اسے؟'' لیڈی ڈاکٹر روپا اُس کے جسم سے چادر ہٹانے کے لئے لپکی۔ ''ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو کوئی ذکر کر رہا تھا کہ انیل صاحب کی پتنی بھی گائنی وارڈ میں آئی ہوئی ہیں...... بلکہ اب تو شاید وہ لیبر رُوم میں ہوں گی...... اُن کا کیس کرنے کے لئے بھی مجھے ہی جانا ہوگا۔ کیونکہ اس وقت گائنی وارڈ میں کوئی تجربہ کار ڈاکٹر نہیں ہے۔''

کامنی نے ڈاکٹر کو کملا کے جسم سے چادر ہٹانے سے روک دیا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر ایک پارٹیشن کے پیچھے لے گئی۔ اُس نے ڈاکٹر روپا کے پاؤں پکڑ لئے۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اُس نے روپا کو بتا دیا کہ کملا کس مرحلے میں تھی۔ ڈاکٹر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ کامنی ہاتھ جوڑتے ہوئے اور روتے ہوئے بولی۔

''یہ پورے ہنستے بستے گھر کی زندگی کا سوال ہے روپا دیوی۔ آپ کو نہ صرف کملا کی جان بچانی ہے بلکہ اس راز کو راز بھی رکھنا ہے۔ شری انیل جی اور شریمتی دُرگا جی کو بھی کچھ معلوم نہ ہونے پائے۔ احسان تو وہی ہے نا جی کہ جو جتلایا نہ جائے۔''

''مگر یہ کیسے ممکن ہے کامنی؟ یہ زندگی اور موت کا معاملہ ہے، اسے کیسے خفیہ رکھا جاسکتا ہے؟ آپریشن فارم پر دستخط ہوتے ہیں سرپرستوں کے...... اور پھر یہ حالت؟ مجھے تو لڑکی قریب المرگ نظر آ رہی ہے۔'' روپا وحشت سے بولی۔

''ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی دیوی جی۔ لیکن بحث و تکرار میں زیادہ دیر نہ ہو جائے۔'' کامنی ایک بار پھر اُس کے پاؤں پکڑتے ہوئے بولی۔ ''آپریشن فارم پر میں بھی دستخط کر سکتی ہوں۔ میری حیثیت بھی گھر میں بچی کے سرپرست جیسی ہی ہے۔ اور پھر یہ ایمرجنسی ہے، سب کچھ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ راز رکھنا چاہیں تو رکھ سکتی ہیں۔ آپ کہہ سکتی ہیں کہ اپنڈکس پھٹ گیا تھا...... پیٹ میں تکلیف تھی...... کچھ بھی کہہ سکتی ہیں۔ آپ ڈاکٹر ہیں، آپ کو زیادہ پتہ ہوگا......'' پھر وہ آنسو پونچھتے

ہوئے بولی۔ ''دُرگا دیوی بہت اچھی ہیں۔ مجھ پر اُن کے بڑے احسانات ہیں۔ میری بڑی خواہش تھی کہ میں بھی کبھی زندگی میں ان کے کام آؤں۔ اس راز کو راز رکھنا ہی ان کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ میرے پاس اپنا تھوڑا سا زیور گہنا ہے...... وہ میں لاکر آپ کے چرنوں میں رکھ دُوں گی...... اور بھی آپ کی جو خدمت ہوسکی، کروں گی۔ میں کہنے کو نوکرانی ہوں جی..... مگر ایسی گئی گزری نہیں ہوں۔''

''بات روپے پیسے کی نہیں ہے کامنی۔'' ڈاکٹر روپا بدمزگی سے بولی۔ ''مجھے دُرگا دیوی کے کیس کے لئے بھی جانا ہے۔ کسی بھی لمحے بلاوا آنے والا ہے۔ دو الگ الگ وارڈوں میں کیس سنبھالنا...... اور پھر ایک کا معاملہ اتنا نازک...... اگر کسی طرح میں نے سنبھال بھی لیا تو بعد میں کملا کے بچے کا کیا ہوگا؟ اگر وہ بچ گیا تو اُس کا کیا بنے گا؟ پری میچور بچہ ہے۔ وقت سے پہلے کی پیدائش ہے۔ اس کے بچنے کی اُمید نہیں، مگر بچ بھی سکتا ہے۔''

''وہ بعد کا مسئلہ ہے جی...... وہ میری ذمہ داری ہے۔ فی الحال تو آپ لڑکی کی جان بچانے کی فکر کریں۔'' کامنی اُس کے پاؤں نہیں چھوڑ رہی تھی۔

روپا ایک ادھیڑ عمر اور بہت تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر تھی۔ ہسپتالوں میں لیڈی ڈاکٹروں کی ویسے بہت کمی تھی۔ گائنا کالوجی کا شعبہ ایک طرح سے اُسی کے سر پر چل رہا تھا۔ لیکن بہت زیادہ مصروفیت بھی نہیں ہوتی تھی۔ ہندوستان میں زچگی کے معاملوں میں عورتوں کو ہسپتالوں میں لانے کا رواج ابھی کم ہی تھا۔ قدرے اونچے طبقے کے اور کچھ پڑھے لکھے لوگ ہی ہسپتالوں سے استفادہ کرتے تھے۔ پھر بھی روپا کا تجربہ بہت وسیع تھا۔ مگر ایسی کشمکش اور ایسی مشکل صورت حال سے اُس کا کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔ آخر کار اُسے کامنی کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہی بنی۔ وہ کملا کو عام آپریشن تھیٹر میں ہی لے گئی......!



پونا میں سبزہ بہت تھا۔ اس شہر کی خوبصورت نے لاجونتی کو متاثر کیا تھا۔ ٹیکسی میں ریلوے اسٹیشن سے کملا کے گھر کی طرف جاتے وقت اُس کی نظریں شہر کا جائزہ لے رہی تھیں مگر اُس کا ذہن عجیب خواب ناک سے انداز میں ماضی اور مستقبل کے



درمیان ہلکورے لے رہا تھا۔ کبھی ماضی کی کوئی تصویر آنکھوں میں اُبھر آتی تو کبھی مستقبل کا کوئی سوال سر اُٹھائے سامنے آ کھڑا ہوتا۔

وہ برسوں بعد بغیر اطلاع دیئے کملا کے ہاں جا رہی تھی۔ 'کیا وہ اُسے دیکھ کر خوش ہوگی؟' یہ خیال بار بار اُس کے ذہن میں اُبھرتا، لیکن اُس کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اُس کا دل طرح طرح کے اندیشوں سے بری طرح لرز رہا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ کملا بہت امیر ہو چکی تھی۔ بہت مشہور ہو چکی تھی۔ وہ اُس کے ناول پڑھتی تھی، ٹی وی پر اُس کے ڈرامے دیکھتی تھی۔ حال ہی میں ختم ہونے والی ایک سیریل نے تو بڑی دُھوم مچائی تھی جو نیٹ ورک پر چلی تھی اور کئی علاقائی زبانوں میں ڈب کی گئی تھی۔ بعض اخباروں اور رسالوں میں اس نے کملا کے انٹرویو بھی پڑھے تھے۔

انٹرویوز میں اُسے یہ بات بہت عجیب لگی تھی کہ کملا کبھی اپنے خاندانی پس منظر کا ذکر نہیں کرتی تھی۔ اس قسم کے سوال اگر اُس سے کئے بھی جاتے تھے تو گول مول جواب دیتی تھی یا بات ٹال جاتی تھی۔ شاید ایک ایکٹر کی بیٹی کہلانا اُسے پسند نہیں تھا۔ ایکٹر بھی ایسا جو برسوں پہلے مر چکا تھا۔ جو کسی زمانے میں صرف اپنے شہر والوں کے لئے جانا پہچانا تھا اور اب تو وہ بھی اُسے بھول چکے تھے۔

لاجونتی کو قطعاً اندازہ نہیں تھا کہ اُس کی بڑی بہن اُس کے ساتھ کس طرح پیش آئے گی۔ کچھ بے عنوان سے اندیشوں سے اُس کا دل دھڑک رہا تھا۔ کملا جب سے گھر سے گئی تھی، اُس نے پلٹ کر کسی کی خبر نہیں لی تھی، کسی کو نہیں پوچھا تھا۔ لاجونتی کے بیسیوں خطوں میں سے اُس نے صرف ایک آدھ کا جواب دیا تھا، وہ بھی نہایت مختصر اور تشنہ۔ حتیٰ کہ ماں کے مرنے پر بھی وہ نہیں آئی تھی۔ بعد میں اُس نے لکھا تھا کہ اُسے بروقت ماں کے مرنے کی اطلاع ہی نہیں مل سکی تھی کیونکہ وہ کچھ لوگوں سے انٹرویوز کرنے ایک گاؤں میں گئی ہوئی تھی، بہت دن بعد واپس آئی تھی۔

کلکتہ میں اُن کے خاندان کے جو دو چار جاننے والے رہ گئے تھے وہ بھی یہی کہتے تھے کہ کملا ایک کٹھور لڑکی تھی۔ اس کے باوجود لاجونتی اُس کے پاس چلی آئی تھی۔ کیونکہ اُس کے سامنے اور کوئی راستہ نہیں رہا تھا، جانے کے لئے کوئی جگہ ہی

نہیں رہی تھی۔

لاجونتی خود بہت حسین تھی۔ مگر زندگی اس کے لئے کچھ زیادہ حسین نہیں رہی تھی۔ اچھے دن اگر اُس نے دیکھے بھی تھے تو چھوٹی عمر میں، جس کے نقوش اب ذہن میں دُھندلا چکے تھے۔ وہ دن اُسے اچھی طرح یاد تھا جب ایک روز گھر میں شور بلند ہوا کہ اُس کا باپ بیڈ رُوم میں مُردہ پڑا تھا۔ اس وقت اُسے برین کینسر کا مطلب نہیں معلوم تھا۔ لیکن اُس نے سنا تھا کہ اس کے باپ کو برین کینسر تھا اور رات کو کسی وقت خاموشی سے مر گیا تھا۔

بعد میں کچھ لوگوں سے اُس نے یہ بھی سنا تھا کہ اُس کے باپ کے دل پر بوجھ تھا۔ تھیٹر تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ اُسے کام ملنا تو بہت ہی کم ہو گیا تھا۔ اُنہیں اپنا رہن سہن، طور طریقے بدلنے پڑے تھے۔ اس کے بعد مالی مشکلات کا سامنا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد مشکلات اور بھی بڑھ گئیں۔ مکان بھی بک گیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں کملا اود لاجونتی کی ماں نے دوسری شادی کر لی۔

کہنا اُس کا یہی تھا کہ وہ دو بچیوں کے ساتھ تنہا زندگی کی ذمہ داریاں نہیں اُٹھا سکتی۔ لاجونتی کا سوتیلا باپ ایک انجینئر تھا اور انیل پرکاش کی زندگی ہی میں اس کا گھر میں آنا جانا تھا۔ وہ پہلے سے شادی شدہ تھا۔ اُس نے دُرگا کو کرائے پر الگ گھر لے دیا تھا۔ لیکن اکثر اوقات اُس کی پہلی بیوی اُس کی عدم موجودگی میں اپنے بچوں سمیت اس گھر میں بھی آ دھمکتی اور دُرگا، لاجونتی اور کملا تینوں کو ہی برا بھلا کہتی۔ کملا اس وقت بائیس تیئس سال کی ایک لمبی تڑنگی لڑکی تھی۔ وہی اس عورت کو گردن سے پکڑ کر گھر سے نکالتی لیکن بعد میں وہ اپنی ماں سے بھی خوب لڑتی۔ خوب گرجتی برستی۔ لاجونتی ایسے موقعوں پر خوفزدہ سی ہو کر کسی کمرے میں دبک جاتی۔

انجینئر صاحب کے رویئے میں بھی تھوڑے ہی عرصے بعد بے التفاتی آ گئی۔ شاید دوسری شادی کا شوق پورا ہو گیا تھا۔ لاجونتی چھوٹی ہونے کے باوجود محسوس کرتی کہ اُس کا سوتیلا باپ اُس کی ماں کی اب کچھ زیادہ عزت نہیں کرتا تھا، جبکہ پہلے وہ اُس کے قدموں میں بچھا جاتا تھا۔

یہی وہ حالات تھے جن کے دوران ایک روز کملا نے اچانک اپنا سوٹ کیس اُٹھایا



اور اعلان کر دیا کہ وہ اپنا مستقبل، اپنی زندگی بنانے کے لئے ممبئی جا رہی ہے۔ اُس کی ماں بہت روئی پیٹی، بہت سمجھایا کہ نوجوان، خوبصورت اور تنہا لڑکی کا ممبئی جیسے شہر میں رہنا کسی بھی طرح مناسب نہیں۔ مگر اُس نے ماں کی ایک نہ سنی اور گھر چھوڑ کر چلی گئی، پھر پلٹ کر نہیں آئی۔ لاجونتی اس دوران سنتی رہی کہ اُس کی بڑی بہن نے ممبئی میں کسی اخبار میں نوکری کر لی تھی۔ رپورٹر بن گئی تھی وہ۔ بڑے بڑے لوگوں سے ملتی تھی۔ بڑے دھڑلے کی لڑکی تھی۔ لوگ اُس سے ڈرتے تھے۔ ممبئی جیسے شہر میں اُس نے اپنی جگہ بنا لی تھی۔

پھر اُس نے ایک ضخیم ناول لکھا۔ ''کم سن ماں'' اس ناول نے پڑھنے والوں میں تہلکہ مچا دیا۔ اس کے کئی ایڈیشن چھپے، کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ کچھ نقادوں نے اُسے فحش نگار قرار دیا اور کچھ نے اُسے سچائیوں کی علمبردار کا خطاب دیا۔

لاجونتی بڑی ہوتی رہی اور اپنی بڑی بہن کی ترقی کی کہانیاں سنتی رہی۔ وہ اُس کی ترقی پر رشک کرتی تھی۔ مگر اس وقت یہ ترقی اُسے بہت زہریلی لگی جب کملا ماں کے مرنے پر بھی نہیں آئی۔ ایسی بھی کیا ترقی کہ انسان ماں اور بہن کو اس طرح بھول جائے۔

ماں کی موت کے تقریباً ایک سال بعد ہی لاجونتی کے سوتیلے باپ کا بھی کار کے حادثے میں انتقال ہو گیا۔ لاجونتی نے بہت چاہا کہ وہ جا کر اپنے سوتیلے بھائی بہنوں کے ساتھ رہ لے مگر اُنہوں نے دھکے دے کر اُسے نکال دیا۔ یہی غنیمت تھا کہ اس وقت وہ بی۔اے کر چکی تھی اور کالج سے اُسے ڈگری مل چکی تھی۔ اُسے اُمید تھی کہ زندگی کے خارزار میں وہ کچھ نہ کچھ ہاتھ پاؤں مار لے گی۔ مگر اُسے تھوڑا سا سہارا، تھوڑی سی رہنمائی چاہئے تھی۔ دنیا میں اُس کا کون تھا جو بے غرضی سے اُسے سہارا دیتا، اُس کی رہنمائی کرتا؟ کملا کے سوا کسی کا نام اُس کے ذہن میں نہ آ سکا۔ وہ جیسی بھی تھی، بہرحال اُس کی بڑی بہن تھی۔ وہ لاکھ کٹھور سہی، لاتعلق سہی۔ آخر تھی تو اُس کی بڑی بہن۔ ایسے حالات میں وہ اُس کے پاس نہ جاتی تو کہاں جاتی۔

کملا کا تازہ ترین ایڈریس اُس کے پاس تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ کملا کے سارے کام اب ممبئی میں پھیلے رہتے ہیں۔ لیکن اپنا اصل گھر اُس نے ممبئی کے قریبی شہر پونا

میں خریدا ہے۔ ممبئی میں اُس نے کرائے پر اپارٹمنٹ لے رکھا ہے۔ عملی طور پر وہ دو شہروں میں رہتی تھی۔ بھاگ دوڑ، معاہدے اور سودے بازیاں کرنی ہوتی تھیں تو وہ ممبئی آ جاتی تھی۔ جن دنوں وہ تحریری اور تخلیقی کام کر رہی ہوتی تھی، ان دنوں پونا میں رہتی تھی۔ ایک انٹرویو میں اُس نے یہ بھی کہا تھا کہ جتنا بڑا مکان اس کے پاس پونا میں تھا اتنا بڑا مکان وہ ممبئی میں افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔ اور بڑے مکان میں رہنا اُس کی کمزوری تھی۔ جہاں سکون اور خاموشی ہو، جہاں کوئی آسانی سے آپ کی پرائیویسی میں مخل نہ ہو سکے۔ لاجونتی اپنے مختصر سے سامان کا بیگ اُٹھائے آج اسی مکان کی طرف محوِ سفر تھی۔

تھوڑا سا بھٹکنے اور ایک دو جگہ معلوم کرنے کے بعد بالآخر لاجونتی کو مکان مل ہی گیا۔ اُس نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ کال بیل بجائی۔ اندر کہیں جلترنگ کی سی آواز میں بیل بجی۔ جواب میں گیٹ چھریرے سے جسم کے ایک خوش شکل شخص نے کھولا۔ وہ ڈھیلی ڈھالی اوپن شرٹ اور اُڑے اُڑے سے رنگ کی جینز میں تھا۔ اُس کے بھورے بال بری طرح منتشر تھے اور گریبان کھلا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں پینٹنگ کا برش تھا۔ اُس نے بڑی دلچسپی آمیز نظروں سے لاجونتی کا سرتاپا جائزہ لیا۔

”کملا دیدی سے کہیے اُن کی چھوٹی بہن آئی ہے۔“ لاجونتی نے بڑے مان سے کہا۔

”چھوٹی بہن......؟“ اجنبی نے عجیب سی نظروں سے ایک بار پھر اُس کا سرتاپا جائزہ لیا۔

”ہاں، چھوٹی بہن۔“ لاجونتی نے زور دے کر کہا۔

”آیئے......“ اجنبی نے اُس کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ لیکن وہ اُسے ڈرائیو وے میں ہی رُکنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ”آپ یہاں ٹھہریئے، میں کملا کو اطلاع دیتا ہوں۔ اس گھر میں کوئی نوکر نہیں ہے۔“

لاجونتی اثبات میں گردن ہلا کر رہ گئی۔

وہ اُسے وہیں کھڑا چھوڑ کر اندر چلا گیا۔ لاجونتی کو یہ بات کچھ اچھی نہیں لگی کہ اس شخص نے ڈرائنگ رُوم میں بھی اُسے نہیں بٹھایا تھا۔ لاجونتی ناگواری کو ذہن سے



جھٹکنے کی خاطر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ لان پر ایزل لگا ہوا تھا اور مصوری کا دوسرا سامان بکھرا پڑا تھا۔ جس وقت لاجونتی نے بیل دی، وہ شخص غالباً مصوری ہی میں مصروف تھا۔

”لیکن وہ ہے کون؟“ لاجونتی نے سوچا اور پھر خود ہی اپنے آپ کو اس سوال کا جواب دے دیا۔ ظاہر ہے وہ کملا کے شوہر کے علاوہ کون ہو سکتا تھا...... تو گویا کملا نے شادی بھی کر لی تھی۔ مگر اس کی اطلاع بھی نہیں دی تھی۔ پھر یہ سوچ کر لاجونتی نے اپنے آپ کو تسلی دے لی کہ اُس نے اور کون سی بات کی کبھی اطلاع دی تھی جو وہ شادی کی اطلاع دیتی؟ بہرحال یہ خوشی کی بات تھی کہ اُس نے اپنا گھر تو بسا لیا تھا۔

’خیر...... یہ اچھی بات ہے کہ جیجا جی مصور ہیں۔ دیدی نے آدمی تو ہم ذوق ہی تلاش کیا تھا۔ شکل بھی اچھی ہے۔‘ لاجونتی دل ہی دل میں اپنے آپ سے باتیں کر رہی تھی۔

دفعتہً ہی اُس نے چونک کر گردن موڑ کر دیکھا۔ سامنے برآمدے میں کملا کھڑی تھی۔ اتنے برسوں میں وہ بہت بدل گئی تھی۔ چہرہ کچھ چوڑا چوڑا اور جسم فربہی مائل ہو گیا تھا۔ وہ ساٹن کی سرخ بھڑکیلی اور مختصر سی شرٹ اور کاڈرائے کی پتلون میں تھی۔ تراشیدہ بال اُس کے کندھوں پر لہرا رہے تھے۔ عمر کے ساتھ اُس میں بڑی پختگی آ گئی تھی۔ وہ ایک بارُعب طنطنے والی عورت معلوم ہو رہی تھی۔

تبدیلیاں شاید اُس میں صرف ظاہری طور پر ہی نہیں، باطنی طور پر بھی آئی تھیں اور ان تبدیلیوں نے لاجونتی کو خوفزدہ سا کر دیا۔ اُس کا خیال تھا کہ اُس کی بہن کٹھور سہی مگر اتنے برسوں بعد اُسے دیکھے گی تو دوڑ کر آن لپٹے گی۔ اُسے چومے گی، احوال پوچھے گی۔ مگر کملا تو کسی مجسّمے کی طرح ساکت کھڑی سرد نگاہوں سے اُسے گھورے جا رہی تھی۔

پھر اُس کی سپاٹ اور سفاک آواز لاجونتی کے کانوں کو چھیدتی ہوئی گزری۔

”کون ہو تم......؟“

ایک لمحے کے لئے تو لاجونتی اپنی جگہ سن سی ہو کر رہ گئی۔ اُس کی سمجھ میں نہ آیا کہ سوال اُس نے صحیح سنا ہے یا غلط؟ اور اگر صحیح سنا ہے تو اس کا جواب کیا ہو سکتا ہے؟

پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔ ''آپ کا قصور نہیں دیدی۔ میں کافی چھوٹی تھی نا جب آپ گھر سے آئی تھیں۔ شاید آپ مجھے اتنی بڑی دیکھ کر حیران ہو رہی ہیں...... میں آپ کی چھوٹی بہن لاجونتی ہوں۔'' اُس نے ہنسنے کی کوشش کی مگر ہنسی ایک کراہ کی طرح اُس کے ہونٹوں پر دم توڑ گئی۔

''میری کوئی بہن نہیں ہے...... میں کسی لاجونتی کو نہیں جانتی۔'' کملا کی آواز اُس کی سماعت پر برچھیاں چلانے لگی۔ ''تم میرے گھر میں گھس کر مجھ سے فراڈ کرنے کی کوشش مت کرو۔ فوراً یہاں سے چلی جاؤ، ورنہ میں پولیس بلا لوں گی۔''

لاجونتی کو اندیشے ضرور لاحق رہے تھے لیکن ایسے استقبال کا اُسے گمان بھی نہیں تھا۔ کملا کے صرف الفاظ ہی بے رحم نہیں تھے، اُس کی آنکھیں، اُس کا چہرہ بھی غصے اور برہمی سے سلگ رہا تھا۔

لاجونتی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ ''تمہیں عزت، شہرت، دولت اور یہ بڑا مکان مبارک ہو دیدی۔ شاید تم ڈر گئی ہو کہ میں تم سے کچھ مانگنے آئی ہوں۔ ڈرو مت دیدی، میں تو صرف دو میٹھے بول مانگنے تمہارے پاس آئی تھی۔ اب وہ بھی نہیں مانگوں گی۔ پرماتما تمہیں خوش رکھیں۔'' آنسو اُس کے صبیح رخساروں پر ڈھلک آئے۔ وہ جلدی سے اپنا بیگ اُٹھانے کے لئے جھک گئی۔

پختہ روش سے اپنا بیگ اُٹھا کر وہ مڑنے بھی نہیں پائی تھی کہ اُس کا آرٹسٹ بہنوئی دوڑ کر اُس کے پاس پہنچا۔ وہ قدرے مضطرب اور مخلصانہ لہجے میں انگریزی میں بولا۔ ''دیکھو...... خدا کے لئے تم جانا نہیں...... میں ابھی کملا کو سمجھاتا ہوں۔ یہ یونہی، کبھی کبھی غیر متوقع طور پر بھڑک اُٹھتی ہے۔ لیکن میں اسے سمجھانے اور راہ راست پر لانے کا گر جانتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس کی بہن ہو۔ دو ایک مرتبہ میں اس کے منہ سے تمہارا ذکر سن چکا ہوں۔ پلیز...... تم جانا نہیں۔''

مزاج کے اعتبار سے وہ کملا سے بہت ہی مختلف معلوم ہوتا تھا۔ اُس کے لہجے میں خلوص کی وہ مٹھاس تھی جس کے لئے لاجونتی ایک مدت سے ترس رہی تھی۔ اُس کا لہجہ ہی لاجونتی کے پیروں کی زنجیر بن گیا۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا، اُس کی بہن غصے سے پاؤں پٹختی اندر جا رہی تھی۔ اُس نے دروازہ یوں کھولا کہ اگر وہ کوئی عام اور



معمولی دروازہ ہوتا تو شاید اُکھڑ کر اُس کے اُوپر آ گرتا۔ اُس کے اندر جاتے ہی دروازہ ایک دھماکے سے بند ہو گیا۔ لیکن آرٹسٹ دوسرے دروازے سے اندر چلا گیا۔ چند لمحوں کے لئے گہرا سکوت چھا گیا۔

لاجونتی گومگو کے عالم میں ڈرائیو وے میں کھڑی سوچ رہی تھی کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ ایک بار پھر وہ جانے کا فیصلہ کر کے مڑنے ہی لگی تھی کہ اُس کا بہنوئی برآمدے میں نمودار ہوا اور وہیں سے زور زور سے ہاتھ ہلا ہلا کر اُسے بلانے لگا۔ وہ نیم دلی کے ساتھ اُس کے قریب پہنچی تو وہ دبی دبی آواز میں ایک بار پھر معذرت خواہانہ لہجے میں بولا۔

''تم اُس کے رویئے کا بالکل برا مت ماننا۔ اندر چلو...... وہ اب بھی تھوڑی سی گرما گرمی دکھائے گی۔ لیکن تم بالکل مت گھبرانا، غصہ تھوڑی دیر میں جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گا۔ اُس کا غصہ اُتر جانے کے آثار پیدا ہو چکے ہیں۔ یعنی وہ رونے لگی ہے۔ یہ اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ غیظ وغضب کی آگ بجھنے والی ہے۔ کیونکہ اس پر آنسوؤں کی برسات شروع ہو چکی ہے۔''

لاجونتی افسردگی سے اُس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ ''ویسے برا نہ منائیے گا جیجا جی، لگتا یہی ہے کہ بہت سے ماڈرن شوہروں کی طرح آپ بھی پتنی سے ڈرتے بہت ہیں۔''

''جیجا جی......؟ پتنی......؟'' اُس نے حیرت سے لاجونتی کی طرف دیکھا۔ پھر گویا سنبھلتے ہوئے بولا۔ ''اوہ...... تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں کملا کا شوہر نہیں دوست ہوں۔ اُس کی بہت سی مہربانیاں ہیں مجھ پر۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُس نے مجھے ساتھ رکھا ہوا ہے۔ میرا نام آنند ورما ہے اور میں ماڈرن آرٹ کی دنیا میں اپنا مقام بنانے کی جدوجہد کر رہا ہوں۔''

''اچھا......'' لاجونتی نے گہری سانس لی۔ ''میں تو بھول ہی گئی تھی کہ ہندوستان اب بہت ماڈرن ہو چکا ہے۔ بہت ترقی کر چکا ہے۔''

آنند ورما نے اُس کے چبھتے ہوئے لہجے پر کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کیا۔

اس دوران وہ ہال کے راستے چکر کاٹ کر اندر کی طرف سے ڈرائنگ روم میں

داخل ہو چکے تھے۔ لاجونتی نے دیکھا کہ کملا ایک صوفے پر ہاتھوں میں منہ چھپائے ہولے ہولے سسکیاں لے رہی تھی۔ لاجونتی کو اپنی بہن بالکل اجنبی لگ رہی تھی۔ اُس کا مزاج لاجونتی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ آنند ورما نے اُسے ٹھوکا دیا کہ وہ آگے بڑھ کر اپنی بہن سے کچھ بات کرے۔ لیکن لاجونتی کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کرے، کیا کہے؟ بے بسی کے عالم میں وہ صرف اتنا کہہ سکی۔

''مت رو، دیدی......''

کملا نے چہرے سے ہاتھ ہٹا لئے۔ اُس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا اور آنکھیں سرخ تھیں۔ وہ ڈرامائی انداز میں لاجونتی کے چہرے کی طرف اُنگلی اُٹھاتے ہوئے بولی۔ ''میں تو رونا بھول چکی تھی۔ رونا تو مجھے تمہاری شکل دیکھ کر آیا ہے۔ میں نے تو پتا جی کی موت پر بھی اپنے آنسو روک لئے تھے۔ حالانکہ اس پوری دنیا میں...... اس پورے سنسار میں...... اتنا پیار مجھے کسی سے نہیں تھا۔ کسی کو اندازہ نہیں ہوسکتا کہ میں پتا جی کو کتنا چاہتی تھی......''

لاجونتی کے ذہن میں باپ کا تصور محض ایک دُھندلی پرچھائیں کی طرح باقی تھا اور یہ سوچ کر اُس کی اُلجھن مزید بڑھ رہی تھی کہ اگر کملا کو پتا جی سے واقعی اتنا پیار تھا تو اس میں اتنا تلخ ہونے کی کیا بات تھی؟ بہن کو پہچاننے سے انکار کر دینے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

کملا کا لہجہ مزید ڈرامائی انداز میں دھیما اور خوابناک ہوگیا۔ ''پتا جی ہی میری کل زندگی تھے، وہی میرے لئے سب کچھ تھے۔ میرا آئیڈیل تھے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں بس دنیا میں صرف اُن کے لئے زندہ رہوں اور ہمیشہ اُنہیں خوش دیکھوں۔''

اپنے پتا جی کی زندگی کے جو بھی دُھندلے دُھندلے نقوش لاجونتی کے بچپن کی یادوں میں محفوظ تھے ان کے مطابق تو اُسے پاپا ہمیشہ خوش ہی نظر آئے تھے۔ اُنہوں نے بڑی کامران زندگی گزاری تھی۔ اُس کے خیال میں پاپا کی زندگی آخری وقت تک خوشیوں، کامیابیوں اور کامرانیوں سے معمور رہی تھی۔ لیکن کملا کے ذہن میں نہ جانے کیوں زہر بھرا ہوا تھا؟ پھر جیسے دھیرے دھیرے اُس کے سامنے کملا کے ذہن کی گرہیں کھلنی شروع ہوئیں۔



وہ بیٹھی بیٹھی سی آواز میں کہہ رہی تھی۔

''لیکن مما کو اُن کی خوشی سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ تو بس اُنہیں مٹھی میں رکھنا چاہتی تھیں۔ اُن کا بس چلتا تو پتا جی کو مکھی بنا کر دیوار سے چپکا دیتیں...... اور اُنہوں نے اس میں کوئی خاص کسر بھی نہیں چھوڑی تھی۔ کسی جادوگرنی سے کم نہیں تھیں وہ۔ اُنہوں نے پتا جی کو کہیں ہلنے ہی نہیں دیا۔ اگر میری طرح وہ بھی ممبئی آ گئے ہوتے تو آج شاید زندہ بھی ہوتے اور نہ جانے کتنے بڑے آدمی ہوتے۔ کتنے بڑے ایکٹر ہوتے۔ کتنا نام ہوتا اُن کا اور اتنے بڑے آدمی کی بیٹی ہونے کے ناتے میں بھی آج نہ جانے اور کتنی بلندی پر ہوتی۔''

اُس نے ان گنت پچھتاووں کی دُھند میں لپٹی ہوئی سسکی سی لی اور مٹھیاں بھینچ کر بولی۔ ''کسی زمانے میں وہ ممبئی آنے کے خواب دیکھا کرتے تھے...... اُنہیں بڑی خواہش تھی ممبئی آنے کی۔ لیکن جب وقت آیا...... جب ممبئی کی فلمی دنیا کے بادشاہ اُنہیں بلانے کے لئے مرے جا رہے تھے تو اُس عورت نے اُنہیں آنے نہ دیا۔ اس لئے کہ اُسے صرف اپنی خوشیاں ہی عزیز تھیں...... اور وہ کلکتہ میں زیادہ خوش تھی۔ پتی تو بس اُس کے لئے ایک پالتو جانور کی طرح تھا۔''

کملا کا لہجہ لاجونتی کو خوفزدہ کر رہا تھا۔ اُس کا ذہن یقیناً اپنی عمر سے بہت آگے تھا۔ کوئی تعجب نہیں تھا کہ اُس نے نوجوانی میں ''کم سن ماں'' جیسا ناول لکھا تھا، جس نے بڑے بڑے ادبی اور سماجی جغادریوں کو دم بخود کر دیا تھا۔ لیکن اس وقت وہ جو کچھ کہہ رہی تھی، لاجونتی اس پر یقین کرنا نہیں چاہتی تھی۔

وہ ارادتاً تیز لہجے میں بولی۔ ''ایسی بے وقوفی کی باتیں مت کرو دیدی۔ تم تو اس طرح پتا جی کا ذکر کر رہی ہو جیسے وہ کوئی دودھ پیتے بچے تھے۔ ٹھیک ہے اُنہوں نے دولت نہیں چھوڑی، بہت بڑا نام نہیں چھوڑا لیکن زندگی اُنہوں نے بڑی آن بان اور ٹھاٹھ باٹھ سے گزاری۔ کیا اُس کی زندگی میں ہمیں کوئی تکلیف ہوئی؟''

کملا، لاجونتی کو بولتا دیکھتی رہی، عجیب سی نظروں سے۔ اُس کے ہونٹوں کے کونے کھنچے ہوئے تھے جیسے وہ لاجونتی کی ناسمجھی، بے عقلی اور طفلانہ باتوں پر زہریلی سی ہنسی ہنس رہی ہو۔

"باقی رہا یہ سوال کہ اُنہوں نے مستقبل کے لئے بڑے بڑے قلعے کیوں نہیں بنائے......" لاجونتی ایک لمحے کے توقف کے بعد بولی۔ "تو جہاں تک میں سمجھ سکی ہوں...... میرا خیال ہے پرانے زمانے کے ایکٹر ایسے ہی ہوا کرتے تھے۔ وہ زندگی کو انجوائے کرتے تھے۔ مستقبل کی فکر میں زیادہ نہیں گھُلتے تھے۔ اپنا اپنا فلسفہ حیات ہوتا ہے۔ زمانے کے ساتھ ساتھ زندگی کے فلسفے بدلتے جاتے ہیں...... اور پھر ہر شخص اپنی ایک علیحدہ فطرت لے کر آتا ہے۔ پتا جی اگر ممبئی نہیں آئے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مما نے اُنہیں قیدی بنا کر رکھا ہوا تھا۔ ٹھیک ہے، مما کوئی بہت مثالی عورت نہیں تھیں لیکن ہمارے حق میں تو بری نہیں تھیں۔ کم از کم اتنا تو اُن کا ادھیکار بنتا تھا کہ تم اُن کی ارتھی پر ہی دو آنسو بہانے آ جاتیں۔ تم نے تو دو سطر کا خط لکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ ایسی ہوتی ہیں بیٹیاں؟"

لاجونتی کو اب اپنے آپ پر اختیار نہیں رہا تھا۔ اُس کی آواز غیر ارادی طور پر بلند ہوتی جا رہی تھی۔ آنند ورما گویا دونوں بہنوں کو دل کا بخار نکالنے کا موقع دینے کے لئے کمرے سے رخصت ہو چکا تھا۔

لاجونتی مرتعش لہجے میں بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "معاف کرنا...... تم تو مما کا ذکر اس طرح کرتی ہو جیسے کسی وجہ سے اُن سے تمہاری رقابت چلی آ رہی ہو۔ ماں بیٹی کا رشتہ ایسا نہیں ہوتا۔ جس انداز سے تم نے پتا جی کی محبت اور مما سے نفرت ذہن میں بٹھائی ہوئی ہے، مجھے تو یہ ذہنی صحت مندی کی نشانی نہیں لگتی۔"

کملا کو گویا اس نرم و نازک، چنبیلی کے پھول جیسی لڑکی سے اتنی باتیں سننے کی توقع نہیں تھی۔ غصے سے اُس کا چہرہ پہلے سرخ، پھر دھیرے دھیرے سفید ہوتا چلا گیا۔ مٹھیاں پہلے سے زیادہ سختی سے بھنچ گئیں۔ وہ جب بولی تو اُس کی آواز سانپ کی پھنکار سے مشابہ تھی۔

"تمہیں...... تمہیں تو پتا جی کے بارے میں بات کرنے کی جرأت ہی نہیں کرنی چاہئے۔ تم بھلا پتا جی کے بارے میں کیا جانتی ہو؟ تم اُس وقت پانچ سال کی تھیں جب وہ سورگباش ہوئے...... بلکہ یوں کہو جب وہ اس عورت کے ہاتھوں قتل ہوئے جسے وہ دنیا میں سب سے زیادہ چاہتے تھے......"



"کیا مطلب ہے تمہارا؟" لاجونتی نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُس کی طرف دیکھا۔ "تم کہنا چاہتی ہو کہ مما نے پتا جی کو قتل کیا تھا؟ کیا بکواس ہے یہ؟ مما میں تو کسی چڑیا کے بچے کو بھی ہلاک کرنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ قتل...... اور وہ بھی پتا جی کا؟ تم سمجھتی ہو کہ صرف پتا جی کو ہی اُن سے پیار تھا؟ نہیں...... وہ خود بھی تو پتا جی سے اتنا ہی پیار کرتی تھیں۔ اُن کے مرنے کے بعد مما اکثر اُن کی باتیں کیا کرتی تھیں کہ وہ کتنے اچھے فنکار تھے۔ ہم سب سے کتنی محبت کرتے تھے۔"

اُس کی باتوں سے کملا کو گویا سخت اذیت پہنچی۔ اُس کا چہرہ بگڑتا جا رہا تھا لیکن وہ گویا اپنے غصے کو کسی حد تک قابو میں رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے متاسفانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "تمہیں کچھ بھی نہیں معلوم...... کچھ بھی نہیں معلوم...... تمہیں معلوم ہو بھی کیسے سکتا تھا؟ ظاہر ہے مما نے تمہیں حقیقت نہیں بتائی ہو گی۔ تمہارے ذہن میں تو شاید وہی برین کینسر والی کہانی محفوظ ہو گی۔ کیا تم حقیقت جاننا چاہتی ہو؟ کیا تم حقیقت کو برداشت کر سکتی ہو؟ تمہیں معلوم ہے کہ ہمارا گھرانہ جو بظاہر بڑا خوش و خرم اور مثالی نظر آتا تھا اس کے باطن میں کیسی غلیظ سچائیاں کلبلا رہی تھیں؟ سننا چاہتی ہو......؟"

"وہ صرف تمہارا نکتۂ نظر ہو گا۔ اور کسی کا نکتۂ نظر سننے میں کوئی ہرج نہیں۔" لاجونتی اس بار قدرے پُرسکون لہجے میں بولی۔

"چلو، اسے میرا نکتۂ نظر ہی کہہ لو۔ اس لئے کہ تم اس وقت کوئی نکتۂ نظر قائم کرنے کے قابل بھی نہیں تھیں۔ مما اور پتا جی دونوں اس دنیا میں نہیں ہیں کہ کسی بات کی تصدیق یا تردید کر سکیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اس بات سے فائدہ اُٹھانے کے لئے آزاد ہوں اور جو میرا دل چاہے گا کہتی جاؤں گی۔ جھوٹ بولنے میں میرا کوئی مفاد نہیں ہے۔ اپنے ماں باپ کے بارے میں کوئی بھی برا سوچنا نہیں چاہتا۔ لیکن میرا قصور یہ ہے کہ میں اُس وقت سمجھدار تھی...... بلکہ زیادہ ہی سمجھدار تھی۔ میں نے اُس وقت سے آج تک ہر لمحے کڑوی حقیقتوں کا زہر پیا ہے۔ میں اس المیے کی یاد سینے سے لگائے جی رہی ہوں۔"

"کون سا المیہ دیدی؟ پہیلیاں مت بجھواؤ۔ سیدھی اور صاف بات کرو۔"

میں سیدھی اور صاف باتیں سننے کی عادی ہوں۔'' لاجونتی بولی۔

''پتا جی کی خودکشی کا المیہ۔ اُنہوں نے آتم ہتیا کی تھی۔ اُن کی موت قدرتی نہیں تھی۔'' کملا سسکی سی لے کر بولی۔

''کیا......؟ نن......نہیں......'' لاجونتی کے حلق سے سرسراتی ہوئی سی آواز نکلی۔ وہ اب تک کھڑی تھی۔ لیکن اب گویا اُس کی ٹانگوں میں جان نہ رہی ہو۔ وہ صوفے کے ایک سرے پر آہستگی سے بیٹھ گئی۔

''ہاں......'' کملا اُس کی طرف دیکھے بغیر کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔ ''تمہیں یاد ہے، ہمارے گھر کی چھت میں لوہے کے کتنے موٹے موٹے گرڈر لگے ہوئے تھے......؟ سیاہ رنگ کی لوہے کی بیمیں سی ہوتی تھیں نا؟ بجلی کے پنکھے لگانے کے لئے اُن میں لوہے کے بڑے بڑے کنڈے بھی ہوتے تھے...... مضبوط قسم کے بڑے بڑے ہُک...... اُنہی میں سے ایک ہُک میں رسّی لٹکا کر پتا جی نے اپنے گلے میں پھندا ڈال لیا تھا......''

اُس کی آواز گویا گلے میں پھنسنے لگی تھی۔ لاجونتی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ کملا مدھم لہجے میں خود کلامی کے سے انداز میں گویا ہوئی۔ ''ہمارے گھر کی چھتیں کتنی اُونچی اُونچی تھیں۔ لوہے کے جن ہُکوں میں پنکھے لگے ہوئے نہیں تھے، میں اُنہیں بچپن میں بڑی حسرت سے دیکھا کرتی تھی کہ کاش میں ان میں جھولا ڈال کر جھول سکوں۔ لیکن پتا جی کی موت کے بعد مجھے لوہے کے ان ہُکوں سے بہت خوف آنے لگا تھا۔ اس قسم کی اذیتوں سے تمہیں نہیں گزرنا پڑا...... تمہیں یہ بھی نہیں جاننا پڑا کہ آخر پتا جی نے ایسا کیوں کیا؟''

لاجونتی خاموش رہی۔ کملا کے لفظوں نے دھیرے دھیرے اُس کے ذہن میں پنجے گاڑنے شروع کر دیئے تھے۔ کوئی بعید نہیں تھا کہ وہ اب تک خوش فہمیوں کی دنیا میں رہتی آئی ہو۔

اُسے خاموش پا کر کملا گویا خود ہی اپنے سوال کا جواب دیتے ہوئے بولی۔

''اس لئے کہ مما نے اُن سے بے وفائی کی تھی۔ شنکر ملہوترہ...... وہی انجینئر جو ہمارے گھر آتا جاتا تھا...... جو بعد میں ہمارا سوتیلا باپ بنا...... اُس تھرڈ کلاس آدمی



کی خاطر مما نے پتا جی کی زندگی میں ہی اُن سے بے وفائی شروع کر دی تھی۔ مجھے تو یہ سوچ سوچ کر بھی غصہ آتا ہے کہ مما کا دل بھی آیا تو کیسے گھٹیا اور عام سے آدمی پر جو پتا جی کے پیروں کی خاک بھی نہیں تھا۔ مما اُس وقت اچھی خاصی پکی عمر کی تھیں جس وقت یہ قصہ شروع ہوا تھا۔ مگر وہ ہمیشہ اپنی عمر سے کہیں کم دکھائی دیتی رہی تھیں۔ اس عمر میں بھی اُن میں بلا کی کشش تھی۔ وہ کسی اُونچے اور نفیس آدمی کی طرف بھی نظر بھر کر دیکھتیں تو وہ کچے دھاگے سے بندھا چلا آتا۔ مگر وہ مہربان بھی ہوئیں تو ایک گنجے انجینئر پر، جس کے گھر میں پہلے ہی ایک جاہل بیوی اور کئی بچے موجود تھے۔ پتا جی اپنی یہ توہین برداشت نہیں کر سکے۔ اُنہیں گلے میں پھندا ضرور ڈالنا پڑا مگر یوں سمجھو کہ درحقیقت وہ شرم سے مر گئے۔''

کمرے میں گہرا سکوت چھا گیا۔ لیکن لاجونتی کے ذہن میں ابھی تک لفظوں کی دھمک باقی تھی۔ اُس کے پتا جی کی لاش سب سے پہلے اُس کی مما نے ہی دیکھی تھی۔ اُنہوں نے ہی پتا جی کی آخری رسوم میں بڑی عجلت دکھائی تھی۔ پھر اُنہوں نے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرنے دیا تھا کہ شنکر ملہوترہ سے شادی کر لی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ بعد میں وہ اپنے پہلے شوہر کا تذکرہ محبت سے کرتی تھیں لیکن اس کے ساتھ ہی اُن کے چہرے پر ایک عجیب سا اضطراب اُبھر آتا تھا۔ وہ کچھ بے کل سی ہو جاتی تھیں اور جلد از جلد اس تذکرے کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہتی تھیں۔

''زندگی تو بہرحال کسی نہ کسی طرح گزارنی ہی ہوتی ہے...... یادوں میں اُلجھ کر دُکھ کے سوا کیا ملتا ہے؟''

لاجونتی کے خیال میں یہ بات بھی کچھ زیادہ غلط نہیں تھی کہ وہ اپنے باپ کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتی تھی۔ کملا کی سبھی باتیں درست ہو سکتی تھیں۔ لاجونتی اب اپنے آپ کو اندر ہی اندر قائل کرنے پر اُتر آئی تھی۔ 'آخر جن لوگوں کے ساتھ اس قسم کے واقعات پیش آتے ہیں، کیا وہ ہماری طرح انسان نہیں ہوتے؟ دوسروں کے قصے کہانیاں ہم بڑی روانی سے اور کبھی کبھی محظوظ ہوتے ہوئے پڑھتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی بھیانک حقیقت ہمیں آن دبوچتی ہے تو ہم اتنے حیران پریشان کیوں ہو

جاتے ہیں؟ ہمیں یقین کیوں نہیں آتا؟'

کملا نے ایک بار پھر دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا لیا۔ اُس کے چوڑے چکلے مضبوط جسم کو گویا جھٹکے سے لگ رہے تھے۔ وہ آنسوؤں سے بھیگی آواز میں بولی۔

''اُس عورت نے میرے پتا جی کو مار دیا...... وہ اتنے خوبصورت انسان تھے...... سرتاپا فنکار...... ہر ایک پر اعتماد کرنے والے...... ہر ایک سے محبت کرنے والے۔ اُنہوں نے کبھی کسی کا دل نہیں دُکھایا تھا حقیقی کلاکار کو جیسا ہونا چاہئے وہ بالکل ویسے ہی تھے...... ایک آئیڈیل انسان۔ مگر ایسے انسانوں کو یہ دنیا اور اس دنیا کے گھٹیا اور خود غرض لوگ زندہ نہیں رہنے دیتے۔ اگر تم پتا جی کو جانتی ہوتیں تو تم میرے دُکھ کی گہرائی کو محسوس کر سکتی تھیں۔''

اذیت وہ بھی کم نہیں تھی جو لاجونتی کی رگ و پے میں سرایت کرتی جا رہی تھی۔ مگر وہ اپنی اذیت کو بھول کر غیر ارادی طور پر بہن کو ڈھارس دینے کے لئے دھیرے دھیرے اُس کی طرف کھسک رہی تھی۔ دفعتہً کملا نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر سرخ سرخ آنکھوں سے اُسے گھورا اور وہ سہم کر اپنی جگہ ساکت ہو گئی۔

کملا اُس کے چہرے کی طرف اُنگلی اُٹھا کر گویا کسی بہت بڑے جرم کی نشاندہی کرتے ہوئے بولی۔ ''تمہاری آمد سے میرے دل پر خنجر سا اس لئے لگا کہ تم ہو بہو مما کی تصویر ہو۔ تمہیں صرف رنگ پتا جی کا ملا ہے۔ سفید...... گوری چٹی پتا جی کی طرح ہو۔ لیکن تمہارا ایک ایک نقش مما پر گیا ہے۔ تم اُنہی کا دوسرا جنم ہو۔ اسی لئے میری نفرت عود کر آئی تھی۔ مجھے وہ محبت یاد آ گئی تھی جس نے پتا جی کی جان لے لی تھی۔ اس لئے میں نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا۔ تم مجھے اپنے لئے تباہی اور رنج کی پیامبر لگیں۔ مجھے معلوم ہے کہ آج کے جدید اور ترقی یافتہ زمانے میں اس قسم کے واہمے...... اس قسم کی باتیں بے بنیاد لگتی ہیں۔ مگر بس...... میں ان اندیشوں سے، ایک بے نام خوف سے مغلوب ہو گئی۔ میں اپنے سلوک پر تم سے شرمندہ ہوں۔ تم سے معافی مانگنے میں بھی کوئی عار نہیں سمجھتی۔ میں نے صرف وہی کچھ کہا ہے جو میرے دل میں تھا۔ میں نے تمہارے سامنے منافقت سے کام نہیں لیا۔ تم اگر معاف کر سکو تو معاف کر دینا۔''



بس انہی چند لفظوں کی بات تھی۔ لاجونتی کا دل اپنی بہن کے لئے محبت اور ہمدردی سے لبریز ہو گیا۔ خون کے رشتے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ایک لمحے کے لئے اُسے عجیب سا بھی لگا۔ اُس کی وہ مضبوط، پُراعتماد اور مشہور و معروف بہن اُس کے سامنے تھی جسے وہ آج تک اپنا آئیڈیل سمجھتی تھی۔ اس وقت وہ کتنی دُکھی، کتنی کمزور اور ہمدردی کی محتاج لگ رہی تھی۔ لاجونتی اس بار کسی خوف کے بغیر آگے بڑھی اور اُس نے بازو کملا کے گلے میں حمائل کر دیئے۔

''مجھے بھی معاف کرنا دیدی۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اپنے دل میں اتنے زخم چھپائے بیٹھی ہو۔''

''تو گویا تم نے مجھے معاف کر دیا؟'' کملا اُسے بازوؤں میں سمیٹتے ہوئے بولی۔

''اب ہم زندگی کے ایک نئے باب کا آغاز کر سکتے ہیں؟ ایسا باب، جس میں کدورتیں اور نفرتیں نہ ہوں۔''

''کیوں نہیں...... کیوں نہیں......'' لاجونتی جذبات سے مغلوب لہجے میں بولی۔

''پرانے زخموں کو کریدنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ مما ٹھیک ہی کہتی تھیں، یادوں میں اُلجھ کر دُکھ کے سوا کیا ملتا ہے...... انہیں بھلا دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔ اب ہمارا رہ ہی کون گیا ہے؟ ہمارا خاندان صرف ہم دو بہنوں پر ہی تو مشتمل ہے۔ اگر ہم بھی ایک دوسرے سے نفرت کریں گی تو ہمارا انجام کچھ اچھا نہیں ہوگا۔''

لاجونتی بہت خوش تھی کہ بہن نے بالآخر اُسے قبول کر لیا تھا۔ لیکن اُسے نہیں معلوم تھا کہ نفسیاتی طور پر اُس کے ذہن میں ایک نامعلوم سی کجی تھی۔ جو گرہ ایک بار اُس کے ذہن میں پڑ جاتی تھی وہ بڑی مشکل سے کھلتی تھی۔

بہن کے بازوؤں کے حلقے میں مسرور لاجونتی اس سے بے خبر تھی کہ آئندہ کیا ہونے والا تھا۔ کیونکہ لاجونتی کی زبان سے 'مما ٹھیک ہی کہتی تھیں' سن کر کملا کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا تھا۔



لاجونتی کو کملا کے ہاں رہتے ہوئے تین ہفتے گزر چکے تھے لیکن وہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ کملا ان دنوں امرتسر دُور درشن کے لئے ایک سیریل کے مسودے پر کام کر رہی تھی۔ ساری بات چیت فون پر ہوئی تھی اور گزشتہ تین ہفتوں کے دوران کملا نے دو قسطیں تیار کر کے کوریئر سروس کے ذریعے امرتسر بھیجی تھیں۔ کوئی پرائیویٹ پارٹی سیریل تیار کر رہی تھی اور دِلّی کے کچھ سیٹھ اسے اسپانسر کر رہے تھے۔ لاجونتی نے سنا تھا کہ فلمی دنیا کے دو ایک نامور ستاروں کو بھی اس سیریل میں کام کرنے کے لئے ممبئی سے جانا تھا۔ تمام معاہدے سائن ہو چکے تھے۔

کملا زیادہ تر اسٹڈی میں ہی رہتی تھی، کبھی کبھی تو وہ ملازمہ سے کھانا بھی وہیں منگوا لیتی تھی۔ ایک بار لاجونتی کو اس دوران کچھ دیر کے لئے اسٹڈی میں جانے کا اتفاق ہوا تھا جب اُس کی بہن کام کر رہی تھی اور تب اُسے اندازہ ہوا تھا کہ کملا کا نام یونہی نہیں بن گیا تھا۔ وہ اپنے کام کے سلسلے میں بہت محنت کرتی تھی، ایک ایک مکالمہ لکھنے کے لئے کئی کئی ورق سیاہ کرتی تھی، اُسے خود ڈرامائی انداز میں بول کر دیکھتی تھی اور جب تک اس سے مطمئن نہیں ہوتی تھی، اسے سجانے سنوارنے میں لگی رہتی تھی۔

کملا سے لاجونتی کی ملاقات اس عرصے میں کم ہی ہوئی تھی لیکن لاجونتی کو آنند ورما نے تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیا، لاجونتی نے خود بھی محسوس کیا تھا کہ اتنا وقت وہ کملا کے ساتھ نہیں گزارتا تھا جتنا اُس کے ساتھ گزارنے لگا تھا۔ لاجونتی اُس کی قربت میں خوشی بھی محسوس کرتی تھی۔ اُن کے درمیان گاڑھی چھننے لگی تھی۔ لاجونتی کو وہ اپنا ہم ذوق اور ہم خیال محسوس ہوتا تھا اور اُسے حیرت ہوئی تھی کہ اگر کملا سے اُس کی نبھ رہی تھی تو کیونکر نبھ رہی تھی؟ کیونکہ کملا کا مزاج تو اُس سے یکسر مختلف تھا۔ دونوں کی عادات میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ البتہ لاجونتی سے اُس کی ذہنی ہم



آہنگی زیادہ تھی۔ مکان میں آنند ورما کے لئے ایک کمرہ مخصوص تھا جسے وہ اسٹوڈیو کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ لیکن زیادہ تر وہ لان پر ہی کام کرنا پسند کرتا تھا، اس دوران لاجونتی عموماً اُس کے قریب ہی گھاس پر بیٹھی رہتی تھی اور اُس سے مصوری کے اسرار و رموز سمجھنے کی کوشش کرتی تھی۔

اُس روز بھی وہ اُس کے ایزل سے ذرا دُور گھاس پر کہنی کے بل نیم دراز تھی اور آنند اپنی تازہ ترین پینٹنگ پر کام کر رہا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی مکمل توجہ اور انہماک اپنے کام میں نہیں تھی، بات کرتے کرتے وہ بار بار لاجونتی کی طرف دیکھنے لگتا تھا اور لاجونتی تھی بھی ایسی کہ ایک بار اُس کی طرف دیکھنے کے بعد نظر ہٹانا بہت مشکل کام محسوس ہوتا تھا، وہ اس وقت فرنچ شیفون کی لمبی سی بے داغ سفید میکسی میں تھی جو اُس کے سیمیں سراپا پر ایسی ہی محسوس ہو رہی تھی جیسے کنول نے چاندنی کا لبادہ پہن لیا ہو، اُس کے ملائم ریشمی بال کھلے ہوئے تھے اور رُوئی کے گالوں جیسے رُخساروں کے قریب دھیرے دھیرے ہلکورے سے لے رہے تھے۔ ابھی سورج بلند نہیں ہوا تھا، ہوا بہت خوشگوار تھی۔

''تم آرٹسٹ تو کسی طرح بھی نہیں لگتے.....'' لاجونتی کہہ رہی تھی۔ ''میرا مطلب ہے کہ مصور نہیں لگتے۔ البتہ تم پر ٹی وی آرٹسٹ یا ماڈل ہونے کا شبہ کیا جا سکتا ہے۔''

''تمہارا مطلب ہے کہ آدمی کے بال اُلجھے ہوئے ہوں، شیو بڑھی ہوئی ہو، ایک مونچھ ناک میں اور دوسری منہ میں جا رہی ہو، بٹن ٹوٹے ہوئے ہوں، کپڑے میلے کچیلے ہوں اور جسم پر بھی میل کچیل کی تہیں جمی ہوں اور چہرے پر مستقلاً ایسا کرب طاری ہو جیسے کوئی اُس کی محبوبہ کو بھگا کر لے گیا ہو، تبھی وہ آرٹسٹ نظر آتا ہے؟'' آنند ورما نے شگفتہ لہجے میں پوچھا۔

لاجونتی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ ''یہ سب نہ سہی، لیکن ان میں سے ایک یا دو نشانیاں تو ضرور آرٹسٹ میں ہونی چاہئیں۔''

''مثلاً.....؟'' آنند ورما نے جاننا چاہا۔

''مثلاً.....'' لاجونتی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں تھوڑا بہت تو مضطرب اور مجہول نظر آنا چاہئے، چہرے پر تھوڑی سی وحشت اور آنکھوں میں آسیبی پرچھائیاں سی

نظر آنی چاہئیں۔تم تو اتنے خوش و خرم اور پُرسکون نظر آتے ہو، ورزش بھی کرتے ہو، جسم بھی تمہارا کھلاڑیوں جیسا ہے،تمہارے انداز و اطوار میں تھوڑا سا لاأبالی پن موجود ہے۔لیکن یہ لاابالی پن ایکٹروں والا ہے،مصوروں والا نہیں۔''

اس بار آنند نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور ایک بار پھر گہری نظروں سے لاجونتی کی طرف دیکھ کر رہ گیا، کچھ بولا نہیں۔ دل ہی دل میں اُسے اعتراف تھا کہ وہ اس لڑکی کو پسند کرنے لگا تھا۔لیکن کملا کے گھر میں رہتے ہوئے اُسے اس اعتراف کی جرأت نہیں تھی۔

''تم ابھی بڑے آرٹسٹ بننے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہو نا آنند....؟'' دفعتہً لاجونتی نے قدرے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

وہ ایک لمحے کے لئے جیسے کسی سوچ میں ڈوب گیا، پھر بہت دھیمے لہجے میں بولا۔''اگر تم سچ پوچھو نا......تو آرٹ کے علاوہ میری کوئی آرزو ہی نہیں ہے، ایک بڑا آرٹسٹ بننا میرا پہلا اور آخری خواب ہے۔ میں صرف اسی کے لئے جی رہا ہوں۔ اور اگر تم اسے خود پرستی نہ سمجھو تو میں کہوں کہ میں بڑا آرٹسٹ کہلانے کا پوری طرح مستحق ہوں، میرے اندر واقعی بہت بڑا آرٹسٹ مقید ہے، میں جو کچھ پینٹ کر چکا ہوں، وہی مجھے بڑا آرٹسٹ منوانے کے لئے کافی ہے۔ جبکہ نہ جانے کیا کچھ میرے اندر مچل رہا ہے، میں اپنے ذہن کے کوزے میں آرٹ کا سمندر لئے پھر رہا ہوں۔ لیکن......'' وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر مضمحل سے انداز میں مسکرایا، پھر برش رکھ کر لاجونتی کے قریب آ بیٹھا۔

تھکی تھکی نظروں سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے، ایک لمحے کے توقف کے بعد وہ بولا۔''لیکن تمہیں معلوم ہے کہ ہر شعبے کی طرح آرٹ کی دنیا میں بھی آگے آنے کے لئے جوڑ توڑ، وسائل، تعلقات اور سہارے چاہئیں ورنہ آدمی کام کرتے کرتے بوڑھا ہو جاتا ہے، تب کہیں جا کر اسے صرف تھوڑا بہت تسلیم کیا جانے لگتا ہے، جن چیزوں کا میں نے ذکر کیا ہے، ان میں سے کچھ بھی میرے پاس نہیں تھا، میرے پاس مصوری کا مہنگا سامان خریدنے کے لئے، نئے نئے مناظر کی تلاش میں سفر کرنے کے لئے یا کبھی کبھار کسی سے معاوضے پر ماڈلنگ کروانے کے لئے بھی پیسے نہیں تھے، دیگر معاملات تو بعد کی بات ہیں۔یعنی میں تو اچھی پینٹنگ تیار کرنے کی



بھی پوزیشن میں نہیں تھا جبکہ اچھی پینٹنگ تیار کرنے کے بعد اسے دنیا والوں کی نظر میں لانے کے لئے، اسے تسلیم کرانے کے لئے ایک الگ، طویل اور صبر آزما سفر کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے جب مجھے کملا سے دوستی کا شرف حاصل ہوا تو میں نے غنیمت جانا، میں نے اُس کا ہاتھ بہت ہی مضبوطی سے تھام لیا، مجھے معلوم تھا یہ عورت ہر شعبے میں میری مدد کر سکتی ہو اور اس نے واقعی مدد کی۔لیکن ابھی مجھے اس کی مدد کی مزید ضرورت ہے، ابھی میں صرف کامیابیوں کے ابتدائی مراحل میں ہوں۔''

''اور اس دنیا میں شاذ و نادر ہی کوئی بغیر کسی غرض کے کسی کی مدد کرتا ہے۔'' لاجونتی دھیمی آواز میں بولی۔

''ہاں......'' آنند نے اُس سے نظر چرائی، وہ گھاس کی پتیاں نوچتے ہوئے بولا۔

''تم چاہو تو مجھے تھوڑا سا بے غیرت بھی کہہ سکتی ہو، آرٹ کی لگن میں، میں نے اپنے آپ کو بیچنے سے بھی گریز نہیں کیا۔'' یہ کہہ کر آنند ورما نے گردن جھکا لی۔

''نہیں......'' لاجونتی گویا تڑپ کر بولی۔''میں کسی کو بھی، کسی دل دُکھانے والے نام سے نہیں پکار سکتی۔ میں بنیادی طور پر بہت نرم خو لڑکی ہوں۔''

''مجھے معلوم ہے، تم اپنی بہن کا روشن پہلو ہو۔'' وہ افسردگی سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔''میں نے بہت چاہا تھا کہ کملا سے میرا تعلق محض اپنے اپنے مفاد اور اپنی اپنی غرض کا تعلق نہ رہے، اس میں تھوڑی سی محسوسات کی آمیزش بھی ہو، میں کبھی کبھی حقیقتاً اپنے دل میں اُس کے لئے بہت کشش محسوس کرنے لگتا تھا۔ اور شروع شروع میں اُس نے بھی محبت کا جواب تھوڑی بہت محبت سے دیا۔لیکن اُس کے پاس دھیمے اور خوشبودار جذبات بہت جلد ختم ہو جاتے ہیں، صرف نفرت کی سلگتی چتائیں رہ جاتی ہیں۔ شاید تم نے محسوس کر ہی لیا ہو کہ اُس کے نزدیک میری وقعت زرخرید غلام ہی کی سی ہے۔ بلکہ شاید اس سے بھی بدتر......کبھی کبھی میں محسوس کرتا ہوں کہ اُسے کسی بہت اچھے ماہر نفسیات کے علاج کی ضرورت ہے۔''

''نہیں......اب ایسی بھی بات نہیں۔'' لاجونتی کمزور سے لہجے میں بولی اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ تقریباً ایک ہی انداز میں دونوں پاس پاس بیٹھے، وہ دلجوئی اور غمگساری کے اس عالم میں بھی ایک خوبصورت اور قابل رشک جوڑا دکھائی دے رہے تھے۔

چند لمحے کی خاموشی کے بعد لاجونتی بھی اپنے اضطراب کو چھپانے کے لئے گھاس کی پتیاں توڑتے ہوئے بولی۔ ''دوسروں کو معاف کر دینا ہمیشہ میری خواہش رہی ہے۔ میرا خیال ہے کملا اتنی سنگدل نہیں ہے۔ دراصل وہ اندر سے بہت زیادہ تنہا ہے، بچپن ہی سے شاید یہ احساسِ تنہائی اُس کے ساتھ رہا ہے، کسی نے اُسے جاننے، اُسے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ صرف اسی لئے جھنجھلاہٹ اس کے لہو میں شامل ہو گئی ہے۔ اب میرا ہی معاملہ دیکھ لو، پہلے تو اس نے مجھے پہچاننے سے ہی انکار کر دیا...... میری اتنی بے عزتی کی لیکن بعد میں روتے روتے اپنا دل چیر کر میرے سامنے رکھ دیا۔ مجھے مما اور پتا جی کے بارے میں اس وقت کی باتیں بتائیں جب میں بہت ہی چھوٹی اور بالکل ناسمجھ تھی۔ تھوڑی سی دیر کے لئے ہی اُس کی باتیں سن کر میں اُس کے لئے اپنے دل میں ہمدردی محسوس کرنے لگی۔ دُکھی سی ہو گئی۔ میں نے گویا اُسے اندر سے دیکھ لیا، اُس کے دُکھ کو سمجھ لیا، کیا تم سے وہ کبھی اس طرح کی باتیں نہیں کرتی؟''

آنند ورما اس سوال کے جواب میں محض مسکرا کر رہ گیا۔ وہ اس ذہین مگر معصوم لڑکی کا تخیل مجروح کرنا نہیں چاہتا تھا۔ خاموشی کی زبان میں اُس نے کہنے کی کوشش کی۔ ''تمہاری بہن جب چاہتی ہے، کسی کو اپنی باتوں سے اپنا گرویدہ کر لیتی ہے، تم بھی اُس کے لفظوں کے سحر میں گرفتار ہو گئی ہو۔ لیکن میری دُعا ہے کہ تم اُس کے شر سے محفوظ رہو۔ کیونکہ میں اتنا جہاندیدہ ہونے کے باوجود آج تک کچھ نہیں سمجھ سکا کہ اُس کے کون سے لفظوں کے پیچھے کون سے جذبے کارفرما ہوتے ہیں۔''

اُس نے اپنا یہ خاموش پیغام حقیقتاً لاجونتی کے ذہن تک پہنچانے کی کوشش نہیں کی، وہ نہیں چاہتا تھا کہ لاجونتی ابھی سے اپنی بہن کے بارے میں الجھاووں کا شکار ہو جائے۔ عین ممکن تھا کہ کملا اُس کے لئے ویسی ہی ثابت ہوتی جیسا کہ وہ سوچ رہی تھی۔ اس متلون مزاج عورت کے بارے میں کچھ بھی کہا جا سکتا تھا۔ قدرے افسردگی سے وہ بولا۔ ''مجھ سے اب وہ صرف جلی کٹی باتیں ہی کرتی ہے۔''

لاجونتی گویا گفتگو کے بوجھل پن کو کم کرنے کے لئے اُس کی طرف دیکھ کر قدرے شریر انداز میں مسکرائی۔ ''ان مرحلوں سے بچنے کے لئے ہی لوگ شادی نہیں



کرتے۔ مگر تمہاری زندگی کا تو شادی کے بغیر بھی وہی حال ہے۔''

آنند ورما بھی خود استہزائی کے سے انداز میں ہنس دیا۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ کملا اپنی اسٹڈی کی کھڑکی سے اُنہیں دیکھ رہی تھی۔ کھڑکی میں ٹینٹڈ گلاس لگا ہوا تھا، ایسا شیشہ جس سے کمرے کے باہر تو دیکھا جا سکتا تھا کمرے کے اندر نہیں...... کملا بہت دیر سے کھڑی اُنہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ اُن کی آوازیں نہیں سن سکتی تھی، اُن کی قربت، اُن کی اپنائیت بھرا انداز، مسکراہٹیں، قہقہے، یہ سب کچھ اُسے کچھ اور ہی طرح کی کہانیاں سنا رہے تھے۔ اُس کے لہو میں چنگاریاں سی دوڑ رہی تھیں۔ پھر اُس کی کنپٹیوں میں گویا دھماکے سے ہونے لگے۔ بالآخر وہ کھڑکی سے ہٹ کر اپنی کرسی پر آن گری اور آنکھیں بند کر کے یوں گہری گہری سانسیں لینے لگی جیسے بہت دُور سے دوڑتی ہوئی آئی ہو۔ آنند ورما کی حیثیت اُس کے لئے گو کہ ایک زرخرید غلام سے زیادہ نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی...... بھلا ایک زرخرید غلام نے یہ جرأت کیونکر کی تھی کہ اُس کے کھینچے ہوئے حصار سے باہر قدم رکھ دیا تھا اور کسی دوسرے کو بھی یہ جرأت بھلا کیونکر ہوئی تھی کہ اپنے حسن بلاخیز کی جگمگاہٹ سے اُس کے زرخرید غلام کی آنکھیں خیرہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا؟ کوئی دوسرا، خواہ اُس کی بہن ہی تھی، وہ اُسے معاف نہیں کر سکتی تھی۔ اور اس بہن کو تو وہ بہن تسلیم کرنے کے لئے تیار ہی نہیں تھی۔ اُس کے نکتہ نظر سے تو کوئی بعید نہیں تھا کہ لاجونتی اس انجینئر شنکر ملہوترہ کی ہی بیٹی رہی ہو جس سے شادی کا موقع اُن کی ماں کو بہت تاخیر سے ملا اور جس سے کملا کو شدید نفرت تھی، یہ نفرت اب پوری طرح لاجونتی پر مرتکز ہو چکی تھی۔

شاید یہ تقدیر کی ستم ظریفی تھی کہ اُسی رات کھانے کی میز پر لاجونتی ذکر کر بیٹھی۔

''میں سوچ رہی ہوں کہ کیوں نہ ممبئی جا کر ماڈلنگ شروع کر دُوں؟''

کملا نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا، وہ گردن جھکائے پلیٹ پر چمچ رگڑتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ لیکن کملا کے ذہن میں نفرت کے سنپولئے ایک دم کلبلانے لگے۔

''میرا خیال ہے میری شخصیت بھی اس کے لئے تھوڑی بہت مناسب ہے۔ اور تم بھی اس میدان میں میری خاصی مدد کر سکتی ہو۔ سنا ہے اس کام میں معاوضہ بھی بڑا ٹھیک ٹھاک ملتا ہے۔'' لاجونتی نے کہا۔

لاجونتی نے ان دنوں میں پہلی مرتبہ کملا کے چہرے پر اتنی زبردست مسرت کے آثار دیکھے تھے۔ وہ گویا اُس کی اس تجویز پر خوشی سے اُچھلتے اُچھلتے رہ گئی۔ پھر جیسے وہ اپنے آپ پر قابو رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے متانت سے بولی۔

''اگر تمہیں شوبزنس میں آنے سے دلچسپی تھی تو پہلے ہی بتا دیا ہوتا۔ اس فیلڈ میں تو واقعی میں تمہارے لئے بہت کچھ کرسکتی ہوں۔ لیکن تمہیں تو تھرو پراپر چینل آنے سے بھی کوئی نہیں روک سکتا۔ ماڈلنگ کے میدان کو تم جیسی لڑکیاں بھلا کہاں نصیب ہوتی ہیں؟''

''تو پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟'' لاجونتی نے سادگی سے پوچھا۔

''سب سے پہلے تو تم ممبئی جا کر میری دوست شوبھا دیوی سے ملو، لڑکیاں آج کل ہر میدان میں جھنڈے گاڑ رہی ہیں۔ شوبھا، شوبزنس کے رسالوں میں بہترین فوٹوگرافر سمجھی جاتی ہے۔ وہ فری لانسر فوٹوگرافر ہے۔ فلمی، نیم فلمی اور غیر فلمی سبھی طرح کے رسالوں اور اخباروں کو ایکٹروں، ایکٹرسوں، ماڈلوں اور ماڈلنگ کا شوق رکھنے والی نئی مگر غیر معمولی قسم کی لڑکیوں کی تصاویر فراہم کرتی ہے۔ چونکہ وہ فوٹوگرافر بڑی زبردست ہے اور اُس کا انتخاب بھی کملا کا ہوتا ہے، اس لئے اُس کی ساکھ کا یہ عالم ہے کہ اُس کے نام سے کسی نئی لڑکی کی بھی رنگین تصویریں اور چند سطروں کا رائٹ اپ کسی اخبار یا رسالے میں شائع ہوتا ہے تو اُس کے پاس دھڑا دھڑ ایڈورٹائزنگ ایجنسیوں والوں کے فون آنے شروع ہو جاتے ہیں کہ اس لڑکی سے کس طرح رابطہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس کی بدولت بعض لڑکیوں کی طرف تو فلمساز بھی متوجہ ہو چکے ہیں۔ لیکن فلموں کا معاملہ تو یہ ہے نا کہ وہاں وہی لڑکی چل سکتی ہے جسے کچھ نہ کچھ اداکاری بہرحال آتی ہو۔ لیکن ماڈلنگ کے میدان میں اداکارانہ صلاحیتوں کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ اس کے باوجود دو ایک لڑکیاں فلمی دنیا میں بھی شوبھا کے توسط سے متعارف ہو چکی ہیں۔ شوبھا ویسے تو تمہیں دیکھ کر ہی بہت خوش ہو گی لیکن میری سفارش کی موجودگی میں تو وہ ایک لمحے کی تاخیر کئے بغیر تمہاری تصویریں کھینچ کر شوبزنس اور فیشن کے رسالوں میں پھیلا دے گی۔ اس کے بعد تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ گھر بیٹھے تمہارے پاس آفرز آئیں گی، مجھے تو براہِ راست کسی سے کچھ کہنا



بھی نہیں پڑے گا۔''

''واہ..... یہ تو مسئلہ ہی حل ہو گیا۔'' لاجونتی خوشی سے کھل اُٹھی۔ آنند ورما اس دوران خاموشی سے سر جھکائے کھانا کھاتا رہا۔ اُس نے دونوں بہنوں کی گفتگو میں شریک ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کی بلکہ کملا کے سامنے وہ اس وقت تک نہیں بولتا تھا جب تک اُسے مخاطب نہ کیا جائے۔

''میں تو آج کل بہت مصروف ہوں۔ ورنہ میں خود تمہیں ساتھ لے جا کر شوبھا سے متعارف کرا دیتی۔'' کملا بولی۔ ''لیکن خیر..... تنہا جا کر بھی تمہیں کسی مسئلے کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ تم شوبھا ہی کے اپارٹمنٹ میں قیام بھی کر سکتی ہو۔ بہت بڑا اپارٹمنٹ ہے اُس کا، اسی میں اسٹوڈیو اور ڈارک رُوم وغیرہ بھی اُس نے بنا رکھا ہے۔ شوبھا کے ساتھ رہنے میں تمہیں آسانی رہے گی، ویسے تو میں تمہیں اپنے اپارٹمنٹ کی بھی چابیاں دے سکتی ہوں۔ لیکن میرا اپارٹمنٹ ایک تو وہاں سے بہت دُور ہے دوسرے وہ ایک ایسے علاقے میں ہے جہاں تم جیسی لڑکی کا تنہا رہنا مناسب نہیں۔''

''ٹھیک ہے دیدی..... میں تو اسی طرح کروں گی جس طرح تم مشورہ دو گی۔'' لاجونتی اطمینان سے بولی۔

''تو پھر تم کل ہی بس سے روانہ ہو جانا۔ میں شوبھا کو فون کر دُوں گی۔ وہ تمہاری منتظر رہے گی۔'' کملا نے کہا۔ پھر وہ گویا کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ ''اور دیکھو..... میرے خیال میں تم اُسے یہ ہرگز نہ بتانا کہ تم میری بہن ہو۔ میں بھی فون پر اُس سے یہی کہوں گی کہ تم میری ایک بہت اچھی دوست کی چھوٹی بہن ہو۔''

''وہ کس لئے.....؟'' لاجونتی نے کسی تشویش کے بغیر پوچھا، اُسے زیادہ دلچسپی آم کھانے سے تھی، پیڑ گننے سے نہیں۔

''تاکہ اگر کسی وجہ سے ماڈلنگ میں تم زیادہ کامیاب نہ ہو سکو یا خود ہی میدان چھوڑنے کا فیصلہ کر لو تو پتا جی کا، میرا یا ہمارے خاندان کا نام متاثر نہ ہو۔ ہمارے خاندان کی کسی لڑکی کو یا تو اس میدان میں آنا ہی نہیں چاہئے اور آئے تو اتنا نام پیدا کرنا چاہئے کہ کوئی اُس پر اُنگلی اُٹھانے یا اُس کے بارے میں کوئی چھوٹی موٹی بات کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ تم میرا مطلب سمجھ رہی ہو نا.....؟''

''بہت اچھی طرح......'' لاجونتی اطمینان سے بولی۔ ''میں تمہارے اس مشورے پر بھی عمل کروں گی۔''

''تم اپنا پورا نام لاجونتی پرکاش دیوی لکھتی ہو نا......؟'' کملا پُرخیال انداز میں اُنگلی سے ناک مسلتے ہوئے بولی۔ ''جبکہ میں کملا پرکاش لکھتی ہوں۔ تم بس درمیان سے پرکاش ہٹا دینا۔ لاجونتی دیوی کافی رہے گا۔''

''ٹھیک ہے......'' لاجونتی سعادت مندی سے بولی۔

''اس طرح کوئی تم پر شبہ بھی نہیں کر سکے گا کہ تم سفارش کے ذریعے آگے آئی ہو۔'' کملا نے اُسے مزید سمجھایا۔ ''بلکہ کچھ عرصے بعد جب میری اُمیدوں کے مطابق بہت زیادہ کامیاب ہو جاؤ گی تو خود تمہیں بھی اپنا آپ ہلکا پھلکا محسوس ہو گا۔ تمہیں تمہارا نام بار بار یہ یاد نہیں دلائے گا کہ میں نے تمہارا ہاتھ پکڑ کر تمہیں پہلی سیڑھی پر چڑھایا تھا تم ایک نئی شخصیت ہو گی جو اچانک گمنامی کے اندھیروں سے نکل کر خود اعتمادی اور چیلنج کے ساتھ شہرت کے میدان میں کودو گی۔ پہلی سیڑھی کے بعد تمہیں سفارش یا سہارے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔ یہ میری پیشگوئی ہے۔ اگر تمہیں تمہارے اندازوں اور توقعات سے پہلے ٹی وی یا فلم سے آفرز آنے لگیں تو ہچکچانا مت، فوراً قبول کر لینا۔ فلمی دنیا اتنی بری نہیں جتنا اس کا چرچا ہے۔ خصوصاً ہم جیسی پڑھی لکھی اور خود مختار لڑکیوں کے لئے وہاں کوئی خاص خطرات نہیں۔ فلم انڈسٹری کو بے صلاحیت اور ناکام لڑکیوں نے زیادہ بدنام کیا ہے۔ ورنہ جتنی برائیاں وہاں ہیں، اتنی دوسرے بہت سے شعبوں میں بھی ہیں۔ لیکن شوبزنس کی دنیا کی ہر بات افسانہ بن جاتی ہے۔ میں نے اس دنیا کو قریب سے دیکھا ہے، اس لئے تمہیں یقین سے بتا رہی ہوں کہ وہاں بھی زیادہ تر خالص بزنس مین ہی بیٹھے ہیں۔ اُنہیں سب سے زیادہ دلچسپی اس بات سے ہوتی ہے کہ فلم کامیاب ہو جائے۔''

لاجونتی بڑی توجہ سے بہن کی باتیں سن رہی تھی اور ذہن نشین کر رہی تھی۔ کملا نیپکن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے بولی۔ ''ٹی وی کے لئے بھی بہت زیادہ کام ممبئی میں ہوتا ہے۔ نیٹ ورک اور علاقائی اسٹیشنوں دونوں ہی کے لئے ڈرامے اور سیریلز وغیرہ زیادہ تر وہیں پرائیویٹ سیکٹر میں تیار ہوتے ہیں جنہیں سیٹھ اسپانسر کرتے ہیں



اور دور درشن خرید لیتا ہے۔ اس میں بھی پیسے اچھے ملتے ہیں اور شہرت بھی بے حساب ہے۔ دِلّی میں بھی دور درشن کے لئے کافی کام ہوتا ہے لیکن بڑے بجٹ کے کام ممبئی میں ہی ہوتے ہیں۔ ہم پہلے انتظار کریں گے کہ تمہیں خود ہی ہر طرف سے آفرز آئیں، اگر ایسا نہ ہوا تو پھر میں کچھ ڈوریاں ہلاؤں گی، کچھ لوگوں سے تمہارے لئے کہوں گی۔''

یوں لاجونتی اپنی بہن سے ڈھیروں ہدایات، حوصلہ اور معلومات لے کر دوسرے روز ممبئی پہنچ گئی۔ شوبھا بڑے اشتیاق سے اُس کی منتظر تھی، بہت ہی پُرجوش انداز میں اُس سے ملی اور اُس کا سرتاپا جائزہ لینے کے بعد گویا دم بخود رہ گئی۔ پھر وہ سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکیڑتے ہوئے بولی۔

''کملا نے تمہاری خوبصورتی کی تعریف کی تھی۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ وہ مذاق کر رہی ہے، مبالغے سے کام لے رہی ہے۔ لیکن اب میں سوچ رہی ہوں کہ اُس نے بہت ہی نامکمل تصویر کھینچی ہے، تیرہ چودہ سال ہو گئے ہیں مجھے فوٹوگرافی کرتے ہوئے اور ایک سے ایک غضب کی چیز میری نظر سے گزری ہے۔ لیکن تم نے تو ایک لمحے کے لئے میری آنکھیں چندھیا دی تھیں۔ مجھے تو کملا کا بہت ہی زیادہ شکریہ ادا کرنا پڑے گا۔''

لاجونتی کے رخساروں پر گلاب کھل اُٹھے۔ شوبھا کہنے کو عورت تھی مگر اُس کی نگاہوں کی تپش سے لاجونتی کو اپنا وجود پگھلتا ہوا محسوس ہوا۔ شوبھا بھی اُس کی بڑی بہن کملا کی طرح دراز قد اور مضبوط ہاتھ پیر کی عورت تھی۔ لیکن اُس کی رنگت کملا کی طرح سرخ و سفید نہیں تھی۔ وہ سانولی تھی اور اُس کے بال تقریباً بوائے کٹ ہی تھے۔ اُس کی حرکات و سکنات میں بہت تیزی تھی۔ اُس کی عمر نوجوانی کی ہرگز نہیں تھی مگر اُس کے جسم میں گویا بجلیاں بھری ہوئی تھیں۔ لاجونتی اس سے مرعوب بھی ہوئی تھی اور متاثر بھی....وہ بہت پُراعتماد اور بے خوف عورت معلوم ہوتی تھی۔ اپنے جذبات کے اظہار میں بھی پُرجوش معلوم ہوتی تھی۔ لاجونتی سے گلے ملتے وقت اُس نے لاجونتی کو فرش سے ایک بالشت اُونچا اُٹھا لیا تھا اور لاجونتی کی ہڈیاں کڑکڑا اُٹھی تھیں۔

ڈرائنگ رُوم میں پہنچ کر ایک صوفے پر بیٹھنے کے بعد لاجونتی نے قدرے شرمیلے سے لہجے میں پوچھا۔ ''کیا واقعی میں ماڈلنگ کے میدان میں چل سکوں گی؟''

”میں تمہاری ایک تصویر اُتارے بغیر...... تمہارا اسکرین ٹیسٹ لئے بغیر سینہ ٹھونک کر دعویٰ کر سکتی ہوں کہ تم ملک کی بہترین ماڈل قرار پاؤ گی۔ لیکن ماڈلنگ کا میدان تمہارے لئے چھوٹا پڑ جائے گا، تمہیں اور آگے جانا پڑے گا۔ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔“ شوبھا اس کے لئے کافی تیار کرتے ہوئے مسرور لہجے میں بولی۔
اس دوران لاجونتی تپائی پر پڑے ہوئے دو تین رسالوں کی ورق گردانی کر چکی تھی۔ سب میں شوبھا کی کھینچی ہوئی تصویریں موجود تھیں اور واقعی کمال کی تھیں۔

اس کے بعد لاجونتی کو شوبھا کے پاس رہتے ہوئے کئی دن گزر گئے لیکن شوبھا کو اُس سے صحیح طور پر بات کرنے کی بھی فرصت نہ ملی۔ وہ بہت مصروف عورت تھی۔ دن بھر اُس کے پاس ایڈورٹائزنگ ایجنسیوں اور رسالوں، اخباروں سے لوگ آتے رہتے تھے، ماڈلز بھی آتی رہتی تھیں اور انہی لوگوں کے ٹیلیفون بھی آتے رہتے تھے۔ کبھی شوبھا آوٹ ڈور فوٹو گرافی کے لئے نکلی ہوتی تھی تو کبھی اسٹوڈیو میں مصروف ہوتی تھی۔ دن بھر ان سب کاموں میں مصروف رہنے کے بعد وہ رات گئے تک ڈارک رُوم میں گھسی رہتی۔ وہ ایک انتھک عورت تھی۔ لاجونتی اُسے جنوں کی طرح کام کرتے دیکھ کر حیران ہوتی رہتی تھی۔

اس پورے ایک ہفتے کے دوران کملا کا بھی کوئی فون نہیں آیا تھا بلکہ دو ایک مرتبہ لاجونتی نے فون پر اُس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تو ملازمہ نے بتایا کہ وہ کسی کام سے گئی ہوئی ہے۔ اتوار کی چھٹی آئی تو شوبھا کو تھوڑی سی فرصت میسر آئی۔ لاجونتی نے دبی دبی زبان میں اُسے یاد دلانے کی کوشش کی۔

”شوبھا دیوی...... میرے لئے بھی تو کچھ کرو نا۔“

”کریں گے بھئی، ایسی بھی کیا جلدی ہے۔“ شوبھا بے نیازی سے انگڑائی لیتے ہوئے بولی۔ ”تم بے فکر رہو، میں تمہیں ملک کی بہترین ماڈل بنا کر رہوں گی، ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے، تھوڑا سا انتظار اور کر لو، مجھے کئی مختلف جگہوں پر وقت دینا پڑتا ہے، اب صرف ایک فیشن میگزین کے لئے فوٹو سیشن کرانا باقی ہے جو آئندہ دو تین دنوں میں مکمل ہو جائے گا۔“ پھر جیسے اُسے کچھ یاد آ گیا، وہ دوسرے کمرے میں گئی اور نہ جانے کہاں سے چند میگزین نکال لائی۔



وہ لاجونتی کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔ ”میں تمہیں کچھ مختلف قسم کے میگزینز دکھاتی ہوں، ان میں سے کچھ تو تھوڑی بہت پابندیوں کے ساتھ انڈیا ہی میں نکلتے ہیں اور عام طریقے سے بُک اسٹالوں پر فروخت ہوتے ہیں، بعض خفیہ طور پر شائع ہوتے ہیں اور بلیک میں بکتے ہیں اور ان میں بعض غیر ملکی رسالے ہیں جو ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ میری فوٹو گرافی کے شاہکار ان میں بھی چھپتے ہیں، لیکن ان پر میرا نام نہیں ہوتا۔“

اُس نے ایک ایک رسالے کی ورق گردانی کرتے ہوئے مختلف تصاویر پر اُنگلی رکھ رکھ کر ان کے متعلق بتانا شروع کر دیا، بالکل سرسری سے انداز میں جیسے کوئی خاص بات ہی نہ ہو۔ لیکن لاجونتی کی آنکھیں بری طرح پھیل چکی تھیں، گلا خشک ہو چکا تھا۔ وہ کوشش کے باوجود کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔

”ان تصاویر کا معاوضہ سب سے زیادہ ملتا ہے۔“ شوبھا کہہ رہی تھی۔ ”غیر ملکی رسالوں سے بھی میرے معاہدے چل رہے ہیں، باہر بھی ہندوستانی ”حسن“ کی ڈیمانڈ ہے۔ میرے معاوضے باہر ہی میرے اکاؤنٹ میں جمع ہوتے رہتے ہیں۔ نیویارک میں بھی میرا ایک اپارٹمنٹ ہے، میں خیراتی اسکول میں پڑھنے والی ایک یتیم لڑکی تھی، مجھے اپنے آپ پر فخر ہے کہ میں نے کافی دولت اور خاصا نام کمایا، ہر سال ایک مہینہ مکمل آرام کرتی ہوں اور وہ ایک مہینہ نیویارک میں گزارتی ہوں۔ بھگوان کی کرپا سے میرے تعلقات وہاں بھی کچھ کم نہیں میں اپنی کارکردگی سے بہت مطمئن ہوں۔ لیکن یہ میری منزل نہیں ہے، مجھے اور آگے جانا ہے، ابھی تو عمر پڑی ہے، نہ جانے ابھی میں اور کیا کچھ کروں۔“

”تم یہ سب کچھ پیسے کے لئے کرتی ہو؟“ لاجونتی نے پھنسی پھنسی سی آواز میں پوچھا۔

”ظاہر ہے۔“ شوبھا اطمینان سے بولی۔ ”اور جو لڑکیاں میرے پاس آ کر ان تصویروں کے لئے ماڈلنگ کرتی ہیں، اُن کے پیشِ نظر بھی پیسہ ہی ہوتا ہے۔ پیسہ اس دنیا کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ یہ دنیا پیسے کے گرد گھوم رہی ہے۔“

”لیکن کیا کرو گی تم اتنی بہت سی دولت جمع کر کے...؟“ لاجونتی کے حلق سے اب

بھی آواز بمشکل نکل رہی تھی۔ ''آخر کوئی حد بھی ہوتی ہے۔ اتنی شہرت، اتنی دولت موجود ہونے کے باوجود...... تمہارا تو اس دنیا میں کوئی بھی نہیں...... شادی تمہاری نہیں ہوئی۔ تو پھر کس لئے......؟''

''اپنے لئے....'' شوبھا گویا اُس کے سوال پر حیران ہوتے ہوئے بولی۔ ''نوجوانی تک میں دنیا کی ہر چیز کے لئے ترستی رہی ہوں، وہ تو غنیمت تھا کہ ایک ادھیڑ عمر فوٹوگرافر نے مجھے اپنے ساتھ اسسٹنٹ کے طور پر رکھ لیا تھا اور سارا کام سکھا دیا تھا۔ بہت بھاری قیمت دے کر سیکھا ہے میں نے یہ ہنر...... کیا اب بھی مجھے دنیا کی ہر نعمت سے اور ہر آسائش سے لطف اندوز ہونے کا حق نہیں؟''

''لیکن تمہارے پاس تو کسی چیز سے لطف اندوز ہونے کا وقت ہی نہیں۔ اس قدر تو مصروف رہتی ہو تم۔'' لاجونتی بولی۔

''اس میں بھی ایک لطف ہے۔ مجھے یہ طمانیت تو ہے کہ دنیا کی بہت سی چیزیں میری رسائی میں ہیں اور مزید بہت سی چیزوں تک رسائی حاصل کرنے کے لئے میری جدوجہد جاری ہے۔ جہاں تک وقت کی طلب کا تعلق ہے تو اس کی کوئی حد نہیں۔ اگر اس کی کوئی حد ہوتی تو دنیا میں حصولِ دولت کی دوڑ ختم ہو چکی ہوتی اور بڑا امن ہو چکا ہوتا۔ بڑی سندر ہوتی یہ دنیا۔ خیر...... چھوڑو ان باتوں کو...... یہ سب بیکار باتیں ہیں۔ یہ بتاؤ کہ تم کب ان غیر ملکی رسالوں کے لئے ماڈلنگ کرنا پسند کرو گی؟ ایک عرصہ ہو گیا میں نے انہیں کوئی قابل ذکر چیز نہیں دی۔ تمہاری تصویریں دیکھ کر یقیناً ان کے ایڈیٹر کرسیوں سے اُچھل پڑیں گے اور ان لوگوں کا اُچھل پڑنا بلاشبہ ایک تاریخی واقعہ ہوتا ہے۔''

ایڈیٹروں کا اُچھل پڑنا تو بعد کی بات تھی لیکن لاجونتی ضرور اپنی جگہ سے اُچھل پڑی۔ اُس نے بے یقینی سے شوبھا کی طرف دیکھا اور کانپتے ہاتھ سے کھلے ہوئے رسالوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

''تم...... تم یہ سمجھ رہی ہو نا کہ میں ایسی تصویریں اُتروانے کے لئے کلکتہ سے پونا اور پھر پونا سے ممبئی آئی ہوں؟ اگر مجھے ایسے ویسے ہی کام کرنا ہوتے تو کلکتہ میں بھی قدر دانوں کی کوئی کمی نہیں تھی...... کلکتہ اتنا چھوٹا شہر تو نہیں ہے۔'' اُس کی آنکھوں



میں نمی جھلکنے لگی تھی۔ ''میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم نے مجھے ایسی لڑکی کیوں سمجھا؟ کیا میں صورت سے ایسی ویسی ہی لگتی ہوں؟''

''صورت کی بات مت کرو۔ سب سے زیادہ دھوکہ تو صورتیں ہی دیتی ہیں اور اس کا تجربہ مجھ سے زیادہ شاید ہی کسی کو حاصل ہو۔'' شوبھا سر جھٹک کر بولی۔

''بہرحال میں تم پر کوئی فیصلہ ٹھونسنے یا تمہاری کسی مجبوری سے کوئی فائدہ اُٹھانے کی کوشش ہرگز نہیں کروں گی، میرے اپارٹمنٹ میں کوئی کام زبردستی نہیں ہوتا۔ میں نے تو محض ایک تجویز پیش کی تھی، تمہیں پسند نہیں ہے تو کوئی بات نہیں، ہم دوسرا راستہ دیکھیں گے، تمہیں پریشان یا خفا ہونے کی ضرورت نہیں، کوئی بھی کام تمہاری مرضی کے خلاف نہیں ہوگا۔''

''کیا کملا...... کو معلوم ہے کہ تم ایسی تصویریں بھی کھینچتی ہو؟'' لاجونتی اپنی بہن کا نام لیتے وقت دیدی کہتے کہتے رُک گئی تھی۔ اُسے بروقت یاد آ گیا تھا کہ بہن سے اپنا رشتہ اُسے مخفی رکھنا ہے اور اب تو یہ رشتہ خفیہ رکھنا، اُسے خود بھی بہتر ہی معلوم ہونے لگا تھا۔

''ہاں...... اچھی طرح معلوم ہے کہ میں کس طرح کا کام کرتی ہوں۔'' شوبھا نے جواب دیا۔ ''یہ معلوم ہونے کے بعد ہی تو اُس کی مجھ سے دوستی گہری ہو گئی تھی۔ تم نے شاید اُس کا ناول ''ادھوری تصویر'' پڑھا ہو، اس میں روپ کماری نامی ایک عجیب وغریب فوٹوگرافر لڑکی کا کردار ہے، وہ اُس نے مجھ سے ہی متاثر ہو کر تو لکھا تھا۔''

''مجھے یقین نہیں آ رہا کہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اُس نے مجھے تمہارے پاس بھیج دیا......'' لاجونتی کی آنکھوں میں نمی بڑھتی جا رہی تھی۔

''میں صرف یہی کام تو نہیں کرتی نا......'' شوبھا گویا قدرے برا مناتے ہوئے بولی۔ ''دوسری طرح کی فوٹوگرافی بھی تو کرتی ہوں۔ اور پھر میری اس فوٹوگرافی پر بھی تمہیں اتنا حیران تو نہیں ہونا چاہئے، تم کسی چھوٹے سے دیہات سے اُٹھ کر آئی ہوئی الہڑ اور نادان لڑکی تو نہیں ہو، پڑھی لکھی، ماڈرن لڑکی ہو۔ تمہیں معلوم ہے زمانہ کتنا آگے نکل گیا ہے۔''

''شاید... لیکن میں ابھی اتنا آگے نہیں نکلی۔'' لاجونتی بیٹھی بیٹھی سی آواز میں بولی۔

شوبھا اُس کے رویئے پر خاصی حیران تھی، اُسے معلوم تھا کہ تھوڑی بہت مشرقیت، تو بڑی سے بڑی بے باک ہندوستانی لڑکی میں بھی ضرور موجود ہوتی تھی اور کسی نہ کسی موقع پر اُبھر کر سامنے آ جاتی تھی۔ ہر لڑکی کو بڑے حساب سے ہینڈل کرنا پڑتا تھا۔ لیکن اس لڑکی کو تو گویا حقیقت میں بڑا صدمہ پہنچا تھا، پہلے تو شوبھا یہی سمجھتی تھی کہ شاید وہ اپنی قیمت، اپنا معاوضہ زیادہ سے زیادہ بڑھوانے کے لئے ڈرامہ کر رہی ہے۔ لیکن اب وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو چلی تھی کہ لاجونتی اداکاری نہیں کر رہی تھی۔ لیکن شوبھا کو فون پر کملا سے ہونے والی اپنی گفتگو بار بار یاد آ رہی تھی اور وہی درحقیقت اُسے حیران کر رہی تھی۔

کملا نے تو فون پر اُس سے کہا تھا۔ ''میں تمہارے پاس ایک ایسی کندۂ ناتراش لڑکی کو بھیج رہی ہوں جو بلا کی حسین ہے لیکن اسے نہیں معلوم کہ اس کی خوبصورتی اور دوشیزگی اس کے لئے کتنا قیمتی سرمایہ ہے اور وہ کس طرح اس کے ذریعے سے بڑی سے بڑی کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔ وہ تو جلد از جلد چھوٹی سے چھوٹی کامیابی حاصل کرنے کے لئے بھی سب کچھ کر گزرنے کو تیار ہے۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم اس سے کس طرح اور کتنا فائدہ اُٹھاتی ہو۔ ممکن ہے وہ تھوڑے سے نخرے دکھائے، تھوڑی سی مزاحمت کرے لیکن تم چاہو گی تو کسی نہ کسی طرح اسے ہینڈل کر لو گی۔ روپیہ پیسہ بھی اس کی کمزوری ہے۔ مگر وہ اس کا اظہار نہیں ہونے دیتی۔''

لیکن اب لاجونتی کے ردِعمل نے شوبھا کو اُلجھن میں ڈال دیا تھا۔ ایک سوال بھنور کی طرح اُس کے ذہن میں چکراتا رہا جو بالآخر اُس کی زبان پر آ گیا۔ بظاہر اُس نے سرسری سے لہجے میں پوچھا۔ ''کوئی ایسی وجہ ہو سکتی ہے جس کی بناء پر کملا تم سے جلتی ہو؟ حسد کرتی ہو؟''

''نہیں...... ایسی بھلا کیا وجہ ہو سکتی ہے؟'' لاجونتی نے قدرے حیرت سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے دھیمی آواز میں جواب دیا۔ ''وہ ایک کامیاب عورت ہے، مضبوط شخصیت کی مالک ہے۔ وہ ایک مضبوط درخت ہے اور میں ہوا کے دوش پر اُڑتا ہوا پتا...... وہ مجھ سے کس بات پر جلے گی؟ کس چیز پر حسد کرے گی؟''

لیکن دل ہی دل میں اُسے یاد آ رہا تھا کملا نے جب اُس کے سامنے دل کا غبار



نکالا تھا تو اُس کا سب سے بڑا جرم یہی قرار دیا تھا کہ اُس کی شکل ماں سے ملتی تھی اور ماں سے اُسے نفرت تھی۔ وہ اُسے سب کی بربادیوں کا ذمہ دار سمجھتی تھی۔ لاجونتی بڑی حیرت سے سوچ رہی تھی کہ کیا واقعی کوئی بیٹی، ماں سے اتنی نفرت بھی کر سکتی ہے؟ اُسے اس بات پر یقین نہیں آ رہا تھا، اُس کے خیال میں اُس کی بہن کی کیفیات کی نفسیاتی توضیح کچھ اور ہی تھی۔ شاید آنند ورما نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ کملا کو درحقیقت کسی بہت اچھے ماہر نفسیات سے علاج کی ضرورت ہے۔

شوبھا کا ذہن بھی اُس کے جسم ہی کی طرح بہت تیزی سے کام کرتا تھا۔ لیکن اس صورتحال میں اُس کا ذہن بھی اٹک کر رہ گیا تھا، وہ پُرخیال انداز میں لاجونتی کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

لاجونتی اس وقت واقعی اپنی نظر میں ہوا کے دوش پر اُڑتا ہوا پتا ہو کر رہ گئی تھی۔ اُس کے پاس رقم بھی برائے نام تھی۔ پونا سے چلتے وقت اُس نے شرم اور انا کی اسیر ہونے کے باعث کملا کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا تھا اور اُس نے بھی گویا اس سلسلے میں اُس سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ ماں کے مرنے کے بعد جو تھوڑا بہت اثاثہ لاجونتی کے حصے میں آیا تھا، اس میں سے کچھ تعلیم کی تکمیل پر خرچ ہو گیا تھا اور کچھ اُس نے گھر بیٹھ کر کھا لیا تھا۔ جب اُس نے بہن کے پاس آنے کا فیصلہ کیا تو چند اچھے ملبوسات کی خریداری اور پھر مسافرت وغیرہ میں اُس کی بچی کھچی پونجی بھی ٹھکانے لگ گئی۔ اب وہ تقریباً تہی دست تھی لیکن اپنی کمزوریوں کا اظہار کرنا اُسے بالکل پسند نہیں تھا۔

وہ گویا اپنے آپ کو سنبھالتے، سمٹتے ہوئے گہری سانس لے کر بولی۔ ''اب جبکہ تمہیں یہ معلوم ہو گیا ہے کہ میں تمہارے مطلب کی لڑکی نہیں ہوں تو یقیناً مجھے اس گھر سے بھی رخصت ہونا پڑے گا۔ میرا خیال ہے میں اپنا بیگ پیک کرنا شروع کر دوں۔'' وہ اٹھنے لگی۔

''اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔'' شوبھا اُس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھاتے ہوئے بولی۔ ''تم اگر شریفانہ ماڈلنگ میں دلچسپی رکھتی ہو تو میں اس میں بھی تمہاری مدد کرنے کی کوشش کروں گی۔ لیکن اس کے لئے ذرا مجھے فرصت میسر آنے دو، اس

دوران میں تمہارے لئے راستہ بناؤں گی۔ لوگوں سے تمہارا تذکرہ کروں گی اور تمہاری کچھ ٹرانسپیرنسیاں تیار کروں گی۔ اس کے علاوہ میں تمہیں دوسری والی ماڈلنگ کے لئے بھی قائل کرنے کی کوشش جاری رکھوں گی۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، تمہیں ڈرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ غیر ملکی رسالوں میں وہ تصویریں نہ تو تمہارے اصل نام سے چھپیں گی اور نہ ہی انڈیا میں تمہیں کوئی پہچان سکے گا۔ اگر تم سمجھ رہی ہو کہ اس میں کسی قسم کی رُسوائی کا خطرہ ہے تو اس خیال کو دل سے نکال دو۔ میں تمہیں ہر طرح کی ضمانت دینے کے لئے تیار ہوں۔"

"میں نے کہا نا کہ مجھے اس کام سے معاف رکھو۔" لاجونتی ناگواری سے بولی۔ "البتہ اگر میرے لئے کسی اچھے کام کی گنجائش نکل سکتی ہے تو اس کے لئے میں تیار ہوں۔ کسی طرح میرا تھوڑا سا وقت خیریت سے گزر جائے پھر میں کہیں نہ کہیں اپنے لئے جگہ بنا لوں گی۔" اب وہ کسی قیمت پر کملا سے مدد مانگنا نہیں چاہتی تھی۔ بلکہ مدد مانگنا تو درکنار وہ اُس سے رابطہ بھی کرنا نہیں چاہتی تھی۔

"یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں۔" شوبھا بولی۔ "میں خلوص سے کہہ رہی ہوں کہ تم جب تک چاہو، میرے ہاں رہ سکتی ہو۔ اور اگر تمہیں یہ احساس ستا رہا ہے کہ اس طرح تم مجھ پر بوجھ بنو گی تو اس دوران تم میری اسسٹنٹ کے فرائض انجام دے سکتی ہو۔ تم نے دیکھ لیا ہے کہ مجھ پر کام کا بوجھ کتنا زیادہ ہے لیکن میں نے کوئی اسسٹنٹ نہیں رکھا۔ میرا کام ایسا ہے کہ کسی مرد پر تو میں بالکل ہی بھروسہ نہیں کر سکتی۔ لیکن مجھے کوئی لڑکی بھی بھروسے کی نہیں ملی۔ گھر میں صرف وہ ان پڑھ نوکرانی ہے لیکن اُسے بھی میں اسٹوڈیو اور ڈارک رُوم کے قریب نہیں پھٹکنے دیتی۔ تم مجھے ایک دیانتدار اور مخلص لڑکی معلوم ہوتی ہو، میں تم پر بھروسہ کرنے کا تجربہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر تم پسند کرو تو کل سے کام شروع کر دو، کام کچھ زیادہ مشکل نہیں ہو گا اور تمہیں بے حد دلچسپ بھی محسوس ہو گا۔"

لاجونتی نے بلا تامل یہ پیشکش قبول کر لی اور اس کے بعد وہ تقریباً ہر وقت شوبھا کے ساتھ رہنے لگی۔ کبھی وہ آؤٹ ڈور فوٹوگرافی کے لئے شوبھا کے کیمرے، لائٹس اور ری فلیکٹرز وغیرہ قلیوں یا مزدوروں کی طرح اُٹھا کر اُس کی اسٹیشن ویگن میں رکھتی



اور کبھی سیکرٹریوں کی طرح اُس کے اپائنٹمنٹس کا حساب رکھتی، فون ریسیو کرتی، اس کی طرف سے فون کرتی، اسٹوڈیو اور ڈارک رُوم کی چیزیں اُٹھا اُٹھا کر اُسے پکڑاتی، ہر کام میں اُس کا ہاتھ بٹاتی۔ اُس کی حیثیت گو کہ معمولی نظر آتی تھی لیکن کام بہر حال دلچسپ تھا۔ روزانہ نئے لوگوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا اور خاصے عجیب عجیب تجربات حاصل ہوتے۔ شوبھا کو ہر فیشن شو اور دیگر تقریبات جو کاروباری اعتبار سے اُسے اپنے لئے فائدہ مند نظر آتیں، ان میں وہ ضرور جاتی تھی اور لاجونتی کو بھی ساتھ لے جاتی۔

ایسی ہی ایک تقریب میں اچانک ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں لاجونتی کا سامنا آنند ورما سے ہو گیا۔ شوبھا نے ابھی فوٹوگرافی شروع نہیں کی تھی۔ وہ کچھ لوگوں سے گپ شپ میں مصروف تھی۔ لاجونتی اُس کا فوٹوگرافی کا آدھا سامان اُٹھائے پھر رہی تھی، جب اچانک مہمانوں کی اگلی قطار میں اُس کی نظر آنند ورما پر پڑی۔ اُس نے بمشکل اپنے آپ پر قابو رکھا ورنہ شاید وہ خوشی سے چلا اُٹھتی۔

"ہیلو آنند...... تم یہاں کہاں......؟" وہ اُس کے قریب جا کر بولی۔ اُسے کچھ ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے نا مہرباں دیس میں اُسے کوئی دوست، کوئی غمگسار نظر آ گیا ہو۔ آنند کی شیو خلافِ معمول بڑھی ہوئی تھی اور وہ کچھ پریشان نظر آ رہا تھا۔ لیکن لاجونتی کو دیکھ کر وہ جیسے اپنی پریشانی بھول گیا اور نشست سے اُٹھ کر اُس کے ساتھ ایک گوشے میں آن کھڑا ہوا۔

"میں ممبئی میں آ گیا ہوں۔" اُس نے بتایا۔ "تمہارے آنے کے ایک ہفتہ بعد ہی کملا سے میرا زبردست جھگڑا ہوا اور اُس نے کھڑے کھڑے مجھے گھر سے نکال باہر کیا۔ بھگوان کی بڑی کرپا رہی کہ میں پینٹنگز کا خزانہ وہاں سے ساتھ لانے میں کامیاب ہو گیا۔"

"کس بات پر جھگڑا ہوا؟" لاجونتی نے پوچھا۔

"بس.... یونہی....." وہ ایک اسٹینڈ پر رکھی ہوئی ایش ٹرے میں سگریٹ مسلتے ہوئے بولا۔ "شاید اب اُس کی نظر کرم کسی اور آنند پر ہو رہی ہے۔ بہر حال میرے حق میں شاید یہ اچھا ہی ہوا ہے، میں محسوس کر رہا ہوں جیسے مجھ پر سے کسی نحوست کا سایہ ہٹ گیا ہے۔ پچھلے چند دنوں میں ہی میرے کچھ ایسے لوگوں سے رابطے استوار ہوئے

ہیں جن تک پہنچنے کا میں نے سوچا بھی نہیں تھا، مجھے لگتا ہے کہ اب بہت مختصر سا دور جدوجہد اور مشکلات کا ہوگا، اس کے بعد کامیابی کا سفر شروع ہونے والا ہے۔"

"میری طرف سے پیشگی مبارکباد قبول کرو۔" لاجونتی قدرے افسردگی سے بولی۔

"رہ کہاں رہے ہو؟"

آنند نے کسی اور کے وزیٹنگ کارڈ کے پیچھے اُسے اپنا پتہ لکھ کر دیا اور بولا۔

"رہائش کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے۔ لیکن مجھے اُمید ہے کہ کچھ دن تک خاصی باعزت رہائش میسر آ جائے گی۔ اس کے بعد چاہو تو تم بھی میرے ہاں بطور مہمان آ کر رہ سکو گی۔ ویسے بائی داوے تم یہ کرتی کیا پھر رہی ہو؟" اُس نے لاجونتی کے کندھوں پر لٹکے ہوئے ساز و سامان کی طرف اشارہ کیا۔

"میں شوبھا دیوی کی اسسٹنٹ کے فرائض انجام دے رہی ہوں۔" لاجونتی بولی۔

"میں نے اس عورت کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے، لیکن آج پہلی مرتبہ ہی اسے دیکھا ہے اور وہ بھی دُور سے...... اس کی شہرت کچھ اچھی نہیں ہے، بڑی بات یہ ہے کہ تمہاری بڑی بہن بھی تم سے مخلص نہیں ہے، نہ جانے کیوں وہ تم سے خار کھائے بیٹھی ہے، میں نے اُس کی فون پر گفتگو سنی تھی جو تمہارے متعلق تھی۔ میں پوری بات تو نہیں سن سکا تھا لیکن آخری چند الفاظ سے ہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ تم سے کتنا جلتی ہے، کتنا حسد کرتی ہے، وہ تمہیں ہر حال میں نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔"

لاجونتی کا دل دُکھ سے بھر گیا، اُس کی آنکھوں کے گوشے نم ہونے لگے تھے لیکن دوسرے ہی لمحے اُس نے خود کو سنبھال لیا۔ "خیر، ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ تمہیں شاید شدید قسم کی غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ میری بہن ہے، کوئی دشمن تو نہیں ہے کہ میرے نقصان کے درپے ہو گی۔"

"بہرحال......" آنند اُس کے قریب ہوتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولا۔ "تم پہلی فرصت میں شوبھا سے جان چھڑا لو۔"





وہ چند لمحے خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی۔

"مجبوری ہے۔" لاجونتی بے بسی کے سے انداز میں کندھے اُچکاتے ہوئے بولی۔ "ممبئی میں ابھی کامیابی کا سرا میرے ہاتھ نہیں آیا۔ میں ابھی اپنی پسند کے لوگوں کا انتخاب کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔"

"خیر...... مجھے سیٹ پر جانے دو، پھر میں تمہارے لئے بھی کچھ نہ کچھ ضرور کروں گا۔ لیکن اس وقت تک تم اس عورت کی طرف سے ہوشیار رہنا۔" آنند ورما نے مخلصانہ لہجے میں کہا۔ اُس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ اگر وہ اپنی پریشانیوں میں نہ پھنسا ہوتا تو یقیناً لاجونتی کو اس نامہربان دنیا سے دُور کسی گوشۂ عافیت میں لے جاتا۔ لیکن اس وقت شاید لاجونتی خود جانا پسند نہ کرتی۔ اُسے ایسے دوست پسند نہیں تھے جو پہلے تحفظات ڈھونڈتے ہیں اور پھر دوستوں کی مدد کرتے ہیں۔

اسی اثناء میں شوبھا اُن کے قریب آ گئی۔ لاجونتی نے اُس سے آنند ورما کا تعارف کرانے کی کوشش کی تو وہ بات کاٹتے ہوئے بولی۔ "میں انہیں غائبانہ جانتی ہوں، یہ اُبھرتے ہوئے آرٹسٹ آنند ورما ہیں، اور میری پیش گوئی ہے کہ یہ بہت جلد زیادہ 'اُبھرنے' میں کامیاب ہو جائیں گے۔" اُس نے خود ہی محظوظ ہوتے ہوئے بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔

آنند نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا اور دھیمے لہجے میں کہا۔ "آپ کے منہ میں گھی شکر۔"

شوبھا میں یہ بھی خوبی تھی کہ آدمی خواہ کسی بھی شعبے کا ہوتا، اگر اس کا تھوڑا بہت بھی نام ہوتا تو وہ اُس کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات ضرور رکھتی تھی۔ دفعتہً شوبھا نے آنکھیں سکیڑ کر لاجونتی کی طرف دیکھا۔

"لیکن تم انہیں کیسے جانتی ہو؟"

"یہ بھی کملا کے دوست ہیں۔ اُس کے ہاں ان سے تعارف ہوا تھا۔" لاجونتی نے بتایا۔

"دوست تھا......" آنند نے خود ہی تصحیح کر دی۔ "کملا سے دوستی بہت مہنگی پڑتی ہے۔ ہر کوئی اُس کی دوستی افورڈ نہیں کر سکتا۔"

"اور دشمنی بھی۔" شوبھا نے اضافہ کیا۔

"اس کا ابھی تجربہ نہیں ہوا۔" آنند نے مسکراتے ہوئے کہا۔

شوبھا کی دلچسپی گفتگو میں ختم ہو چکی تھی۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد لاجونتی سے مخاطب ہوئی۔ "میرا خیال ہے ہمیں ایکشن میں آ جانا چاہئے۔ حسین، دولت مند اور جانے پہچانے، سبھی طرح کے چہرے جمع ہو چکے ہیں۔"

لاجونتی نے پیروں کے پاس رکھا ہوا فوٹوگرافی کے ساز و سامان سے بھرا ہوا بیگ اُٹھا کر کاندھے پر رکھا۔ پھر شوبھا آنند ورما کی طرف دیکھ کر پیشہ ورانہ خوش خلقی سے مسکراتے ہوئے بولی۔ "آپ سے پھر ملاقات ہوگی۔"

وہ دونوں آگے بڑھ گئیں اور دوسرے فوٹوگرافرز کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہو گئیں۔ ایسی ہی تقریبات میں شوبھا بڑے بڑے گھرانوں کی بعض خوبصورت لڑکیوں کو بھی ماڈلنگ کے لئے آمادہ کر لیتی تھی اور اُنہیں اپنے اسٹوڈیو میں مدعو کر لیتی تھی۔ فیشن میگزینز میں ایسی لڑکیوں کی رنگین تصویریں بہت اچھے داموں بک جاتی تھیں اور ان لڑکیوں کو کوئی معاوضہ بھی نہیں دینا پڑتا تھا بلکہ اُلٹا بڑے گھرانوں میں شوبھا کی شناسائی کا دائرہ اور وسیع ہو جاتا تھا۔

اس تقریب سے واپس آنے کے بعد بھی لاجونتی کے ذہن میں آنند کی تنبیہ گونجتی رہی۔ لیکن دوسرے دن سے مصروفیات کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ وہ اس تنبیہ کو بالکل بھول گئی اور ان مصروفیات میں اُس کا دل بھی خوب لگنے لگا تھا۔ شوبھا کا کام اُسے بڑا پُرکشش معلوم ہونے لگا۔ اُس کے دل میں یہ خواہش بھی جاگنے لگی کہ وہ فوٹوگرافی کا کام مکمل طور پر سیکھ لے، اس کام سے بھی مستقبل کو تابناک بنایا جا سکتا ہے...... لیکن صاف ستھری فوٹوگرافی۔ ایسی نہیں، جیسی شوبھا کبھی کبھی غیر ملکی رسالوں کے لئے



کرتی تھی۔

ویسے بھی جب سے لاجونتی نے ہر وقت شوبھا کے ساتھ رہنا شروع کیا تھا، وہ دن بہ دن اُس سے مانوس ہوتی جا رہی تھی اور شوبھا اُسے ایک بے ضرر سی عورت معلوم ہونے لگی تھی۔ دن رات محنت کرنے والی ایک کامیاب مگر بے ضرر عورت۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے وہ کچھ بھی کر گزرنے کی قائل معلوم ہوتی تھی، لیکن لاجونتی کو کم از کم اپنے لئے اُس کی ذات سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا تھا۔

لیکن ایک روز اُس کے تمام اندازے غلط ثابت ہو گئے۔

پچھلی رات اُنہوں نے جاگ کر گزاری تھی۔ اس لئے دن چڑھے تک وہ سوتی رہی۔ تاہم شوبھا، لاجونتی سے پہلے بیدار ہو چکی تھی۔ لاجونتی کی آنکھ کھلی تو شوبھا اُس کے لئے کافی بنا لائی۔ وہ اس وقت سلیپنگ گاؤن میں ہی تھی۔ وہ خود بھی اُس کے قریب ہی قالین پر پڑے ہوئے ایک موٹے سے کشن پر بیٹھ کر کافی کی چسکیاں لینے لگی۔ گزشتہ رات اُنہوں نے دو ماڈل لڑکیوں کی تصویریں بنائی تھیں اور رات گئے تک جاری رہنے والی ایک تقریب میں بھی شرکت کی تھی۔ ان سب چیزوں کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں، لیکن عجیب بات یہ تھی کہ بغیر دودھ کے تلخ اور سیاہ کافی جوں جوں لاجونتی کے حلق سے اُتر رہی تھی، اُس کی سستی دُور ہونے کی بجائے آنکھیں اور بھی بوجھل ہوئی جا رہی تھیں۔ اُس پر غنودگی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ اُس نے یہی سمجھا کہ شاید ابھی اُسے مزید نیند کی ضرورت ہے۔ پھر باتیں کرتے کرتے اُس کی زبان لڑکھڑانے لگی۔

"ش.....شوبھا..... د.....دیوی..... مجھے..... کک..... کیا ہو رہا ہے.....؟" اُس نے آنکھیں کھلی رکھنے کی بے انتہا کوشش کی۔ اُسے شوبھا کا دُھندلا سا چہرہ دکھائی دیا جس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس لمحے لاجونتی کو شوبھا کا مسکراتا ہوا دُھندلا سا چہرہ انتہائی بھیانک معلوم ہوا۔ خوف کی ایک شدید لہر اُس کے پورے جسم میں بجلی کے کوندے کی طرح لہرا گئی۔ اُس نے ذہن پر چھاتی دُھند اور غنودگی کو بھگانے کے لئے پوری قوت مجتمع کر کے سر کو جھٹکنے کی کوشش کی، اور اسی کوشش میں

بالآخر لڑھک کر بستر پر گر گئی اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئی......!



اُس کی آنکھ کھلی تو کمرے میں اندھیرا تھا۔ بمشکل ہاتھ بڑھا کر اُس نے ٹیبل لیمپ روشن کیا تو اُسے ہر چیز دُھندلی دُھندلی سی دکھائی دی۔ اُس کا ذہن گویا آسمان اور زمین کے درمیان ہلکورے لے رہا تھا۔ لیکن پھر بھی اتنا تو وہ محسوس کر سکتی تھی کہ وہ جس حالت میں سوئی تھی، اس حالت میں نہیں تھی۔ اُس کا سلیپنگ گاؤن ایک کونے میں پڑا کوئی ناقابل بیان کہانی سنا رہا تھا۔

کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو سنبھال کر وہ اُٹھی اور سب سے پہلے اُس نے یوں بے صبری سے لباس کی پناہ ڈھونڈی جیسے ہزاروں نادیدہ آنکھیں اُسے دیکھ رہی ہوں۔ پھر وہ بستر پر بیٹھ کر یوں ہانپنے لگی جیسے کسی درندے سے جان بچا کر بہت دُور سے دوڑتی آئی ہو۔ اُس نے گھڑی دیکھی تو اندازہ ہوا کہ وہ دس گھنٹے سے زیادہ سوتی رہی تھی۔ اُس کا سر اب بھی بھاری تھا۔ حلق میں کڑواہٹ سی گھلی محسوس ہو رہی تھی اور حواس صحیح طور پر کام نہیں کر رہے تھے۔

دفعتہً اُس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر پڑی۔ میز پر کوارٹر سائز کے کلر پرنٹس کی ایک خاصی موٹی گڈی رکھی تھی۔ اُس کا دل پہلے ہی کسی انجانے خدشے سے دھڑک رہا تھا۔ اُس نے گڈی اُٹھائی اور سب سے پہلے اوپر کی تصویر دیکھ کر ہی اُس کی آنکھوں کے سامنے ایک بار پھر اندھیرا سا چھانے لگا۔ اُسے لگا وہ دوبارہ تاریکیوں کی گود میں سو جائے گی، گہری نیند......!

وہ بالکل تازہ پرنٹس تھے۔ انہیں شاید ڈرائیر میں بھی پورا وقت نہیں دیا گیا تھا۔ ان میں ہلکی سی نمی باقی تھی۔ شوبھا نے اپنے ایئر کنڈیشنڈ ڈارک رُوم میں ہی کلر پرنٹس کے لئے بھی چھوٹا پلانٹ لگا رکھا تھا۔ چھوٹی سی اس کمپیوٹرائزڈ مشین پر لاجونتی بھی شوبھا کے ساتھ کام کر چکی تھی اور کئی بار سوچ چکی تھی کہ ایک روز اس مشین سے اُس کی بھی رنگ برنگی، مبہوت کر دینے والی، تہلکہ مچا دینے والی تصویریں برآمد ہوں گی۔

لاجونتی کے ہاتھوں میں موجود تصویریں رنگ برنگی بھی تھیں، مبہوت کر دینے والی بھی اور تہلکہ بھی مچا سکتی تھیں۔ لیکن یہ وہ تصویریں نہیں تھیں جن کا لاجونتی خواب



دیکھتی تھی۔ ان تصویروں نے تو اُس کے رگ و پے میں خوف کی سرد سی لہر دوڑا دی تھی۔

عجیب بات یہ تھی کہ ان تصویروں کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ اُس کی لاعلمی میں کھینچی گئی تھیں۔ دیکھنے والی ہر آنکھ بلاشبہ یہی فیصلہ دیتی کہ اُس نے بہ رضا و رغبت، تصویروں میں مزید جاذبیت اور دلکشی پیدا کرنے کے لئے مدہوشی اور وارفتگی کی ایکٹنگ کرتے ہوئے پوز بنائے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض تصویروں میں تو اُس کی آنکھیں بھی نیم وا تھیں اور ہونٹوں پر دھیمی سی، مخمور مسکراہٹ تھی۔ اُسے ذرا بھی اندازہ نہیں تھا کہ سب کچھ کیونکر ہوا تھا۔

اُسے یہ تو معلوم تھا کہ شوبھا اونچے درجے کی فوٹو گرافر تھی، لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ اتنی اونچی ''کلاکار'' تھی۔ اُس کی دیدہ دلیری بھی کچھ کم قابل داد نہیں تھی۔ اُس نے اس بات کو خفیہ رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ لاجونتی کو اُس نے درحقیقت کس مقصد کے لئے کافی میں کوئی چیز پلا کر بے ہوش کیا تھا۔ بلکہ وہ گویا اپنی ''کارکردگی'' کی داد لینے کی غرض سے تصویریں لاجونتی کے ملاحظے کے لئے اُس کے سرہانے رکھ گئی تھی۔

اپنی بچی کھچی توانائی کسی طرح مجتمع کر کے وہ اُٹھی اور تصویریں ہاتھ میں لئے باہر آئی۔ پراسرار سی سیاہ فام ملازمہ لاؤنج میں بیٹھی خاموشی سے اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''شوبھا کہاں ہے؟'' لاجونتی نے چیخ کر یہ سوال کرنا چاہا تھا، لیکن اُس کا گلا خشک تھا۔ محض کھر کھراتی ہوئی سی آواز نکلی۔

''پتہ نہیں مس۔'' ملازمہ نے لاتعلقی سے سر ہلایا اور نظر جھکا کر ناخن کریدنے لگی۔ لاجونتی نے اضطراری انداز میں تصویریں پھاڑ کر وہیں لاؤنج میں پھینک دیں اور ڈارک رُوم کی طرف چل دی۔ اُسے موہوم سی اُمید تھی کہ شاید وہ تصویروں کے نگیٹو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اُسے اندیشہ تھا کہ شوبھا نے اُس کی ٹرانسپیرنسیاں بھی ضرور تیار کی ہوں گی۔

ڈارک روم اور اسٹوڈیو دونوں مقفل تھے اور چابیوں کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ شوبھا کی

اسٹیشن ویگن کی چابیاں بھی گھر میں کہیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ویگن میں ہی کہیں گئی تھی۔ اُس کی ہندوستانی ساخت کی موریس کار کی چابیاں البتہ اُس کے کمرے میں ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی تھیں۔ لاجونتی نے وہ چابیاں اُٹھا لیں اور اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ سیاہ فام ملازمہ خاموش بیٹھی اُس کی نقل وحرکت دیکھ رہی تھی۔

اپنے کمرے میں آ کر لاجونتی ایک بار پھر بیڈ پر ڈھیر ہو گئی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ شاید اُس نے تصویریں پھاڑ کر غلطی کی ہے۔ اُسے تصویریں لے کر پولیس اسٹیشن چلے جانا چاہئے تھا اور شوبھا کے خلاف رپٹ درج کرانا چاہئے تھی۔ لیکن پھر وہ اسی نتیجے پر پہنچی کہ اُس نے ایسا نہ کر کے اچھا ہی کیا تھا۔ اُسے تو اپنے علاقے کے پولیس اسٹیشن کا محل وقوع بھی معلوم نہیں تھا۔ پوچھتی پاچھتی وہ وہاں تک پہنچ بھی جاتی تو اس کے بعد ایک نئی ہی کہانی شروع ہو جاتی۔ ثبوت کے طور پر تصویریں پیش کرنا ضروری تھا۔ تھانے میں تصویریں نہ جانے کتنے ہاتھوں میں گردش کرتیں۔ پولیس والے انہیں کن نظروں سے دیکھتے؟ معلوم نہیں اس کی بات کا یقین بھی کیا جاتا یا نہیں؟

پھر شاید یہ کہانی اخباروں میں بھی آ جاتی۔ شاید کوئی اخبار ان تصویروں پر کہیں کہیں سیاہ پٹیاں چپکا کر انہیں چھاپ بھی ڈالتا۔ بہت سے اخباروں کا تو کام ہی ایسے اسکینڈلز تلاش کرنا تھا۔ اگر اس کے بعد کوئی قانونی کارروائی ہوتی بھی تو کیا وہ اس کی متحمل ہو سکتی تھی؟ ''نہیں، نہیں......'' اُس نے خود ہی نفی میں سر ہلا کر اپنے اس خیال کی تردید کر دی۔

اُس کے اعصاب میں ابھی تک ارتعاش تھا اور وہ جو ایک مجبور سا غصہ اُس کی رگ و پے میں اُبل رہا تھا، اس کے باعث بھی گویا اُسے اپنے ہاتھ پیروں پر قابو نہیں رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے بار بار اندھیرا سا چھایا جا رہا تھا۔ کافی دیر سوچنے کے بعد بالآخر اُس نے کانپتے ہاتھوں سے بمشکل تمام ایک پرچے پر صرف اتنا لکھا۔

''شوبھا!

تمہیں ایشور کا واسطہ...... یا اگر تم کسی بھی دیوتا کو مانتی ہو تو تمہیں اُس کا



واسطہ...... میری تصویریں کسی بھی ملکی یا غیر ملکی اخبار یا رسالے کو چھپنے کے لئے مت دینا۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔

فقط وہی...... جس نے تم پر اعتبار کر لیا تھا۔''

لاجونتی کو اپنے جو ملبوسات اور دیگر سامان سامنے نظر آیا وہ اُس نے بیگ میں ٹھونس لیا۔ باقی چیزیں تلاش کرنے کی اُس نے زحمت نہیں کی اور پرچہ اپنی ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ کر بیگ اُٹھا کر وہ اپارٹمنٹ سے نکل آئی۔ ملازمہ نے اُسے روکنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی کچھ پوچھا۔ بس خاموش بیٹھی اُسے جاتے دیکھتی رہی۔

نیچے گلی میں اپارٹمنٹ ہاؤس سے چند قدم کے فاصلے پر شوبھا کی ہندوستانی موریس کھڑی تھی جو کافی دنوں سے استعمال نہیں ہوئی تھی اور اُس پر گرد کی تہ جمی ہوئی تھی۔ لاجونتی نے بیگ اندر پھینکا اور اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ گاڑی ذرا دقت سے اسٹارٹ ہوئی، لیکن چند لمحے بعد عمدگی سے چلنے لگی۔ لاجونتی کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں جانا چاہتی تھی۔ لیکن بار بار دُھندلا جانے والی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر راستہ دیکھتے ہوئے وہ بس ڈرائیونگ کئے جا رہی تھی۔ وہ شوبھا کے گھر سے زیادہ سے زیادہ دُور نکل جانا چاہتی تھی۔ اُسے ابھی تک ممبئی کے زیادہ راستوں سے شناسائی نہیں تھی۔ کبھی وہ کسی جانی پہچانی سڑک پر نکل آتی اور کبھی ان دیکھی سڑک پر۔ اچانک اُسے کچھ یاد آیا۔ گاڑی سڑک کے کنارے روک کر اُس نے اپنا بیگ ٹٹول کر وہ وزیٹنگ کارڈ نکالا جس کی پشت پر آنند ورما نے اپنا ایڈریس لکھ دیا تھا۔

پوچھتی پاچھتی بالآخر وہ اس ایڈریس پر جا پہنچی۔ وہ اوسط درجے کا ایک اپارٹمنٹ ہاؤس تھا۔ لاجونتی وہاں پہنچی تو رات کے بارہ بج چکے تھے۔ گلیوں میں سناٹا چھانے لگا تھا۔ آنند کا فلیٹ تیسری منزل پر تھا۔ ایک منزل کی سیڑھیاں چڑھ کر ہی لاجونتی کی ٹانگیں کانپنے لگیں لیکن کسی نہ کسی طرح وہ اپنے آپ کو گھسیٹتی ہوئی تیسری منزل تک پہنچ گئی۔ اس وقت اُسے صحیح طور پر کھڑے ہونا بھی دُشوار معلوم ہو رہا تھا۔ اُسے اپنا سر بار بار دائیں بائیں ڈھلکتا محسوس ہو رہا تھا۔ اُس کی گردن گویا سر کا بوجھ اُٹھانے سے قاصر تھی۔ وہ بہ مشکل اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھی۔ بظاہر اُس کی حالت بدمست شرابی کی سی تھی، لیکن وہ بدمست شرابی کی طرح اپنے آپ سے بیگانہ و بے

خودنہیں تھی۔

اُس کے اندر جو اذیت ناک شکست و ریخت جاری تھی اس کا اُسے اچھی طرح احساس تھا۔ مگر کوشش کے باوجود اُس کے اعضاء، اُس کے اعصاب اُس [illegible] کے مطابق کام نہیں کر رہے تھے۔ پھر اُسے یاد آیا کہ بے ہوشی کی دوا اور صدمے کے اثرات تو اپنی جگہ تھے ہی مگر تین وقت سے اُس نے کچھ کھایا بھی تو نہیں تھا۔

آنند کا فلیٹ اندھیرے میں ڈوبا ہوا نظر آ رہا تھا، لیکن لاجونتی چھوٹتے ہی اپنے آپ کو مایوسی کی دلدل میں دھکیلنا نہیں چاہتی تھی۔ اُس نے کال بیل بجائی، پھر دستک دی، مگر کوئی جواب نہ آیا۔ گہرا سکوت گویا بھیانک جبڑے کھولے اُسے نگل لینے کے لئے بے تاب تھا۔

دفعتہً سامنے والے فلیٹ کا دروازہ کھلا اور دو شاطر سے نوجوانوں نے باہر جھانکا۔ لاجونتی کو دیکھ کر اُن کی لومڑی جیسی آنکھوں میں چمک کچھ اور بڑھ گئی اور وہ باہر راہداری میں آ گئے۔

''آپ آنند ورما صاحب سے ملنے آئی ہیں؟'' اُن میں سے ایک نے اپنے کان کی لو سے کھیلتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں......'' لاجونتی کے حلق سے بمشکل آواز نکلی۔ ''کیا وہ گھر پر نہیں ہیں؟''

''نہیں، وہ تو آج صبح ہی کی فلائٹ سے دِلّی گئے ہیں۔ بہت بڑی نمائش ہے اُن کی تصویروں کی وہاں۔ اُنہیں تو شاید واپسی میں پندرہ دن سے بھی زیادہ لگ جائیں۔''

''اچھا...... ٹھیک ہے...... میں چلتی ہوں۔'' لاجونتی سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ اپنے آپ پر قابو رکھنے کی تمام تر کوشش کے باوجود اُس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ دونوں نوجوان دلچسپی آمیز نظروں سے اُس کا جائزہ لے رہے تھے۔

''نشے میں لگتی ہے۔'' ایک نے دوسرے سے سرگوشی کی۔

''ہوں......'' دوسرے نے پُرخیال نظروں سے اپنے ساتھی کو دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارے ہوئے اور وہ جلدی سے کچھ آگے بڑھ کر بظاہر سہارا دینے کے سے انداز میں لاجونتی کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔



''اگر آپ کو کوئی پرابلم ہے تو آپ ہمارے ہاں آ جائیں...... ٹھہرنا ہو تو آپ ہمارے ہاں ٹھہر جائیں آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔''

''جی نہیں...... اس کی کوئی ضرورت نہیں۔'' وہ بصد مشکل قدرے سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے بولی اور ریلنگ تھام کر سیڑھیاں اُترنے لگی۔ اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ انجام کی پرواہ کئے بغیر ایک ہی چھلانگ لگا کر نیچے پہنچ جائے۔

پھر یہ دیکھ کر اُس کا دل کنپٹیوں میں دھڑکنے لگا کہ دونوں نوجوان آہستہ آہستہ اُس کے پیچھے آ رہے تھے۔ پھر اُن میں سے ایک گویا اُسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

''آپ اتنی رات گئے کہاں پریشان ہوتی رہیں گی، آپ ہم سے ڈریں نہیں، ہم بھی آنند ورما کے پرستاروں میں سے ہیں...... آرٹ کے بڑے قدر دان اور شیدائی ہیں۔''

لاجونتی نے کوئی جواب نہ دیا۔ غنیمت تھا کہ اُنہوں نے ابھی دست درازی نہیں کی تھی۔ شاید اُنہیں اُمید تھی کہ یونہی بات بن جائے گی۔ تین منزلوں کی سیڑھیوں کا سفر لاجونتی کو تین صدیوں پر محیط محسوس ہوا۔ نیچے پہنچ کر اُس نے جلدی سے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اندر ڈھیر ہو کر دروازہ مقفل کر لیا۔ دونوں نوجوان ذرا پیچھے، عمارت کے کمپاؤنڈ میں ہی کھڑے رہ گئے۔ اُن کے چہروں پر مایوسی تھی۔ شاید اُنہیں توقع نہیں تھی کہ لاجونتی گاڑی میں آئی ہو گی۔

چند لمحے بعد گاڑی ایک بار پھر گم کردہ راہ مسافر کی طرح سڑکوں پر چکرا رہی تھی۔ بڑی بڑی سڑکوں پر ابھی گاڑیوں کا اژدھام تھا۔ اُن کی ہیڈ لائٹس لاجونتی کو ہوا میں ہلکورے لیتے ہوئے زرد اور دُھندلے ستاروں کی طرح دکھائی دے رہی تھیں۔ ہر گاڑی گویا سلوموشن میں چل رہی تھی۔ کبھی کبھی یکدم اُس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگتا۔ تب وہ جلدی سے ذرا آگے کو جھک کر اسٹیئرنگ وہیل کو مضبوطی سے تھام لیتی، سر کو جھٹکے دیتی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر راستہ دیکھنے کی کوشش کرتی۔ تب گویا اندھیرے کا عفریت اُس پر ترس کھا کر کسی اور سمت نکل جاتا۔

اُسے احساس تھا کہ وہ صحیح طرح ڈرائیو نہیں کر رہی تھی۔ گاڑی شاید کچھ لہرا بھی

رہی تھی۔ اُسے حیرت بھی تھی کہ اب تک کسی ٹریفک کانسٹیبل نے اُسے روکا کیوں نہیں تھا۔ وہ کسی ویران سڑک پر نکلنا چاہتی تھی اور اس وقت تک ناک کی سیدھ میں سفر کرنا چاہتی تھی جب تک بے خبری اُسے اپنی آغوش میں نہ لے لیتی۔ گاڑیوں کے ہارن اُس کے اِردگرد بار بار بج رہے تھے۔ اُسے ان کا احساس تھا مگر ان کی آوازیں گویا کسی دُور دراز مقام سے یا کسی کنوئیں کی تہ سے آ رہی تھیں۔

پھر وہ ایک چوڑی چکلی صاف ستھری شاہراہ پر نکل آئی۔ یہاں دو رویہ مرکری لائٹس لگی ہوئی تھیں۔ یہ سڑک اُسے کچھ جانی پہچانی سی لگی۔ اُسے کچھ کچھ یاد آ رہا تھا کہ شوبھا کے ساتھ وہ کسی ایکٹریس کی تصویریں بنانے کے لئے اس علاقے میں آئی تھی، لیکن اُسے یہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ یہ جوہو کا علاقہ تھا یا باندرہ کا؟ اور وہ کس طرف مڑ کر کہاں تک گئی تھی۔

وہ سیدھی چلتی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ شاید اس طرح سفر کرتے کرتے بالآخر وہ گاڑی سمیت سمندر میں اتر جائے۔ ہیڈ لائٹس کے زرد ستارے حالانکہ دوسری طرف کی سڑک پر تھے، مگر اُسے وہ اپنی آنکھوں کے عین سامنے ہلکورے لیتے محسوس ہو رہے تھے۔ ایک موڑ پر پہنچ کر ان ستاروں کی تعداد بہت کم ہوگئی۔ وہاں سڑک پر مرکری لائٹس بھی نہیں تھیں۔ عجیب سا سناٹا اور اندھیرا تھا۔ دُور کہیں جیسے بار بار کوئی ہارن بج رہا تھا۔ مگر پھر موڑ کاٹتے وقت اندھیرے نے اچانک جبڑے کھول کر لاجونتی پر چھلانگ لگائی اور اسٹیئرنگ خود بخود لاجونتی کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ اُسے کچھ کچھ احساس تھا کہ شاید اُس کی گاڑی نے بڑے آرام سے سلوموشن میں قلابازی کھائی تھی۔ اس دوران نہ جانے کس طرح شاید اُس نے خود ہی دروازہ بھی کھول لیا تھا۔

پھر اُسے دُھندلا دُھندلا سا احساس ہوا کہ شاید وہ کچی مٹی پر پڑی تھی۔ نم آلود کچی مٹی کا خنک سا لمس اُسے بے حد بھلا محسوس ہوا۔ اس مٹی پر رخسار ٹکا کر اُس نے آنکھیں بند کر کے آرام کی نیند سو جانا چاہا۔ مگر کوئی احمق شاید اُسے بار بار جھنجھوڑے جا رہا تھا اور اُس سے احمقانہ سے سوال کئے جا رہا تھا۔ اُس کی آواز گویا اُفق کے پار سے آ رہی تھی۔

''تمہارا بازو درد تو نہیں کر رہا......؟ تم اپنی ٹانگ سیدھی کر سکتی ہو......؟ تمہاری



گردن کے نیچے درد تو نہیں ہے......؟ تم میری آواز سن رہی ہو......؟''

لاجونتی نے دیکھنے کی کوشش کی۔ اُسے ایک ہیولا سا اپنے اوپر جھکا ہوا نظر آیا، مگر پھر یہ ہیولا بھی اندھیرے میں تحلیل ہو گیا۔ شاید اُس کی آنکھیں خود بخود بند ہو گئی تھیں۔ شاید وہ گہری نیند سو گئی تھی......!



کملا اپنی کار میں پونا سے ممبئی کی طرف محوِ سفر تھی۔ ہائی وے پر ٹریفک کچھ زیادہ نہیں تھا۔ موسم بھی خوشگوار تھا اور کملا کا موڈ تھی۔ اور یہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ کملا کا موڈ شاذ و نادر ہی خوشگوار ہوا کرتا تھا۔ ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ ہلکے سے گنگنا بھی رہی تھی۔

اچھا ہی ہوا تھا کہ کل اُس نے بیٹھے بٹھائے یونہی شوبھا کو فون کر لیا تھا۔ اُسے اس وقت بھی اپنی اور شوبھا کی گفتگو تقریباً لفظ بہ لفظ یاد تھی۔ رسمی جملوں کے تبادلے کے بعد اُس نے کہا تھا۔

''بھئی شوبھا، معاف کرنا...... میں تو اس حسن کی پوٹلی کو تمہارے پاس بھیجنے کے بعد اتنی مصروف رہی کہ کچھ اتا پتا ہی نہیں لے سکی۔ سناؤ، تم نے اُس معصوم فتنے کے حسن سے کچھ استفادہ کیا یا نہیں؟''

''کملا، یہ بات ماننی پڑے گی کہ لڑکی تو تم نے واقعی لاجواب بھیجی تھی۔'' شوبھا ہنستے ہوئے بولی۔ ''بہت مدت کے بعد ایسی خوبصورت چیز نظر سے گزری تھی، لیکن اس کے بارے میں تمہاری رپورٹ کچھ صحیح نہیں تھی۔ بقول تمہارے وہ تو کامیابی کی خاطر آنکھیں بند کر کے ہر دلدل میں کود جانے کے لئے تیار تھی، لیکن یہاں تو اُس نے بڑی اڑی دکھائی۔ کسی طرح موم ہی ہو کر نہیں دی۔''

''تو کیا تم ابھی تک اس کی تصویریں نہیں اتار سکیں؟'' کملا کے لہجے میں مایوسی جھلک آئی۔

''نہیں، اب ایسی بھی بات نہیں۔'' شوبھا بے پروائی سے ہنس کر بولی۔ ''گھر آیا ہوا اتنا حسین شکار ہاتھ سے نکل جاتا تو شوبھا دیوی اپنی زندگی پر لعنت بھیجتی رہتی۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ...... تم نے بالآخر اُس کی تصویریں اُتار ہی لیں...... کس

کس میگزین کو بھیجیں؟'' کملا نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

''کسی کو بھی نہیں۔'' شوبھا ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ''کام کچھ زیادہ اچھے طریقے سے نہیں ہوا۔ اُسے خواب آور دوا دے کر تصویریں اُتارنا پڑیں۔ وہ جب ہوش میں آئی تو میں گھر پر نہیں تھی۔ اُس نے کچھ زیادہ ہی شدید ردِعمل ظاہر کیا۔ میری گاڑی لے کر نہ جانے کہاں کے لئے نکل کھڑی ہوئی۔ گاڑی تو خیر بعد میں باندرہ کے علاقے سے پولیس کے توسط سے ایکسیڈنٹ شدہ حالت میں مل گئی۔ میں نے تو لاعلمی ظاہر کر دی کہ میری گاڑی بلڈنگ کے پیچھے کھڑی تھی معلوم نہیں کب کون چرا کر لے گیا ہوگا اور ایکسیڈنٹ کر بیٹھا ہوگا۔ بہرحال اس کے بعد سے لاجونتی کا کوئی پتہ نہیں۔''

کملا کو گویا یہ سب کچھ سن کر بھی لاجونتی کے بارے میں کوئی تشویش نہیں ہوئی۔ اُس کا ذہن تو بس ایک ہی چیز میں پھنسا ہوا تھا۔ ''لیکن تصویریں تو تمہارے پاس محفوظ ہیں نا؟''

''ہاں، نگیٹو اور ٹرانسپیرنسیاں ہیں۔ خاصی تعداد میں ہیں اور بڑے معرکے کی چیزیں ہیں۔'' شوبھا شاطرانہ سے لہجے میں بولی۔

''تو پھر انہیں کہیں بھیج کیوں نہیں رہیں؟'' کملا نے پوچھا۔

''لاجونتی پر ترس آ گیا ہے۔ اچھی خاصی لڑکی ہے وہ۔ معلوم نہیں تم کیوں اُس سے خار کھائے ہوئے ہو۔''

''اس بات کو چھوڑو۔'' کملا ملائمت سے بولی۔ ''اگر ان تصویروں کو کہیں استعمال نہیں کر رہی ہو تو پھر مجھ سے سودا کر لو۔ اتنی محنت کے بعد ایک چیز کو ضائع کرنے کا کیا فائدہ؟''

شوبھا ایک لمحے کے لئے خاموش ہوگئی۔ شاید وہ اس معاملے کے تمام پہلوؤں پر غور کر رہی تھی۔ بالآخر وہ کوئی خاص دلچسپی ظاہر کئے بغیر بولی۔ ''ہاں...... اس پیشکش پر غور کیا جا سکتا ہے۔ لاجونتی نے میرے نام ایک رقعہ چھوڑا تھا جس میں اُس نے منت کی تھی کہ میں اُس کی تصویروں کو کہیں چھپواؤں نہیں۔ میں نے اُس کی التجا مان لی تھی لیکن کسی فرد سے ذاتی حیثیت میں تو ان کا سودا ہو سکتا ہے... تم کتنی رقم دو گی؟''



''تم اپنی ڈیمانڈ بتاؤ۔'' کملا پُرسکون لہجے میں بولی۔

''چھ ہزار تو میرا گاڑی کی مرمت پر ہی خرچ آ گیا ہے۔ وہ نقصان بھی اسی چکر میں ہوا ہے نا......''

''تم تفصیلی حساب کتاب چھوڑو، اپنی ڈیمانڈ بتاؤ۔'' کملا کا لہجہ پیشہ ورانہ تھا۔ وہ کم سے کم وقت میں بڑے سے بڑے کاروباری سودے طے کرنے کی قائل تھی۔

''تیس ہزار......'' شوبھا بولی۔

''میں بیس ہزار دوں گی۔'' کملا بولی۔ ''تمہارا اس کام میں ماڈلنگ پر بھی کچھ خرچ نہیں ہوا ہے، ورنہ میں تمہارا مطالبہ مان لیتی۔''

بالآخر پچیس ہزار پر سودا طے پا گیا۔ کملا اس وقت قیمت ادا کر کے ''مال'' وصول کرنے کے لئے ممبئی جا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ اُسے دوسرے بھی کئی کام نمٹانے تھے مگر سب سے زیادہ خوشی اُسے اسی کام کی تھی۔



''اب تمہاری طبیعت کیسی ہے پراسرار حسینہ؟''

لاجونتی نے اپنے قریب ہی کسی کو کہتے سنا۔ لہجے میں خلوص، گرمجوشی اور ایک عجیب سے رنگ دوستی کی جھلک تھی جس سے لاجونتی کو تحفظ کا سا احساس ہوا۔ ورنہ اب تک اُس کا خیال یہی تھا کہ ممبئی کے انسانوں میں خلوص یا گرمجوشی نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی اور نہ ہی ایک حسین اجنبی لڑکی کے لئے ان کے پاس کوئی ایسا جذبہ ہوتا ہے جس سے اُسے تحفظ کا احساس ہو سکے۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں۔ اور اس لہجے نے اُسے اتنا سکون بخشا تھا کہ اُس کا آنکھیں کھولنے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔

''طبیعت......؟'' وہ زیرِ لب بولی۔ ''مجھے کچھ اندازہ نہیں...... شاید ٹھیک ہی ہے...... یا شاید خراب ہے۔''

''بہت خوب......'' وہ دھیرے سے ہنسا۔ ''یہ تو ڈاکٹر کو کنفیوژ کرنے والا جواب ہے۔ خیر، فی الحال میں تمہاری آنکھیں چیک کرنا چاہتا ہوں۔ آنکھیں پوری طرح کھول لو اور چھت کی طرف نظر جمانے کی کوشش کرو۔''

لاجونتی نے بادل ناخواستہ اُس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اور تبھی اُسے اندازہ ہوا کہ وہ

ایک صاف ستھرے کمرے میں صاف ستھرے بستر پر تھی۔ ہوا میں جراثیم کش ادویات کی بو پھیلی ہوئی تھی، مگر یہ بو دھیمی اور خاصی خوشگوار تھی۔ پھر کوئی اُس پر جھکا تو کلون کی مہک اُس کے حواس میں بیداری پیدا کر گئی۔ نیلی شرٹ اور سفید اوور آل میں وہ ایک پختہ عمر کا وجیہہ اور دراز قد ڈاکٹر تھا۔ وجاہت سے زیادہ بڑی خوبی اُس کی شخصیت میں یہ تھی کہ اُس کا چہرہ واقعی ایسا تھا جیسا ایک ڈاکٹر کا ہونا چاہئے۔ ایک آئیڈیل ڈاکٹر کا۔ اس پر مشفقانہ مسکراہٹ، طمانیت اور ایک ایسی بے عنوان سی اپنائیت موجود تھی جسے دیکھ کر اپنے دُکھ بھول جانے کو جی چاہتا تھا۔

اُس نے ایک ٹارچ سے لاجونتی کی آنکھوں کا معائنہ شروع کیا جس سے روشنی پتلی سی لکیر کی صورت میں نکل رہی تھی۔ ساتھ ہی دھیمے لہجے میں وہ باتیں بھی کرتا جا رہا تھا۔ ''کتنی خوش قسمت ہو تم...... جس انداز میں تمہاری گاڑی کھمبے سے ٹکرائی اور ٹکرا کر الٹی تھی اس قسم کے حادثوں میں نوے فیصد کار ڈرائیور کی موت واقع ہو جاتی ہے یا پھر وہ عمر بھر کے لئے معذور ہو جاتے ہیں۔ اب اسے ایک چمتکار ہی کہا جا سکتا ہے کہ تمہارے سر پر صرف ایک بڑا سا گومڑ اُبھرا ہے اور دماغ پر اس چوٹ کے کچھ اثرات ہوئے ہیں جو خطرناک بہرحال نہیں ہیں۔''

''تو کوئی اور تو زخمی نہیں ہوا تھا؟'' لاجونتی نے پوچھا۔

''نہیں، تمہاری گاڑی سڑک کے کنارے لگے ہوئے کھمبے سے ٹکرائی تھی اور دو تین قلابازیاں کھا گئی تھی۔ تم اس دوران نہ جانے کس لمحے اور کس طرح گاڑی سے باہر جا گری تھیں۔ گاڑی بہرحال کافی ٹوٹ پھوٹ گئی تھی۔ میں نے اُس میں سے تمہارا بیگ تو نکال لیا تھا، لیکن دوسرے دن ایک آدمی کو گاڑی کا پتہ کرنے کے لئے جائے حادثہ پر بھیجا تو وہ وہاں نہیں تھی۔ پولیس اسے اُٹھا کر لے جا چکی تھی۔ میں نے ابھی اس کا پتہ نہیں کیا، لیکن تم فکر نہ کرنا، گاڑی مل جائے گی۔''

''فکر نہ کرنے کا مشورہ تو میں آپ کو دُوں گی۔'' لاجونتی بولی۔ ''گاڑی میری نہیں تھی۔ آپ اس کے بارے میں مت سوچیں...... ویسے مجھے صحیح طرح یاد نہیں آ رہا کہ حادثہ ہوا کس جگہ تھا......؟''

''عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ جس حادثے میں سر پر چوٹ آتی ہے اس کے



بارے میں زیادہ یاد نہیں رہتا اور تمہارے ذہن پر کسی نشہ آور دوا کے اثرات بھی تھے۔'' ڈاکٹر اُسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

لاجونتی کے تصور میں شوبھا کا چہرہ اُبھرا اور ماضی قریب کا وہ مکروہ واقعہ یاد کرتے ہی اُس کی رگوں میں گویا خون کی جگہ غصے، نفرت اور انتقام کا لاوا گردش کرنے لگا جس سے اُس کا چہرہ دہک اُٹھا اور مٹھیاں بھنچ گئیں۔

''کیا تم کسی چیز سے یا کسی شخص سے جان بچا کر بھاگ رہی تھی؟'' ڈاکٹر کا ہاتھ اب لاجونتی کی نبض پر تھا۔ اُس کی اُنگلیوں کا مہربان لمس لاجونتی کی رگ و پے میں کمزور پڑتی ہوئی زندگی کو سہارا دے رہا تھا۔ اُس نے اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ اُس کے لفظوں پر زیادہ توجہ نہیں دینا چاہتی تھی۔ کبھی کبھی اُسے حیرت ہوتی تھی کہ لوگ اپنے علم اور تجربے کو استعمال کرتے ہوئے دوسروں کے بارے میں کتنی آسانی سے یہ بہت کچھ جان لیتے تھے۔ اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''شاید ابھی تمہارا باتیں کرنے کو جی نہیں چاہ رہا۔'' ڈاکٹر ملائمت سے بولا۔

''پہلے انسان کو معلوم تو ہونا چاہئے کہ وہ کس سے باتیں کر رہا ہے۔'' لاجونتی نے بدستور چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ حالانکہ اُس کی آنکھوں کا معائنہ ختم ہو چکا تھا۔

''ارے ہاں......'' اُس نے خوش دلی سے قہقہہ لگایا۔ ''میں اپنا تعارف کرانا تو بھول ہی گیا۔ میں ڈاکٹر دلیپ راج ہوں۔ اور یہ میرا اپنا ہی چھوٹا سا پرائیویٹ ہسپتال ہے۔ جس کے ایک کمرے میں اس وقت تم لیٹی ہوئی ہو۔ میری گاڑی تمہاری گاڑی کے عین پیچھے تھی۔ تمہاری گاڑی کو لہراتے دیکھ کر میں نے کئی بار ہارن بجا کر تمہیں خبردار کرنے کی کوشش کی، مگر شاید تم نے سنا ہی نہیں...... اور جس مقام پر تمہیں حادثہ پیش آیا وہاں اس وقت میرے علاوہ کوئی تھا ہی نہیں۔ میں تمہیں اپنی گاڑی میں ڈال کر یہاں لے آیا۔''

لاجونتی بہت ہی دھیمے لہجے میں، ٹھہر ٹھہر کر بولی۔ ''مجھے کافی اچھی ہندی بولنا آتی ہے...... اور انگریزی بھی...... اگر آپ چاہیں تو میں خاصے بھاری بھرکم الفاظ میں

آپ کا شکریہ ادا کر سکتی ہوں۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ شاید خالی خولی لفظوں سے آپ کو دلچسپی نہ ہو۔ یہ چونکہ آپ کا ذاتی ہسپتال ہے اسی لئے میں یہ واضح کر دُوں کہ میرے پاس کسی پرائیویٹ ہسپتال کا لمبا چوڑا بل ادا کرنے کے لئے زیادہ رقم نہیں ہے...... بلکہ جو تھوڑی بہت رقم تھی وہ بھی اب معلوم نہیں میرے پاس رہی ہے یا نہیں...... آپ چاہیں تو مجھے اسی وقت یہاں سے رخصت کر سکتے ہیں۔''

ڈاکٹر دلیپ راج نے اب کھل کر قہقہہ لگایا۔ ''دنیا سے بہت ناراض معلوم ہوتی ہو۔ لگتا ہے زندگی نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا...... یا پھر ڈاکٹروں کے بارے میں تمہارے تجربات کچھ زیادہ اچھے نہیں۔ میں سال میں پچاسوں مریضوں سے اپنا بل صرف خلوص بھرے لفظوں اور شکریئے کی صورت میں وصول کرتا ہوں، اس کے باوجود میرے پاس روپے پیسے کی کوئی کمی نہیں۔ دل کھول کر خرچ کرتا ہوں۔ اس کے باوجود دولت و جائیداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے...... روپیہ پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔'' اُس کے لہجے میں سنجیدگی در آئی۔ ''مجھے تم سے یا تمہارے لواحقین سے لمبا چوڑا بل وصول کر کے شاید اتنی خوشی نہ ہو گی جتنی خوشی یہ دیکھ کر ہو رہی ہے کہ تم زندہ ہو اور تمہارے تمام اعضاء صحیح سلامت ہیں۔ ایسے خوبصورت شاہکار کی ٹوٹ پھوٹ شاید مجھ سے نہ دیکھی جاتی۔ کیا اب میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم کون ہو؟''

''میں لاجونتی ہوں۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ یاد نہیں۔ آپ نے فلموں میں دیکھا ہی ہو گا کہ اس قسم کے حادثے کے بعد ہیروئن کی یادداشت کھو جاتی ہے۔'' وہ دلیپ کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ وہ اب اپنے آپ کو بہت بہتر، بہت ہلکی پھلکی محسوس کر رہی تھی۔ اُس کا ہنسنے کو جی چاہنے لگا تھا۔

''بہت خوب......'' ڈاکٹر دلیپ راج نے محظوظ ہوتے ہوئے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ ''کئی فلم اسٹارز اور کئی ڈائریکٹرز سے میری تھوڑی بہت دوستی ہے، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ مجھے فلمیں دیکھنے کا اتفاق کم ہی ہوا ہے۔ فرصت ہی نہیں ملتی۔ بہرحال...... اگر تم اپنے آپ کو ہیروئن ثابت کرنے پر تلی ہوئی ہو تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تمہارا ہیرو کہاں ہے؟''



''کم بخت پتہ نہیں کہاں مر گیا ہے۔ فلم کی اتنی ریلیں چل چکی ہیں وہ ابھی تک آ ہی نہیں چکتا۔ ابھی تو میں نے خود اُس کی صورت نہیں دیکھی، اس لئے آپ کو کیا بتاؤں؟ ممکن ہے میری فلم کے لئے بڑے ڈائریکٹرز نے ہیرو سائن ہی نہ کیا ہو، وہ اکیلی ہیروئن سے ہی کام چلانا چاہتا ہو۔'' لاجونتی نہایت معصومیت سے بولی۔

''ایسا ممکن نظر نہیں آتا۔'' وہ اُس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ہنس کر بولا۔ ''لیکن تم کہتی ہو تو یقین کر لیتے ہیں۔ بہرحال کوئی تو ہو گا جسے تمہارے بارے میں تشویش ہو گی...... کوئی ایسا فرد جسے تم اپنے بارے میں اطلاع دینا چاہو؟''

''نہیں، ایسا کوئی نہیں۔'' لاجونتی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''اوہ......'' ڈاکٹر نے پُرخیال انداز میں اُس کی طرف دیکھا۔ ''اور مکمل طور پر صحت یاب ہونے کے بعد تم کہاں جاؤ گی؟''

''معلوم نہیں...... جانے کے لئے میرے پاس کوئی جگہ نہیں۔''

ڈاکٹر دلیپ نے ہنکارا بھرا اور چند لمحے بیڈ کے قریب کھڑا پُرخیال انداز میں اُس کی طرف دیکھتا رہا، پھر اُس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں جیسے دُھندسی چھٹ گئی۔ وہ جیسے کسی فیصلے پر پہنچ گیا۔ لاجونتی نے گویا اُس کے تفکرات میں اضافہ نہیں کیا تھا بلکہ اُسے کوئی اچھی خبر سنا دی تھی۔



ڈاکٹر دلیپ راج کا عالی شان بنگلہ اُس کے پرائیویٹ ہسپتال سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا اور لاجونتی کئی دن سے اُس کے گیسٹ رُوم میں مقیم تھی۔ یہاں اُسے کوئی تکلیف نہیں تھی، سوائے احساسِ تنہائی کے۔ ڈاکٹر دلیپ راج بہت مصروف آدمی تھا اور اس وسیع بنگلے میں دو ملازموں اور اُن کی بیویوں کے سوا کوئی نہیں ہوتا تھا جو خاموشی سے سر جھکائے اپنے کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ کبھی کبھی تو گھر میں ایسا سکوت ہوتا کہ لاجونتی کو در و دیوار سے بھی خوف محسوس ہونے لگتا۔

لیکن آج کا دن ذرا مختلف تھا۔ آج ڈاکٹر دلیپ نے چھٹی کی تھی۔ ورنہ لاجونتی کو تو یقین ہی نہیں تھا کہ وہ کبھی چھٹی بھی کرتا ہو گا۔

وہ اس وقت لان کے قریب برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھی تھی جب ڈاکٹر دلیپ

اورنج جوس کے دو گلاس اُٹھائے اُس کے قریب آ بیٹھا۔ وہ ٹریک سوٹ میں تھا اور کچھ دیر پہلے ساحلی سڑک پر جوگنگ کر کے آیا تھا۔ اُس کی ناک اور پیشانی پر پسینے کے ننھے قطرے چمک رہے تھے۔ وہ قریب آیا تو لاجونتی نے آفٹر شیو لوشن کی دلفریب مہک محسوس کی۔ ڈلیپ نے جوس کا ایک گلاس خاموشی سے اُس کی طرف بڑھا دیا اور اپنے مخصوص مہربان انداز میں مسکرانے لگا۔

لاجونتی کے خیال میں وہ بڑا کمال کا آدمی تھا۔ اُس کے تحمل اور صبر و ضبط کا کوئی جواب ہی نہیں تھا۔ ایک بار اُس نے محسوس کر لیا تھا کہ لاجونتی اپنے بارے میں کچھ زیادہ بتانا نہیں چاہتی تو اس کے بعد اُس نے کبھی اُسے کریدنے کی کوشش نہیں کی تھی، کبھی اُس کے بارے میں تجسس ظاہر نہیں کیا تھا۔ اُس کی بے نیازی پر ایک بار تو لاجونتی حیرت ظاہر کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

• تب دلیپ نے فلسفیانہ لہجے میں کہا تھا۔ ''ہر انسان کو اپنی ذاتیات کی پوٹلی اپنے سینے سے چمٹا کر رکھنے کی آزادی ہونی چاہیئے۔ معلوم نہیں اس کی کیا مجبوری ہو، کیا محسوسات ہوں، جن کی وجہ سے وہ اپنی کوئی بات آپ پر ظاہر نہ کرنا چاہتا ہو۔''

''لیکن آپ نے میرا علاج کیا، مجھے پناہ دی۔ آپ کو اتنا حق تو پہنچتا ہے۔''

''نہیں، مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا۔'' وہ اُس کی بات کاٹ کر بولا۔ کسی پر محض چھوٹی موٹی نوازشات کا مظاہرہ کر کے اُس کی ذاتیات کی پوٹلی چھیننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ کم ظرفی ہے۔''

''میں کوئی مفرور مجرم بھی تو ہو سکتی ہوں۔'' لاجونتی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم مفرور تو ہو سکتی ہو، مجرم نہیں۔'' کیسا یقین اور اعتماد تھا اُس کے لہجے میں۔

''ویسے بھی تھوڑی سی پراسراریت بھلی لگتی ہے۔ سارے بھید یکدم نہیں کھل جانے چاہئیں۔ میں انتظار کروں گا۔ شاید دھیرے دھیرے تم مجھے اپنے رازوں کا امین بنانے کے قابل سمجھنے لگو۔ اتنا اندازہ بہرحال مجھے ہو گیا ہے کہ کسی نے تمہارے اعتماد کو مجروح کیا ہے، تمہارے دل کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ شاید وہ کوئی اپنا ہی تھا اور اس کے بعد شاید دنیا تمہاری نظر میں کچھ اچھی نہیں رہی۔ بہرحال تم جب تک چاہو اس ظالم سماج سے منہ چھپا کر اس گھر میں رہ سکتی ہو۔'' اُس کی نظر جسم کے گھاؤ تک ہی



نہیں دل کے گھاؤ تک بھی جاتی تھی اور وہ اس کی رفوگری کے ہنر سے بھی آشنا تھا۔

ان باتوں کو یاد کرتے ہوئے لاجونتی دھیرے دھیرے جو کے گھونٹ بھرتی رہی۔

بالآخر سکوت کو توڑنے میں اُس نے پہل کی۔ ''ڈاکٹر صاحب آپ نے شادی کیوں نہیں کی؟'' اُس نے جان بوجھ کر اپنے سوال میں ''اب تک'' کے الفاظ استعمال نہیں کئے تھے۔ ویسے ڈاکٹر دلیپ راج کی عمر زیادہ بھی نہیں تھی۔ اُس کی قلموں میں سفیدی جھلکنے لگی تھی، لیکن اس عمر کے بہت سے آدمیوں کو لاجونتی نے غیر شادی شدہ دیکھا تھا۔

وہ بلا تامل بولا۔ ''میرا نظریہ ہے...... اب معلوم نہیں صحیح ہے یا غلط...... کہ شادی اُس لڑکی سے کرنا چاہیئے جو تیر کی طرح دل میں پیوست ہو جائے۔ ابھی تک کوئی لڑکی میرے دل میں پیوست نہیں ہوئی۔''

''دل پتھر کا معلوم ہوتا ہے۔'' لاجونتی مسکرائی۔

''نہیں، دل تو اتنا نازک ہے کہ محسوس نہ کرنے والی بات کو بھی محسوس کر لیتا ہے۔ شاید اسی لئے بہت سے حملوں میں محفوظ رہا۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

دفعتہً ملازم رگھوناتھ تیز تیز قدم اُٹھاتا اُن کی طرف آتا دکھائی دیا۔

''ڈاکٹر صاحب، کسی شوبھا دیوی کا فون ہے آپ کے لئے......'' وہ سیڑھیوں کے قریب آ کر مؤدبانہ لہجے میں بولا۔

کب ڈاکٹر دلیپ اُٹھ کر فون سننے چلا گیا۔ جاتے وقت اُس نے کیا کہا...... لاجونتی کو کچھ پتہ نہ چلا۔ ملازم نے شوبھا دیوی کا نام لے کر گویا اُس کے کانوں کے قریب بم پھینک دیا تھا۔ اُسے صرف اس نام کی گونج سنائی دے رہی تھی۔

شوبھا دیوی......شوبھا دیوی......

اس خبیث عورت نے بالآخر اس کا سراغ لگا ہی لیا تھا۔ خیالات بگولوں کی طرح اُس کے ذہن میں چکرانے لگے۔ ''آخر میں نے اس کا کیا بگاڑا ہے؟ کیوں وہ میرے پیچھے پڑ گئی ہے......؟'

❁❁❁

ڈاکٹر دلیپ راج فون سن کر پانچ منٹ میں واپس آ گیا لیکن لاجونتی کو ایسا محسوس ہوا گویا وہ صدیوں سے ان سنگی سیڑھیوں پر بیٹھے بیٹھے پتھر بن گئی ہے۔

''کیا سوچنے لگیں؟'' دلیپ اُس کے قریب بیٹھتا ہوا بولا۔

''کچھ نہیں......'' لاجونتی اُس کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔ وہاں سوائے اپنائیت اور وجیہہ چہرے پر کھیلتی روشن مسکراہٹ کے کچھ نہیں تھا۔ ''کس کا فون تھا؟'' اُس نے خود پر قابو پاتے ہوئے سرسری سے لہجے میں پوچھا۔

''میرے ایک دوست ہے شنکر سہائے، وکیل ہیں۔ اُن کی بیگم تھیں شوبھا سہائے دیوی...... اپنا چیک اپ کرانا چاہتی تھیں۔ وقت لینے کے لئے اُنہوں نے پہلے ہسپتال فون کیا اور بعد میں گھر پر۔''

لاجونتی کی جان میں جان آئی۔ اُس نے موضوع بدلنے کے لئے ایسے ہی پوچھا۔

''ڈاکٹر صاحب، آپ ممبئی کے تو نہیں لگتے۔''

''مجھے تو یہاں کی آدھی سے زیادہ آبادی یہاں کی نہیں لگتی۔'' وہ مسکرایا۔ ''ہر دوسرے شخص کو دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ وہ کہیں نہ کہیں سے...... دُور دراز سے اس دُھواں اُگلتے اور دوڑتے بھاگتے شہر میں اپنا مقدر بنانے آیا ہوا ہے اور اپنے ادھورے خوابوں کا پشتارہ کندھے پر لادے، ہانپتا کانپتا نہ جانے کون کون سے بند دروازوں پر دستک دیتا پھر رہا ہے۔

وہ اُس کے سوال کا اصل جواب گول کر گیا تھا۔ لاجونتی نے وہ جواب حاصل کرنے کے لئے اصرار نہیں کیا۔ دلیپ نے بھی تو اُس سے کوئی بات جاننے کے لئے اصرار نہیں کیا تھا۔ دفعتہً دلیپ کو جیسے کچھ یاد آ گیا۔ وہ اُس کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔ ''یہ تم میری عمر کی وجہ سے اتنا مؤدب ہو کر بولتی ہو یا اپنے آپ کو کسی



احسان کے بوجھ تلے دبا ہوا محسوس کرتی ہو؟ یہ جو تم، ڈاکٹر صاحب...... ڈاکٹر صاحب کہتی رہتی ہو...... اس سے میں اپنے آپ کو کلینک میں ہی بیٹھا ہوا محسوس کرتا ہوں۔''

''عمر میں تو آپ مجھ سے زیادہ سے زیادہ آٹھ دس سال بڑے ہوں گے۔ یہ چیز مجھے مرعوب نہیں کرتی۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو احسان کے بوجھ تلے دبا ہوا محسوس کرتی ہوں۔'' وہ صاف گوئی سے بولی۔

''اس بوجھ کو فوراً سر سے اُتار پھینکو۔ یہ ایک فرضی بوجھ ہے۔'' وہ دوٹوک لہجے میں بولا۔ ''میرا تم پر کوئی احسان نہیں ہے۔ اگر تم پسند کرو تو صرف مجھے دلیپ بھی کہہ سکتی ہو۔''

وہ ایک لمحے خاموش رہی۔ دلیپ کے لہجے میں اتنی سادگی اور اتنا اخلاص تھا کہ اُس کا گلا ممنونیت سے رندھ گیا تھا۔ قدرے توقف کے بعد وہ بول پائی۔ ''پھر بھی میں سوچتی ہوں کہ مجھے کوئی کام کرنا چاہئے۔ میں کب تک یوں بیکار بیٹھی رہوں گی؟ مجھے کوئی نوکری وغیرہ نہیں مل سکتی؟''

''بھئی تمہیں نوکری کی کیا ضرورت ہے؟'' دلیپ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''ممبئی میں اگر کسی لڑکی کے پاس تمہارے حسن کا پچاسواں حصہ بھی ہو تو وہ فوراً فلمی ہیروئن بننے کا سوچنے لگتی ہے...... تم کیوں نہیں سوچتیں؟''

''ان ڈائریکٹ تعریف کا شکریہ۔'' لاجونتی قدرے شرمیلے سے لہجے میں بولی۔ اُسے اپنے رخساروں پر خفیف سی تپش محسوس ہوئی۔ ''لیکن ہیروئن بننے کے لئے صرف خوبصورت ہونا ہی تو کافی نہیں۔ تھوڑی بہت اداکاری بھی تو آنی چاہئے۔''

''تھوڑی بہت اداکاری کی صلاحیتیں تو ہر انسان میں ہی موجود ہوتی ہیں، باقی زمانہ خود سکھا دیتا ہے یا پھر فلم انڈسٹری سکھا دیتی ہے۔ اصل بات چانس کی ہے کہ کون آپ کو پیش کرنے کا رسک لے اور کیوں لے؟ کون آپ کو کسی کہانی میں اس طرح فٹ کرے جیسے انگوٹھی میں نگینہ؟ اگر کوئی آپ کی خاطر اتنا تردّد کرے، اتنا رسک لینے پر تیار ہو جائے تو کوئی بعید نہیں کہ آپ راتوں رات ایک معمولی انسان سے ایک مایہ ناز اداکار...... سپر اسٹار...... اور نہ جانے کیا کچھ بن جائیں۔''

"مایہ ناز اداکار...... سپر اسٹار......" لاجونتی مسکراتے ہوئے اُسی کے لہجے میں بولی۔ "یہ تو بعد کی باتیں ہیں، لیکن بقول آپ کے اصل بات چانس کی ہے۔ مجھے ایسا چانس کون دے گا اور کیوں مجھ جیسی عام اور گمنام لڑکی کے لئے اتنا بڑا رسک..."

دلیپ اُس کی طرف مڑتے ہوئے، اُس کی بات کاٹ کر بولا۔ "اگر تمہیں فلم لائن سے تھوڑی بہت دلچسپی ہے تو سنجیدگی سے بات کرو۔ تمہیں واقعی چانس مل سکتا ہے اور اس سلسلے میں، میں تمہارے لئے تھوڑی بہت کوشش کر سکتا ہوں۔ مشہور فلم ڈائریکٹر سبھاش چندر میرا اچھا دوست ہے۔ گو ہماری ملاقات سال چھ مہینے میں ایک آدھ مرتبہ ہی ہوتی ہے، لیکن دوستی بہرحال چل رہی ہے۔ مجھے فلم انڈسٹری کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں، لیکن میں نے اتنا ضرور محسوس کیا ہے کہ نازک دل رکھنے والوں کو وہاں آگے بڑھنا کافی دُشوار معلوم ہوتا ہے۔ وہ لوگ جن کے احساسات چھوٹی چھوٹی باتوں سے مجروح ہو جاتے ہیں انہیں وہاں قدم قدم پر تکلیف اُٹھانا پڑتی ہے اور تم مجھے ایسے ہی لوگوں میں سے معلوم ہوتی ہو۔ تاہم میری سفارش پیچھے ہونے کی وجہ سے شاید تمہارے دل کو ٹھیس لگنے کے مواقع کم آئیں۔"

لاجونتی سر جھکائے چند لمحے اپنے پیروں کی اُنگلیوں سے کھیلتی رہی۔ وہ جیسے کسی کشمکش میں گرفتار تھی۔ کئی لمحے کے انتظار کے بعد دلیپ ملائمت سے بولا۔

"کیا کہتی ہو؟"

وہ سر اُٹھاتے ہوئے اُلجھن آمیز سے انداز میں مسکرائی، پھر قدرے ہچکچاہٹ سے بولی۔ "میں ایک بار کوشش کر کے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

ڈائریکٹر سبھاش چندر بہت غصے میں تھا۔

وہ زیادہ پرانا ہدایتکار نہیں تھا۔ فلم انڈسٹری میں آئے اُسے لمبا عرصہ نہیں گزرا تھا، مگر اُس کے کریڈٹ پر چار کامیاب فلمیں تھیں لیکن وہ اپنا اس سے بھی بڑا کارنامہ یہ سمجھتا تھا کہ اُس نے انڈین فلم انڈسٹری کو دو نئی ہیروئنیں دی تھیں۔ دونوں کے پاس اب فلموں کی لمبی قطار تھی، لیکن اب اُن کے پاس سبھاش چندر کے لئے وقت نہیں تھا۔



ان میں سے ایک نے کوئی نیا کنٹریکٹ سائن کرنے سے پہلے اپنا ہی ایک 'کنٹریکٹ' اُس کے سامنے رکھ دیا تھا جس میں اتنی لمبی چوڑی شرائط درج تھیں کہ انہیں پورا پڑھنے سے پہلے ہی سبھاش چندر کی کھوپڑی گھوم گئی تھی اور وہ اُسے کھری کھری سنا کر چلا آیا تھا۔

دوسری ہیروئن کمسن اور نوخیز تھی۔ سبھاش چندر کے ساتھ مسئلہ یہ تھا کہ وہ ان دنوں بڑے بجٹ کی ایک ٹی وی سیریل اُٹھا چکا تھا جس میں لیڈنگ رول کے لئے وہ فلم انڈسٹری کے کسی نوجوان مگر بڑے نام والے جوڑے کو لینا چاہتا تھا۔ اُس کی اپنی دریافت کردہ کمسن اور نوخیز ہیروئن کی ماں نے گویا اُس کی سات پشتوں پر احسان کرتے ہوئے اپنی بیٹی سے اس سیریل کے لئے کنٹریکٹ سائن کروا دیا، ورنہ بقول اُس کے تو 'بے بی' کے پاس ٹی وی سیریل میں کام کرنے کے لئے وقت ہی نہیں تھا۔

دو قسطوں کی شوٹنگ ہو چکی تھی تو ایک روز اچانک ہی سبھاش چندر کو پتہ چلا کہ 'بے بی' تو گزشتہ رات شادی کر کے ہنی مون کے لئے لندن روانہ ہو چکی ہے۔ وہاں سے نوبیاہتا جوڑے کا پیرس اور پھر سوئٹزر لینڈ جانے کا پروگرام تھا۔ دولہا میاں ایک نامی گرامی، ادھیڑ عمر جوہری تھے۔ یہ بلا مبالغہ اُن کی چودھویں شادی تھی...... ہر بیوی شادی کے کچھ عرصے بعد بنگلہ، گاڑی اور چار چھ لاکھ روپیہ لیکر اُن سے طلاق لے لیتی تھی۔

"نوبیاہتا" جوڑے کی واپسی کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ سبھاش چندر کو 'بے بی' کی غیر ذمہ داری کا بہت قلق تھا۔ وہ اپنی شوٹ کی ہوئی دونوں قسطوں کو آگ لگا دینے کے لئے تیار تھا۔ لیکن 'بے بی' کی واپسی کا انتظار کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھا۔ بڑے سے بڑا رسک لینے اور تجربے کرنے کی جرأت اُس میں بے پناہ تھی۔ اُس نے تہیہ کر لیا کہ وہ ٹی وی سیریل میں انڈسٹری کے نوجوان ہیرو کے مقابل نئی لڑکی کو کاسٹ کرے گا اور اس کی یہ دریافت بھی انڈسٹری میں دُھوم مچا دے گی۔

اُس نے اخبار میں اشتہار دے دیا۔ اُس کے چیف اسسٹنٹ موتی لال ڈیسائی نے کئی سو لڑکیوں کے مختصر انٹرویو کرنے کے بعد اُن میں سے پندرہ کو تفصیلی انٹرویو

کے لئے منتخب کیا تھا۔ یہ تفصیلی انٹرویو سبھاش چندر کو کرنا تھے۔ ان پندرہ لڑکیوں میں تین خاص الخاص تھیں۔ موتی لال نے فہرست میں ان تینوں کے ناموں پر خصوصی نشان لگایا تھا کہ ان میں سے کوئی ایک تو ضرور ان کے مطلب کی نکل آئے گی۔

اب صرف وہ تین 'خاص الخاص' ہی باقی رہ گئی تھیں۔ باقی بارہ کو تو سبھاش چندر بھگت چکا تھا۔ اُن سے ملنے کے بعد اُس نے اپنا سر تھام لیا تھا۔ ان میں سے بعض سے تو سبھاش چندر نے دو تین جملوں سے زیادہ بات ہی نہیں کی تھی۔ وہ حیران تھا کہ اگر منتخب شدہ لڑکیوں کا یہ حال تھا تو باقی کیا چیزیں رہی ہوں گی؟ اُسے معلوم تھا کہ اُس کے اسسٹنٹ نے اُنہیں کیوں منتخب کیا ہوا تھا۔ اُن میں سے بعض نے موتی لال کو ضرور اپنے گھر مدعو کیا ہوگا اور وہ سبھاش چندر کو بھی انٹرویو دینے سے زیادہ اپنے گھر آنے کی دعوت دینے میں جوش و خروش کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔

سبھاش چندر کافی دیر تک میز پر کہنیاں ٹکائے دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا رہا۔ موتی لال اُس کے قریب ہی منہ لٹکائے بیٹھا تھا۔ سبھاش چندر کو اپنی ایک خامی کا خود ہی احساس تھا۔ وہ تھوڑا سا بڑبولا واقع ہوا تھا۔ کسی بھی کام کا نقشہ ذہن میں جماتا تھا تو اس کے بارے میں پہلے ہی دعوے شروع کر دیتا تھا۔ پریس میں شور مچ جاتا تھا اور انڈسٹری بھی دم سادھ کر دیکھنے لگتی تھی کہ اب وہ پٹاری سے کون سا سانپ نکالنے والا ہے۔

اُس کی ہیروئن کے بھاگ جانے کا اسکینڈل بھی بہت مشہور ہوا تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی سبھاش چندر کا شدید ردِعمل بھی ظاہر ہو گیا تھا کہ وہ 'بے بی' سے اپنا کنٹریکٹ منسوخ کر کے کسی نئی لڑکی کو لے گا اور وہ 'بے بی' سے بھی بڑا دھماکہ ثابت ہوگی۔

لیکن آج یہ سوچ کر سبھاش چندر کا دل ڈوبنے لگا تھا کہ شاید وہ اپنے دعوے کو پورا کر کے نہ دکھا سکے۔ بہرحال ہتھیار پھینک کر بیٹھنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا اس لئے اُس نے ڈپریشن کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کرتے ہوئے سر اُٹھایا اور خفگی آمیز نظروں سے موتی لال کو گھورنے لگا۔ "ہو سکے تو دیانتداری سے مجھے بتا دو کہ ان تین لڑکیوں کو تم نے کیوں خاص الخاص قرار دیا ہے؟"



"نہیں سر...... آپ دیکھ لیجئے گا...... ان میں سے کوئی ضرور......"

"بکواس بند کرو...... میں دیکھ چکا ہوں تمہارا انتخاب۔" سبھاش چندر نے اُس کی بات کاٹ کر فہرست پر اُنگلی رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ جو پہلی ہے...... لاجونتی دیوی...... اس کا جغرافیہ کیا ہے؟"

"سر، یہ ڈاکٹر دلیپ راج کا رقعہ لے کر آئی تھی۔"

"اوہ......" سبھاش چندر نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ "میں تو بھول ہی گیا تھا۔ دلیپ نے اُس کے بارے میں مجھے فون بھی کیا تھا...... اور تم نے اُسے باہر بٹھا رکھا ہے۔ فوراً اُسے بلاؤ۔"

سبھاش چندر، ڈاکٹر دلیپ راج کا بہت معتقد تھا۔ اُس کے خیال میں وہ ان کمیاب ڈاکٹروں میں سے تھا جو انسان کے بھیس میں اوتار ہوتے ہیں۔ سبھاش چندر کی اس سے کئی سال سے دوستی تھی، لیکن ڈاکٹر نے آج تک کسی لڑکے یا لڑکی کی سفارش نہیں کی تھی۔ ورنہ سبھاش چندر تو اسی لئے دوستی پالتے ہوئے گھبراتا تھا کہ دوست فوراً اپنے کسی بھانجے، بھتیجے کو ہیرو یا کسی دُور پار کی عزیزہ کو ہیروئن بنوانے پر تل جاتے تھے۔ سبھاش چندر کا دل کہہ رہا تھا کہ اگر ڈاکٹر دلیپ نے کسی کی سفارش کی تھی تو ضرور وہ شخصیت کچھ خاص ہوگی یا پھر وجہ کوئی خاص ہوگی۔

اور...... لاجونتی جب آفس میں داخل ہوئی تو سبھاش چندر کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ کئی برسوں میں یہ پہلا موقع تھا کہ سبھاش چندر، بطور اُمیدوار آئی ہوئی کسی لڑکی کے احترام میں غیر ارادی طور پر اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ کوئی لڑکی چہرے پر اتنی معصومیت اور اتنا اُجلا پن لئے فلم انڈسٹری کا رُخ کر سکتی ہے۔ ایک لمحے کے لئے تو اُسے یہی لگا جیسے خوابوں کے کسی پاکیزہ دیس کی کوئی شہزادی راستہ بھول کر کوئلے کی کان میں چلی آئی تھی۔ ایک ثانیے کے لئے اُس کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔ ایسے ہی چہرے کی تلاش میں تو وہ بھٹک رہا تھا۔ یکبارگی اُس کا دل چاہا کہ موتی لال کی گردن مروڑ دے جس نے اس لڑکی کو نہ جانے کب سے باہر بٹھایا ہوا تھا۔

بولنے سے پہلے اُسے کھنکار کر گلا صاف کرنا پڑا۔ "بیٹھئے...... بیٹھئے لاجونتی دیوی۔"

میں بہت شرمندہ ہوں کہ آپ کو اتنی دیر انتظار کی زحمت اُٹھانا پڑی۔ دراصل میں چاہتا تھا کہ آپ سے سب سے آخر میں اطمینان اور سکون سے بات ہو۔ ورنہ ڈاکٹر دلیپ کے کہنے کے بعد آپ کو پراپر چینل سے بلوانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ آپ نے برا تو نہیں منایا؟''

''جی نہیں۔'' میک اپ سے بے نیاز چہرے پر ملکوتی سی مسکراہٹ اُبھری۔ ''میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے بلوا تو لیا۔''

سبھاش چندر میز پر کچھ اور آگے جھک آیا۔ آواز بھی بالکل وہی تھی جو وہ فلم اور ٹی وی پر دیکھنے والوں کو سنوانا چاہتا تھا، دل کو گدگدانے والی آواز...... موتی لال بھی اپنی کرسی پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ سبھاش چندر کی ساری کوفت، بوریت اور جھنجھلاہٹ ہوا ہو گئی جو انٹرویو لینے کے بعد اُس پر طاری ہو گئی تھی۔

''مس لاجونتی دیوی، کیا آپ کو اس سے پہلے اداکاری کا کوئی تجربہ ہے؟''

سبھاش چندر نے ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں پوچھا اور لاجونتی کا دل ڈوب گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ اُس کا جواب سن کر سبھاش چندر کو مایوسی ہو گی۔ سفارش اپنی جگہ سہی لیکن بالکل ہی اناڑی انسان پر کون لاکھوں کروڑوں کے داؤ لگا سکتا تھا۔ لاجونتی کو زیادہ سے زیادہ یہی امکان نظر آ رہا تھا کہ سبھاش چندر اپنے دوست ڈاکٹر دلیپ کی سفارش کا بھرم رکھنے کے لئے اُسے کسی چھوٹے موٹے، ایک دو مکالموں والے رول کی آفر کرے گا۔ یہ سوچ کر وہ افسردہ سی ہو گئی۔

مایوس سے لہجے میں وہ بولی۔ ''جی نہیں، مجھے اداکاری کا کوئی تجربہ نہیں۔ میں نے تو کبھی اسکول یا کالج کے کسی اسٹیج ڈرامے میں بھی کام نہیں کیا۔''

اُسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اُس کا جواب سن کر بھی سبھاش چندر کی آنکھوں کی چمک ماند نہیں پڑی اور اُسکے چہرے کے جھلکتے ہوئے اشتیاق میں کوئی کمی نہیں آئی۔ اُس نے اپنے چیف اسسٹنٹ موتی لال کی طرف دیکھا اور دونوں نے نہ جانے کیوں بیک وقت اثبات میں سر ہلایا۔

ایک لمحے کی پراسرار خاموشی کے بعد سبھاش چندر اپنی ریوالونگ چیئر پر نیم دراز ہوتے ہوئے نہایت مطمئن لہجے میں بولا۔



''مبارک ہو مس لاجونتی دیوی۔ ہم نے آپ کو اپنی عظیم الشان ٹی وی سیریل ''ممبئی کی گلیاں'' کی ہیروئن منتخب کر لیا ہے۔ آپ کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے میں اسکرپٹ میں چند چھوٹی چھوٹی تبدیلیاں اور کروانا چاہتا ہوں۔ یہ کام مکمل ہوتے ہی ہم اس سیریل کی نئے سرے سے شوٹنگ شروع کر دیں گے۔ اس دوران ہم کام کی دیگر تمام شرائط وغیرہ طے کر لیں گے اور باضابطہ طور پر کنٹریکٹ سائن کر لیں گے۔''

لاجونتی دم بخود بیٹھی رہ گئی۔ وہ کچھ بولنا چاہتی تھی لیکن منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل رہا تھا۔ اُس نے اپنے ہیروئن بن جانے کا خواب ضرور دیکھا تھا لیکن محض خواب سمجھ کر ہی دیکھا تھا، جیسا کہ ہندوستان کا تقریباً ہر نوجوان لڑکا اور لڑکی دیکھتی تھی اور اس کے لئے بھی وہ تصور ہی تصور میں لمبے چوڑے طریقہ کار سے گزری تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ اُس سے مکالمے بلوا کر سنے جائیں گے، اُس کے تاثرات دیکھے جائیں گے، اُس کی چال ڈھال کا جائزہ لیا جائے گا، اُس کی آواز کے نہ جانے کتنی مرتبہ ٹیسٹ ہوں گے، نہ جانے کتنی مرتبہ اُس کا اسکرین ٹیسٹ ہو گا، نہ جانے اُس کی ذات میں کتنی خامیوں کی نشاندہی کی جائے گی اور ان میں سے نہ جانے کتنی قابل اصلاح ہوں گی اور کتنی ناقابل اصلاح۔

اتنے مختصر انٹرویو اور اس طرح جھولی میں آ گرنے والی کامیابی کا تو اُس نے خواب بھی نہیں دیکھا تھا۔ اُس کے پنکھڑی سے لب دھیرے سے ہلے اور سرگوشی سے بھی مدھم اُس کی آواز اُبھری۔

''آپ مذاق تو نہیں کر رہے مسٹر سبھاش چندر؟''

سبھاش چندر اور موتی لال بیک وقت ہنس دیئے۔ گویا وہ کسی ننھے سے بچے کو بہت بڑا تحفہ دینے کے بعد اُس کی حیرت سے محظوظ ہو رہے ہوں۔



''دلیپ...... کیا تم یقین کرو گے کہ میں ''ممبئی کی گلیاں'' کی ہیروئن منتخب ہو گئی ہوں؟'' وفورِ مسرت سے اُس کی آواز کانپ رہی تھی۔

''کیا واقعی......؟'' دلیپ کے لہجے میں بھی حیرت تھی۔ ''مجھے کچھ زیادہ یقین نہیں تھا کہ سبھاش میری سفارش مانے گا...... اور وہ بھی اس حد تک...... کیونکہ وہ سفارش کا

کچھ زیادہ قائل نہیں۔ وہ عیاش آدمی بھی نہیں ہے کہ لڑکی کو قابلِ حصول سمجھ کر یا محض شکل صورت دیکھ کر ہی پھسل جائے۔ خالص پیشہ ور آدمی ہے، اپنے کام سے مخلص۔ اُس نے ضرور تم میں کچھ دیکھا ہوگا۔''

''مجھے نہیں معلوم...... مجھے بالکل نہیں معلوم دلیپ۔'' لاجونتی کی آواز میں اب بھی ارتعاش تھا۔ ''میرا تو پورا انٹرویو ہی صرف دو جملوں پر مشتمل تھا...... بلکہ یوں سمجھو کہ انٹرویو والی تو کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ بس اُس نے مجھے دیکھا اور منتخب کرلیا۔''

''وہ یقیناً مجھ سے بھی بڑا جوہری ہے۔'' دلیپ مسکرایا۔

لاجونتی نے اُس کے الفاظ کی گہرائی پر غور نہیں کیا۔ اس وقت اُس سے اپنی خوشی سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔ وہ گویا کسی حسین خواب کی تجدید سے محظوظ ہوتے ہوئے بولی۔ ''سبھاش چندر کہہ رہا تھا کہ فی الحال وہ مجھے پچاس منٹ کی قسط کے ایک لاکھ روپے دے گا۔ اگر سیریل ہٹ ہوگئی اور اسپانسرز کی تعداد بڑھ گئی تو میرا معاوضہ بھی بڑھ سکتا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اگر سب لوگوں نے وقت کی پابندی کی اور حالات موافق رہے تو ہم ایک ہفتے میں ایک قسط کی شوٹنگ مکمل کرلیا کریں گے۔ دلیپ...... ذرا سوچو...... ایک ہفتے کے ایک لاکھ روپے...... اور سیریل کی کم از کم پچیس قسطیں ہوں گی...... اور وہ کہہ رہا تھا کہ یہ تو صرف آغاز ہے۔ اُس کی اپنی نظر میں یہ معاوضہ کم تھا...... وہ شرمندہ شرمندہ سا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ جب وہ مجھے اپنی فلموں میں سائن کرے گا تو اس کی کسر پوری کردے گا۔ وہ شرمندہ تھا اور مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ میں تو ڈھائی تین ہزار روپے ماہوار کی نوکری ڈھونڈتی پھر رہی تھی، اُس نے مجھے ایک لاکھ روپے ہفتے کا کام دے دیا...... تبھی تو میں کہوں کہ لوگ ہیرو ہیروئن بننے کے شوق میں کیوں مرے جاتے ہیں۔ راتوں رات لکھ پتی اور شہرت مفت۔''

وہ اپنی دھن میں کہے جا رہی تھی۔ مسرت اُس کے انگ انگ سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔ پھر اُسے کچھ یاد آیا۔ وہ صوفے پر دلیپ کے قریب کھسکتے ہوئے بولی۔ ''اسٹوڈیو میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ سبھاش چندر نے اپنی سیریل کی ہیروئن منتخب کرلی ہے۔ کئی فلم اسٹارز مجھے دیکھنے آئے جن کی میں صرف فلمیں دیکھا کرتی تھی...... اُنہوں نے مجھ سے ہاتھ ملایا، مبارکباد دی۔ وہ جو ہے نا مشہور



ہیروئن شانتی...... وہ تک مجھے دیکھنے آئی تھی۔ نیا ہیرو اورنگزیب بھی آیا۔ وہ اس سیریل میں میرا ہیرو ہوگا۔''

ڈاکٹر دلیپ راج خاموشی سے اُس کے دمکتے چہرے کو تک رہا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔ اُس کی نظریں گویا کہہ رہی تھیں۔ 'اور اس دنیا میں...... ان سارے ہنگاموں میں...... گلیمر کے اس سمندر میں تم سب کچھ بھول جاؤ گی۔ ساری پرانی شناسائی پیچھے چھوڑ جاؤ گی۔ پلٹ کر بھی نہیں آؤ گی۔ اس نگری میں جانے والوں کا یہی دستور ہے۔'

وہ اُس وقت چونکا جب اُس نے خواب ناک سے لہجے میں لاجونتی کو کہتے سنا۔ ''اور یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ممکن ہوا ہے دلیپ، صرف تمہاری وجہ سے۔ تم نے ایک ڈوبے ہوئے انسان کو ایک نئی اور ہنگامہ خیز زندگی دی ہے۔ میں شاید کبھی تمہارا شکریہ ادا نہ کرسکوں۔''

پھر اچانک وہ صوفے سے پھسل کر اُس کے پیروں میں گر پڑی۔ دوسرے ہی لمحے دلیپ یہ دیکھ کر دم بخود رہ گیا کہ وہ اُس کے پیروں سے چمٹی ہوئی تھی اور زار و قطار رو رہی تھی۔ ''دلیپ، تم اس قابل ہو کہ تمہاری پوجا کی جائے...... تم سے محبت کی جائے...... لیکن شاید تم مجھے اپنی محبت کے قابل نہ سمجھو۔''

''پاگل لڑکی، یہ کیا کر رہی ہو......؟'' دلیپ نے بمشکل اُس سے اپنے پاؤں چھڑائے اور رُوئی کے گالوں جیسے اُس کے ہاتھ تھام کر اُسے سہارا دے کر اُٹھایا۔ ''تمہارا مقام میرے پیروں میں نہیں...... یہاں ہے۔'' اُس نے لاجونتی کا ہاتھ عین اپنے دل کے مقام پر رکھ لیا۔ اُس کا دل یوں دھڑک رہا تھا جیسے سینے کے قفس سے نکل کر لاجونتی کے ہاتھ میں آ جائے گا۔



سبھاش چندر اکثر کہا کرتا تھا کہ کامیاب ٹی وی سیریل ایک ہٹ فلم سے زیادہ فائدہ مند چیز ہے۔ کیونکہ ٹی وی ان گھروں میں بھی موجود ہے جہاں کے لوگ فلم دیکھنا اچھا نہیں سمجھتے یا کسی وجہ سے فلم نہیں دیکھ پاتے۔ یہ بات وہ اچھی طرح جانتا تھا لیکن اُسے یہ بات ثابت کرنے کا موقع اب ملا تھا۔

"ممبئ کی گلیاں" کو وہ پذیرائی حاصل ہوئی تھی جس کے اب تک وہ صرف خواب دیکھتا آیا تھا۔ اس سے پہلے اُس نے پرائیویٹ سیکٹر میں تین سیریلز تیار کر کے ٹی وی کو دی تھیں، لیکن اس سے وہ مطمئن نہیں تھا۔ ان میں بہت سی خامیاں تھیں۔ بہت سی چیزیں اُسے اپنی مرضی کے مطابق نہیں مل سکی تھیں۔ لیکن "ممبئ کی گلیاں" آن ایئر آ جانے سے پہلے وہ مطمئن تھا۔ ایک تو یہ سیریز نہیں، سیریل تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ ہر قسط کے بعد ناظرین اگلی قسط کا انتظار کرنے پر مجبور ہوں گے۔ کیونکہ کہانی سلسلے وار تھی، اس کے علاوہ یہ سبھاش چندر کی زندگی کی پہلی پروڈکشن تھی جس کے لئے اُسے ہر چیز اپنی مرضی کی مل گئی تھی۔

اسکرپٹ رائٹر اُس کی مرضی کا تھا اور لاجونتی کو سائن کرنے کے بعد اسکرپٹ میں مزید تبدیلیاں کی گئی تھیں اور وہ مزید نکھر گیا تھا۔ کاسٹ سبھاش چندر کی مرضی کے عین مطابق تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہیروئن اُس کے آئیڈیل کے عین مطابق تھی۔ اس کہانی پر کام شروع کرتے وقت اُسے قطعاً اُمید نہیں تھی کہ کہانی میں جس قسم کی لڑکی کا تخیل اور جیسا خاکہ اُبھر کر سامنے آتا ہے، ویسی لڑکی اُسے واقعی مل جائے گی۔ اور اگر مل بھی گئی تو وہ واقعی مطلوبہ معیار کے مطابق اداکاری کرے گی۔ لیکن کہانی اُس کے دل کو لگی تھی اس لئے اُس نے اس پر کام کرنے کا ارادہ ترک نہیں کیا اور مجبوراً فلم انڈسٹری کی 'بے بی' پر قناعت کر لی تھی۔ لیکن 'بے بی' کے بھاگ جانے کے بعد جس طرح اُسے لاجونتی مل گئی تھی اسے اُس نے امدادِ غیبی ہی سمجھا تھا۔ حیرت کی بات تھی کہ اس لڑکی نے نئی ہونے کے باوجود ہدایات کو جس تیزی سے سمجھنا شروع کیا تھا اور جتنی عمدہ پرفارمنس دی تھی وہ سبھاش چندر کو فلمی 'بے بی' سے ابتدائی دو قسطوں میں نہیں مل سکی تھی۔ لاجونتی بلا کی ذہین تھی۔ وہ سبھاش چندر کی تمام توقعات پر پوری اُتری تھی۔

اور اب "ممبئ کی گلیاں" نے ہندوستان کے طول و عرض میں دُھوم مچائی ہوئی تھی۔ اس کی چھ قسطیں آن ایئر جا چکی تھیں اور تین قسطیں سبھاش چندر کے پاس ایڈوانس موجود تھیں۔ اس کے علاوہ اگلی قسطوں کی شوٹنگ جاری تھی۔

انڈیا میں ٹی وی لوگوں کی شام کی مصروفیات کو بہت کم متاثر کرتا تھا۔ یہ پہلی



سیریل تھی جس کے چلنے کے بعد گلیوں بازاروں میں آمد و رفت بہت کم رہ جاتی تھی۔ ٹریفک کی افراتفری گھٹ جاتی تھی۔ کئی صوبوں کے درمیانے درجے کے ہوٹلوں اور ریستورانوں وغیرہ کی ایسوسی ایشنز نے اعتراف کیا تھا کہ یہ سیریل چلنے کے دوران اُن کے ہاں کاروبار مندا رہتا تھا۔ البتہ ان ریستورانوں اور چائے خانوں میں رش دُگنا ہو جاتا تھا جہاں ٹی وی لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ مجبوراً دوسرے ریستورانوں اور چائے خانوں والے بھی تیزی سے اپنے ہاں ٹی وی کا اضافہ کر رہے تھے۔ "ممبئ کی گلیاں" کی کہانی، ڈائریکشن اور کہانی سے مطابقت رکھتی لوکیشنز کے علاوہ لاجونتی کی اداکاری کو بہت پسند کیا جا رہا تھا۔

اپنی ہیروئن کو پروموٹ کرنے کے لئے سبھاش چندر کو نہ تو اخبار نویسوں کے اعزاز میں کسی بڑے ہوٹل میں استقبالیہ دینا پڑا تھا اور نہ ہی کوئی پریس کانفرنس کرنا پڑی تھی۔ پہلی قسط آن ایئر جاتے ہی شوبزنس کے جرنلسٹ لاجونتی کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ اس بات نے تو سب کو حیران کیا ہی تھا کہ اس لڑکی نے نئی ہونے کے باوجود اتنی عمدہ پرفارمنس کیونکر دی تھی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ بے پناہ تجسس بھی تھا کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ کیونکر فلم اور ٹی وی کے لوگوں تک پہنچی؟ اس کا پس منظر کیا ہے؟ ماضی کیا ہے؟ مستقبل کے ارادے کیا ہیں؟

سبھاش چندر کو یہ اعتراف کرنے میں عار نہیں تھا کہ یہ ساری کامیابی، یہ ہنگامہ، یہ شور شرابہ لاجونتی کی طلسماتی سی شخصیت کا مرہون منت تھا۔ ابتداء میں اُس نے بڑی خندہ پیشانی سے لاجونتی کو ہر چھوٹے بڑے جرنلسٹ سے ملوایا۔ جہاں جہاں ان کے اعزاز میں تقریبات منعقد ہوتی رہیں وہاں وہ ہر حال میں وقت نکال کر جاتے رہے۔

لاجونتی کو ڈپلومیٹک انداز میں مسکرا مسکرا کر ہر سوال کا جواب دینے کی تربیت دی جاتی رہی۔ اس طرح کہ کوئی بھی اس کے بارے میں زیادہ نہ جاننے پائے۔ اخبار نویسوں تک صرف وہی باتیں پہنچ پائیں جو وہ خود یا سبھاش چندر پہنچانا چاہتے تھے۔ اُس کے ماضی کو کوئی زیادہ نہ کریدنے پائے۔ البتہ ایک بات کا اعتراف لاجونتی سب کے سامنے نہایت عقیدت، احترام اور گرمجوشی سے کرتی تھی کہ اُسے متعارف

ڈاکٹر دلیپ راج نے کرایا تھا اور وہ اُس کی تہہ دل سے ممنون تھی۔

ہر رسالے اور اخبار میں دھڑا دھڑ، لاجونتی کی رنگا رنگ تصویریں، اُس کے انٹرویوز، اُس پر فیچرز، تبصرے اور نہ جانے کیا کچھ چھپ چکا اور "ممبئی کی گلیاں" کی آٹھویں قسط بھی آن ایئر جا چکی تو سبھاش چندر نے اُسے رفتہ رفتہ بڑی ہیروئنوں والے انداز و اطوار سکھانا شروع کئے۔ اخبار نویسوں اور غیر ضروری لوگوں سے کافی حد تک گریز...... اپنی پسند کے اور مطلب کے لوگوں سے ملنا...... لئے دیئے رہنا...... اور ذرا ڈپلومیسی سے بات کرنا۔

لاجونتی کے لئے یہ ٹریننگ خاصی مشکل تھی۔ کیونکہ بنیادی طور پر وہ ایک سادہ، ملنسار اور انکسار پسند لڑکی تھی لیکن اُس پر کام کا دباؤ اتنا بڑھتا جا رہا تھا کہ مجبوراً اُسے ان فارمولوں پر کچھ نہ کچھ عمل کرنا پڑا تھا۔ غیر ضروری لوگ اور غیر ضروری تقریبات اُس کا بہت وقت لینے لگی تھیں۔ وہ اب کرائے پر ایک فلیٹ لے کر ایک ملازمہ کے ساتھ رہنے لگی تھی لیکن شوٹنگ کے بعد اُس کا زیادہ تر وقت ڈاکٹر دلیپ کے ہاں ہی گزرتا تھا۔ دلیپ بھی اُس کے آ جانے پر دنیا کے سارے کام بھول جاتا تھا۔

سبھاش چندر کو اندازہ تھا کہ دسویں قسط آن ایئر جانے تک فلم ساز اور ہدایت کار لاجونتی کے پیچھے دوڑ پڑیں گے۔ اس لئے اُس نے پہلے ہی لاجونتی سے تین فلموں کے معاہدوں پر دستخط کروا لئے تھے فلمیں بھی ایسی جن کے ابھی نام تک تجویز نہیں ہوئے تھے، کہانی کا آئیڈیا تک نہیں لکھا گیا تھا، لیکن سونے کی چڑیا چونکہ ابھی سبھاش چندر کے ہاتھ میں تھی اس لئے اُس نے نامکمل کنٹریکٹ ہی سائن کروا لئے تھے اور وہ بھی ان خصوصی شرائط کے ساتھ کہ آگے چل کر وہ خواہ کتنی ہی مصروف کیوں نہ ہو جائے لیکن سبھاش کی فلموں کے لئے اُس کی سہولت کے مطابق ڈیٹس دے گی۔

سبھاش بڑا مستقبل شناس تھا۔

فلم سازوں نے مبہم سی پیشکشیں لے کر لاجونتی کے، پاس پہنچنا شروع کر دیا تھا، لیکن سبھاش چندر کی ہدایت کے مطابق وہ ابھی اُنہیں لٹکا رہی تھی۔ اُن کی پیشکشیں بھی ابھی دوٹوک نہیں تھیں۔ اس لئے لاجونتی کو بھی انہیں مبہم انداز میں جواب دینا زیادہ مشکل نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اُس کا کہنا یہی تھا کہ سیریل کا کام ختم ہونے سے



پہلے وہ کسی سے زبانی کلامی وعدے نہیں کر سکتی۔ ہاں، اگر کنٹریکٹ لا کر اُس کے سامنے رکھے جائیں اور معاوضے کے بارے میں واضح طور پر بات کی جائے تو وہ ضرور اس سلسلے میں سوچے گی۔ چنانچہ ابھی دونوں ہی طرف سے ابتدائی مراحل چل رہے تھے۔

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ لاجونتی کو راتوں رات وہ کامیابی حاصل ہو چکی تھی جس کے لوگ خواب دیکھتے ہیں۔ ایک ہنگامہ خیز مستقبل اُس کا منتظر تھا۔



کملا بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ اُسے کسی پل سکون نہیں مل رہا تھا۔ وہ شام پانچ بجے سے کمرے میں بند ہوگئی تھی اور اب آٹھ بج چکے تھے۔ اُس کی یہ حالت کئی دنوں سے تھی۔ اس کیفیت کے باعث وہ اپنا ادھورا ناول بھی مکمل نہیں کر پائی تھی جو آخری مراحل میں تھا۔ جب سے لاجونتی کی سیریل "ممبئی کی گلیاں" ٹی وی پر شروع ہوئی اور ملک بھر میں اُس کے چرچے ہونے لگے تب سے اُس کی یہ حالت تھی۔ رسالوں اور اخباروں میں لاجونتی کی رنگا رنگ تصویریں، انٹرویوز، فیچر، تبصرے اور تعریفیں پڑھ کر اُس کے سینے پر سانپ لوٹ گئے تھے۔ اُسے توقع نہیں تھی کہ لاجونتی ایک دم کامیابی و کامرانی کے اتنے اونچے سنگھاسن پر جا بیٹھے گی۔ اُس کا تو خیال تھا کہ شوبھا کے پاس پہنچتے ہی کچھ عرصے بعد وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی۔ اُس نے فون پر شوبھا کو بھی ہدایت کر دی تھی کہ اس حسن کی پوٹلی سے کیا کام لینا ہے۔

گو کہ شوبھا نے اپنا کام کر دکھایا تھا لیکن کملا کی توقعات کی تکمیل بہر حال نہیں ہو پائی تھی۔ وہ تصویریں کسی رسالے میں نہیں چھپ سکی تھیں۔ وہ چاہتی تھی کہ لاجونتی ملک بھر میں رُسوا ہو جائے، کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ اچانک ایک خیال کے آتے ہی وہ ٹھٹھک سی گئی۔ اُس کے قدم رُک گئے۔ کچھ دیر تو وہ یونہی کھڑی رہی او پھر تیزی سے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھی۔ نچلی دراز کھول کر ایک خاکی لفافہ نکالا اور میز کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ کر لفافہ اپنے سامنے ٹیبل پر پلٹ دیا۔ لفافے سے کئی تصویریں نکل کر ٹیبل پر پھیل گئیں۔

وہ کچھ ۔لمحے تو ٹکٹکی باندھے ان تصویروں کو گھورتی رہی۔ اُس کے چہرے کے، تاثرات میں تبدیلی آتی جا رہی تھی۔

''میں تجھے تباہ کر دُوں گی...... چڑیل!'' اُس کے ہونٹوں سے سرگوشی اُبھری، کسی ناگن کی پھنکار سے مشابہہ......



ڈاکٹر دلیپ راج نے زندگی میں صرف اچھے دن ہی نہیں دیکھے تھے۔ اُس نے برے دنوں کا بھی سامنا کیا تھا لیکن اُس کے خیال میں آج کا دن اُس کی زندگی کا بدترین دن تھا۔ وہ اس وقت اپنی اسٹڈی میں تھا۔ اُس کے سامنے میز پر چار تصویریں بکھری ہوئی تھیں۔ وہ اُن سے نظر چرا رہا تھا مگر وہ گویا چار انگاروں کی طرح اُس کے ذہن میں پیوست ہو چکی تھیں۔ ان تصویروں میں کیا پیغام چھپا ہوا تھا وہ اسے بھی بخوبی سمجھتا تھا۔

میز کے دوسری طرف کملا پرکاش دیوی اپنے مخصوص اور قدرے نخوت بھرے انداز میں ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھی تھی۔ اس موقع پر نہ جانے کیوں اُس نے سرتا پا سیاہ لباس پہن کر آنا پسند کیا تھا۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ رنگ اُس کے گدرائے ہوئے سرخ وسپید سراپا پر خوب کھل رہا تھا۔

''تصویریں ساری ہی ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ میرے لئے ان میں سے صرف چار کا انتخاب کرنا بے حد دُشوار ہو گیا تھا۔'' کملا بظاہر سرسری لہجے میں بات کر رہی تھی۔ انداز گپ شپ کا سا تھا۔ لیکن دلیپ کو بخوبی احساس تھا کہ اس لہجے میں کیسا زہر چھپا ہوا تھا۔ ''بہرحال، یوں سمجھو کہ یہ چار تو نمائندہ تصویریں ہیں۔ بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی یہی کہوں گی کہ بھئی میں فوٹو گرافی کی باریکیوں سے تو واقف نہیں ہوں، لیکن مجھے یہ ضرور معلوم ہے کہ کون سی چیز آنکھوں کو بھلی لگتی ہے اور ان تصویروں کے حسن میں کوئی کلام نہیں۔''

کسی اندرونی اذیت سے دلیپ راج کا چہرہ بگڑ کر رہ گیا۔ وہ ایک وجیہہ اور توانا آدمی تھا۔ مگر اس وقت اُس کی وجاہت بھی گویا معدوم سی ہو گئی تھی اور اُس کے جسم سے ساری توانائی جیسے کسی نے نچوڑ لی تھی۔ کمرہ ایئر کنڈیشنڈ تھا مگر اُس کی پیشانی پر



پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔

''لیکن یہ تصویریں تم میرے ہی پاس کیوں لے کر آئی ہو؟'' اُس نے اپنے لہجے کو ہموار رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

''اس لئے کہ انہیں سب سے پہلے دیکھنے کا حق تمہارا ہی بنتا ہے۔'' کملا نے بڑے اطمینان سے چیونگم چباتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔

''وہ کس طرح؟'' ڈاکٹر دلیپ نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

''وہ اس طرح کہ میں نے لاجونتی کے کئی انٹرویوز پڑھے ہیں۔ ہر انٹرویو میں اُس نے جس عقیدت، جس ممنونیت اور جس محبت سے ہمیشہ تمہارا ذکر کیا ہے، اس سے مجھے یہ سمجھنے میں دُشواری نہیں ہوئی کہ تمہارے اور اس کے درمیان ایک تعلق خاطر استوار ہو چکا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے کملا کے ہونٹوں پر بڑی شاطرانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ ایک لمحے کے توقف کے بعد وہ مزید گویا ہوئی۔ ''شاید تمہیں معلوم ہی ہو کہ کسی زمانے میں، میں خود بھی جرنلسٹ رہی ہوں۔ مجھے بہت سی چیزیں بین السطور لکھنا بھی آتی ہیں اور پڑھنا بھی۔ بعض جگہ مختصر اور عام سے الفاظ بہت سی ان کہی کہانیوں کا پتہ دیتے ہیں۔ میں کہانی کار بھی ہوں، مجھے کہانیوں تک پہنچنا آتا ہے۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ حسین تصویروں کے نظارے کا حق سب سے پہلے تمہیں حاصل ہے۔''

''تم ان کا کیا کرو گی؟'' دلیپ کے لہجے میں شکست تھی۔

''بہت اچھا سوال کیا ہے تم نے۔'' کملا نے پہلو بدلتے ہوئے یوں اطمینان سے کہا گویا وہ کسی ٹی وی مذاکرے میں حصہ لے رہی ہو۔ ''اگر میں انہیں بڑے بڑے اخبارات و رسائل کے ہتھے چڑھوا دُوں تو وہ انہیں جوں کا توں نہیں چھاپ سکیں گے۔ بیچارے خواہ مخواہ اِدھر اُدھر پٹیاں چپکاتے پھریں گے اور تصویروں کا حسن غارت کریں گے۔ اور اگر یہ ذرا بدنام قسم کے رسالوں تک پہنچ جائیں تو وہ انہیں بڑے اہتمام سے چھاپیں گے، لیکن ان کی اشاعت زیادہ نہیں ہوتی اور وہ شرفاء یا زیادہ اونچے لوگوں میں نہیں پڑھے جاتے۔ اس کے علاوہ کہیں ایسا نہ ہو کہ منفی شہرت بھی لاجونتی کے حق میں چلی جائے۔ وہ قسمت کی بہت اچھی ہے نا۔ شاید وہ کہہ دے

کہ اُس کے خلاف سازش ہوئی ہے، اسکینڈل بنایا گیا ہے، تصویروں میں کوئی جعل سازی کی گئی ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ تھوڑی سی رقم خرچ کر ڈالوں اور چیز اصل حالت میں، اپنی تمام تر خوبصورتی کے ساتھ متعلقہ لوگوں تک پہنچا دوں۔''

''کیا مطلب؟'' دلیپ کی آواز بیٹھی بیٹھی سی تھی۔

''میں ان کے سینکڑوں پرنٹس تیار کرواؤں گی اور تمام متعلقہ لوگوں کو بذریعہ ڈاک بھجوا دوں گی۔ وہ خود ہی بہتر طور پر فیصلہ کرلیں کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔''

''مثلاً کن لوگوں کو؟''

''بہت سے ہیں۔ سبھاش چندر ہے، ٹی وی کے اعلیٰ حکام ہیں جن میں سے بہت سے پہلے ہی پرائیویٹ سیکٹر سے پروڈکشنز خریدنے کے حق میں نہیں تھے۔ ان تصویروں کو دیکھ کر وہ سوچ میں پڑ جائیں گے، وہ فوری طور پر لاجونتی کی سیریل ٹی وی پر روک دیں گے۔ بہت سے فلمساز ہیں جو لاجونتی کو سائن کرنے کے لئے پر تول رہے ہیں۔ ان کے لئے بھی ان ہوشربا تصویروں کا نظارہ مفید رہے گا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے معززین اور متعلقین ہیں۔ وہ سیٹھ بھی قابل ذکر ہیں جو اس سیریل کو اسپانسر کر رہے ہیں اور لاجونتی کو کوہ قاف سے آئی ہوئی کوئی اچھوتی پری سمجھ رہے ہیں۔''

''لیکن کیوں کرو گی تم ایسا؟ کیا بگاڑا ہے لاجونتی نے تمہارا؟ کیا دشمنی ہے تمہیں اُس سے؟'' دلیپ کے حلق سے سرسراتی ہوئی سی آواز نکلی۔

''ہاں...... یہ بھی بہت اچھا سوال کیا ہے تم نے۔'' کملا گویا اُس کے سوال سے نہیں بلکہ اُس کی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے بولی۔ ''لیکن میرا خیال تھا کہ تم خود ہی اپنے ذہن میں اس کا کوئی جواب گھڑ لو گے۔ تم فزیشن اور سرجن ہونے کے ساتھ ساتھ نفسیات کے ڈاکٹر بھی تو ہو اور نفسیات کے ڈاکٹر تو عملی بحث مباحثوں میں دنیا کے سارے مسائل حل کر لیتے ہیں۔ فلاں نے فلاں جرم کیوں کیا؟ فلاں نے فلاں حرکت کیوں کی؟ ماہرین نفسیات فوراً سراغ لگا لیتے ہیں کہ اس کے لاشعور کی ساتویں تہہ میں کوئی پیدائشی ناگواری چھپی ہوئی تھی یا اس کے تحت الشعور کے آٹھویں خانے میں احساسِ کمتری کا انبار لگا ہوا تھا، وغیرہ وغیرہ۔ تم بھی ایسا ہی کوئی جواز فرض



کر سکتے ہو۔''

باتیں کرتے کرتے کملا نے ڈاکٹر کے چہرے سے نظر ہٹا لی تھی۔ وہ دوبارہ اُس کی طرف متوجہ ہوئی تو اُسے خفیف سا جھٹکا لگا۔ ڈاکٹر کے چہرے سے یکلخت ہی شکست خوردگی کے آثار غائب ہو گئے تھے۔ اُس کے ذہن کے کسی تاریک نہاں خانے سے شاید غصے اور طیش کا آتش فشاں اُبل پڑا تھا۔ وہ شعلہ بار نظروں سے کملا کو گھور رہا تھا۔

وہ بولا تو اُس کی آواز دبی دبی غراہٹ سے مشابہ تھی۔ ''میرے پیشے نے مجھے نرم خو بنا دیا ہے کملا پرکاش۔ حالانکہ اس پیشے کے باعث بہت سے لوگ بے حد سنگدل ہو جاتے ہیں...... یا شاید میں فطری طور پر ہی نرم خو آدمی ہوں۔ اس لئے میں تمہاری اس بلیک میلنگ کے جواب میں کوئی دھمکی نہیں دے رہا۔ ورنہ میں کم از کم اس پوزیشن میں ضرور ہوں کہ اگر چاہوں تو تم اس گھر سے واپس نہ جا سکو۔ یہیں کہیں غائب ہو جاؤ اور لوگ تمہیں ڈھونڈتے رہیں۔''

''نہیں میرے بھولے ڈاکٹر......'' کملا شاطرانہ انداز میں مسکرائی۔ ''میں اتنی چھوٹی مچھلی نہیں ہوں کہ تم جیسی مچھلی مجھے نگل سکے۔ میں تو جب محض جرنلسٹ کے طور پر اُبھر رہی تھی تب بھی بڑے بڑے خطرناک درندوں کے کچھار میں چلی جاتی تھی، لیکن مجھے معلوم ہوتا تھا کہ کیا کیا بندوبست کر کے جانا چاہئے۔ اس لئے مجھے واپسی کے راستے ہمیشہ کھلے ہوئے ملتے تھے۔ میں کسی کام میں ہاتھ ڈالتی ہوں تو اس کے تمام روشن اور تاریک پہلوؤں کا سب سے پہلے جائزہ لیتی ہوں اور اس کے بعد ہی میدان میں اترتی ہوں۔''

ڈاکٹر دلیپ کی آنکھوں میں شعلے کچھ مدھم سے پڑ گئے۔ ''تم مجھے کوئی نفسیاتی مریض لگتی ہو۔ تمہارے ذہن میں کہیں کوئی کجی، کوئی گرہ ضرور ہے۔''

''شاید......'' کملا کا لہجہ اچانک خوابناک سا ہو گیا۔ وہ دلیپ کی طرف دیکھنے کی بجائے اُس کے عقب میں دیوار پر لگی ہوئی ایک پینٹنگ کو نیم وا آنکھوں سے تکے جا رہی تھی۔ ''شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ شاید میں نفسیاتی مریضہ ہوں۔ لیکن شاید میں پہلے نہیں تھی...... شاید مجھے اس لڑکی لاجونتی نے ہی نفسیاتی مریضہ بنایا ہے...... اس

نے میری زندگی میں بہت سے "شاید" جمع کر دیئے ہیں۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے یہ صرف مجھے چڑانے، میرا مذاق اڑانے کے لئے اس دنیا میں آئی ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ مجھے تباہ کرے، میں اسے تباہ کر دُوں گی۔"

اُس کا لہجہ بالکل سرگوشی میں ڈھل گیا تھا۔ دلیپ نے اُس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے مُڑ کر دیکھا، کملا کی نظریں اب بھی پینٹنگ پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ ایک نہایت حسین ماں کی تصویر تھی جو اپنی نوزائیدہ بچی کو سینے سے چمٹائے دودھ پلا رہی تھی۔

کملا اچانک کرسی سے اُٹھی اور مزید ایک لفظ کہے بغیر کمرے سے نکل گئی۔ چند لمحے بعد دلیپ نے باہر گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ پھر وہ آواز بھی معدوم ہو گئی۔ کمرے میں گہرا سکوت چھا گیا تھا۔ صرف ایئر کنڈیشنر کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ دلیپ بے حس و حرکت اپنی جگہ بیٹھا تھا۔ کملا کے یوں اچانک چلے جانے سے وہ ہکا بکا رہ گیا تھا۔ کملا تصویریں بھی میز پر چھوڑ گئی تھی۔





کال بیل کی آواز سن کر لاجونتی نے خود ہی اپنے پُر آسائش فلیٹ کا دروازہ کھولا۔ دلیپ راج کو سامنے پا کر وہ پھول کی طرح کھل اُٹھی۔

"دلیپ، میں تمہارے بارے میں......" لاجونتی نے بڑے پریم بھرے لہجے میں کہنا چاہا لیکن وہ جملہ مکمل نہ کر پائی۔ دلیپ کے چہرے پر حد سے زیادہ گمبھیر سنجیدگی دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی۔

دلیپ نے اندر آ کر خاموشی سے دروازہ اپنے عقب میں بند کر دیا۔ اُس نے لاجونتی کے محبت سے پھیلے ہوئے بازوؤں کو گویا قطعی نظر انداز کر دیا تھا۔ لاجونتی کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار نمودار ہوئے۔ اُس کے مزید کچھ بولنے سے پہلے دلیپ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چند تصویریں اُس کے منہ پر دے ماریں۔ محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً اُس نے تصویریں منہ پر ماری تھیں جن میں سے دو سیدھی اور دو الٹی قالین پر گریں۔

دلیپ کا انداز اس قدر توہین آمیز تھا کہ تصویروں کی طرف دیکھنے سے پہلے ہی خجالت سے، لاجونتی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ دلیپ چاہتا بھی یہی تھا کہ وہ ویسی ہی خجالت، ذلت اور توہین محسوس کرے جیسی وہ خود محسوس کر چکا تھا۔

نہایت آہستگی سے لاجونتی نے قالین پر بکھری ہوئی تصویروں کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھیں پھیل گئیں اور سرگوشی کے سے انداز میں اُس کے ہونٹوں پر صرف ایک لفظ آیا۔

"بھگوان......"

اُس کا سر دھیرے دھیرے نفی میں ہل رہا تھا جیسے وہ بہ زبان خاموشی کسی الزام کی تردید کر رہی ہو۔ اُس کا پورا جسم بری طرح سے کپکپا رہا تھا جیسے اُسے لرزہ بخار چڑھ گیا ہو۔

"تمہیں کم از کم مجھ کو تو سب کچھ بتا دینا چاہئے تھا......" دلیپ گویا پھٹ پڑا۔

لاجونتی کے ہونٹ کچھ کہنے کو ہلے لیکن ان میں سے کوئی لفظ نہ نکلا، ہونٹ محض لرز

کر رہ گئے۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، لیکن دلیپ جیسے یہاں کسی سے کچھ سننے نہیں، صرف اپنی سنانے آیا تھا۔ اُس نے اپنے طور پر نہ جانے کیا کچھ فرض کر لیا تھا۔ وہ لاجونتی کو موقع دیئے بغیر اپنے دل کا غبار نکالتا چلا گیا۔

''میں تو تمہیں آسمان سے اُتری ہوئی کوئی پوتر مخلوق سمجھ رہا تھا۔ تمہاری پوجا کرنے لگا تھا۔ نہ جانے کیا کیا خواب دیکھے تھے میں نے تمہارے بارے میں۔ یہ بے اعتباری ہی تو تھی جس نے آج تک مجھے کسی لڑکی کی زلفوں کا اسیر نہیں بننے دیا تھا۔ ہر لڑکی نہ جانے کن کن راہوں سے گزر کر آئی ہوئی لگتی تھی، لیکن تم نے تو میرے اعتبار کو سب سے بڑا دھوکا دیا ہے...... سب سے زیادہ دُکھ پہنچایا ہے مجھے...... تمہاری اس معصوم صورت سے دھوکا کھا گیا تھا میں...... اگر تم نے خود مجھے سب کچھ بتا دیا ہوتا تب شاید مجھے اتنا صدمہ نہ ہوتا...... میں پھر بھی تمہارے ماضی کو دفن کر کے تمہیں اپنے گھر کی رانی بنا لیتا۔ لیکن تم نے سب کچھ چھپائے رکھا...... اس سے نیت کی خرابی ظاہر ہوتی ہے۔ بے وقوف بنا رہی تھیں تم مجھے......'' غصے کی شدت سے اُس کی آواز پھٹ گئی۔

لاجونتی ایک ٹک اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے، لیکن اس نمی کی تہ میں آگ تھی۔ شاید دلیپ کا ہر لفظ اُس کی انا اور خودداری پر ایک زخم لگاتا ہوا گزر رہا تھا۔ آگ اُس کے من میں بھی لگی تھی، پندار اُس کا بھی مجروح ہوا تھا کہ اس پر اعتبار نہیں کیا گیا تھا، محض آنکھوں کو دھوکا دینے والی چند تصویروں کے باعث اُس کی وفا، اُس کے خلوص، اُس کی پرستش کو غلاظت کی دلدل میں پھینک دیا گیا تھا۔ اُس کا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

''کیا بتانا چاہیئے تھا مجھے تم کو......؟ کیا چھپایا ہے میں نے تم سے؟'' اُس نے کانپتی آواز میں پوچھا۔ یہ کپکپاہٹ غصے کی شدت کے باعث تھی۔

''اب ان سوالوں کا کوئی فائدہ نہیں۔'' دلیپ پہلے سے بھی زیادہ بھڑکتے ہوئے بولا۔ ''میں بچہ نہیں ہوں، دنیا دیکھی ہے میں نے...... مجھے معلوم ہے اس قسم کی تصویریں کھنچوانے والی لڑکیوں کا ماضی کیا ہوتا ہے۔ بہت سستے داموں بکتی ہیں...... نہ جانے کہاں کہاں ٹھوکریں کھا چکی ہوتی ہیں......''

لاجونتی کے چہرے کی سرخی اور جسم کی کپکپاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ اُس کے سینے



میں الاؤ سا بھڑک اُٹھا تھا اور تپش اُس کے لئے ناقابل برداشت ہو چکی تھی۔ اُس کی کنپٹیاں گویا پھٹنے کو تھیں۔

''بند کرو اپنی بکواس......'' وہ یکدم چلا اُٹھی۔ ''تم مرد لوگ بس عورت پر شک کرنے کے بہانے ڈھونڈتے ہو۔ بس ذرا سی کوئی چیز نظر آئی اور گویا بارود کے فلیتے میں آگ لگ گئی...... اور تم جیسے مرد...... جو بڑے متحمل مزاج، بڑے بردبار نظر آتے ہیں، وہ زیادہ تنگ دل، زیادہ کمینے ہوتے ہیں...... بہت فخر ہوتا ہے انہیں اپنے آپ پر...... اپنے آپ کو اوتار اور ساری دنیا کو گناہ گار سمجھتے ہیں وہ۔ انہیں تو گویا کسی سے کچھ پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ کوئی وضاحت درکار نہیں ہوتی۔ وہ تو بس خود ہی فیصلے دے دیتے ہیں۔ غلطی دراصل مجھ جیسی بے سہارا لڑکیوں ہی کی ہوتی ہے۔ وہ ان کی پوجا اور پرستش کر کے انہیں اوتار بنا دیتی ہیں...... لیکن میں تمہیں بتا دوں کہ میں اتنی بھی کمزور اور اتنی بھی مجبور نہیں ہوں کہ ہر وقت تمہارے قدموں میں پڑی گڑگڑاتی رہوں اور رو رو کر اپنی بے گناہی کا یقین دلاتی رہوں۔ اگر تمہیں کچھ پوچھنے، کچھ جاننے کی ضرورت نہیں ہے تو مجھے بھی کچھ بتانے، کچھ وضاحت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے پاؤں چھوتی تھی، تمہاری پوجا کرتی تھی...... تمہارے احسانات کی وجہ سے نہیں، وہ میری محبت تھی۔ میری وفا تھی۔ ورنہ مجھے کسی کے زیادہ احسانات، زیادہ نوازشات کی ضرورت نہیں۔ میں تو قناعت پسند لڑکی ہوں۔ ہزار دو ہزار روپے مہینے کی نوکری میں بھی گزارا کر سکتی ہوں۔ مجھے تمہاری مہربانیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے میرا دل لہولہو کر دیا ہے۔ نکل جاؤ یہاں سے...... اور لوٹ کر مت آنا۔ نہ میرے گھر میں...... اور نہ میری زندگی میں......''

اُس نے آگے بڑھ کر ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔ آنسو اُس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ دلیپ مڑا اور دروازے سے نکل گیا۔ لیکن اب اُس کے انداز میں وہ تیزی، وہ جارحانہ پن نہیں تھا۔ وہ قدرے ہچکچاہٹ کے سے عالم میں رخصت ہوا تھا۔ لیکن اب شاید اُس نے کچھ کہنا بیکار سمجھا تھا یا شاید وہ انا کا قیدی بن چکا تھا۔ بات جیسے اُس کے اختیار میں نہیں رہی تھی۔ جیسے پہاڑ سے اُترنے والا جلد بازی میں اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جب رُکنا اُس کے اختیار میں نہیں رہتا۔



لاجونتی نے شوبھا کے اپارٹمنٹ کا دروازہ لات مار کر کھولا۔ اُس کے وجود میں گویا آتش فشاں اُبل رہا تھا جس کی تپش سے اُس کا جسم دہک رہا تھا۔ اُس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آنکھوں میں شعلے سے لپک رہے تھے۔ شوبھا سامنے ہی لاؤنج میں بیٹھی کافی پی رہی تھی اور ایک ہاتھ سے کسی رسالے کے ورق پلٹ رہی تھی۔ لاجونتی کسی بگولے کی طرح اُس کے قریب پہنچی۔ اُسے یوں شعلہ جوالا دیکھ کر شوبھا دل ہی دل میں خوفزدہ سی ہوگئی لیکن اُس کی زندگی میں کئی خطرناک سے مواقع آ چکے تھے جن سے اُس نے یہی سبق حاصل کیا تھا کہ اپنے خوف کا اظہار نہیں کرنا چاہئے، اس طرح مد مقابل پر آدھی فتح حاصل کی جاسکتی ہے۔

اپنی دھڑکنوں پر قابو رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے اُس نے حتیٰ الامکان پُرسکون انداز میں نظر اُٹھا کر لاجونتی کی طرف دیکھا۔

''ہیلو لاجونتی، بہت دن بعد ملاقات ہورہی ہے...... کیا بات ہے بہت غصے میں نظر آرہی ہو؟''

''تو تم نے وہ تصویریں فروخت کردیں......!'' لاجونتی پھنکاری۔

''اوہ، کیا وہ کہیں چھپ گئی ہیں؟'' شوبھا نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''نہیں...... لیکن مجھے جو نقصان پہنچنا تھا وہ پہنچ چکا۔ اور ابھی مزید نہ جانے کتنا نقصان پہنچے گا۔ جس کے ہاتھوں میں وہ پہنچ گئی ہیں وہ مجھے تباہ کئے بغیر نہیں چھوڑے گی۔ اُس نے تو وہ تصویریں دکھانے کی ابتداء ہی اس ہستی سے کی ہے جو مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھی...... کیا مل گیا تمہیں یہ سب کچھ کر کے؟ کتنی رقم کی خاطر تم نے ایک بے قصور لڑکی کا مستقبل برباد کردیا ذلیل عورت؟'' لاجونتی کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔

''میں نے وہ تصویریں بیچی نہیں ہیں۔'' شوبھا اطمینان سے بولی۔ ''کملا نے وہ میرے اپارٹمنٹ سے چرالی ہیں۔''

''ک ک...... کملا...... د...... دیوی نے......؟'' لاجونتی کی زبان لڑکھڑا سی گئی۔ وہ کملا دیدی کہنے لگی تھی لیکن اُس نے خود کو فوراً سنبھال لیا۔ شوبھا کی یہ بات اُسے چابک کی



طرح لگی تھی۔ صدمے کے شدید جھٹکے نے اُسے سرتاپا جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اُس کی بڑی بہن اُس کی تباہی کے درپے تھی۔

''ہاں، کملا نے۔'' شوبھا نے اُسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میری عدم موجودگی میں وہ مجھ سے ملنے آئی تھی۔ ملازمہ اُسے پہچانتی تھی اس لئے اُس نے اُسے اندر بٹھا لیا۔ اسٹوڈیو کی چابی اتفاق سے اُس کے ہاتھ لگ گئی یا شاید اُس نے تلاش کر لی۔ ملازمہ کو کسی کام میں لگا کر اُس نے اسٹوڈیو میں گھس کر تمام ڈپلیکیٹ پرنٹس اور نگیٹوز چرالئے۔ میری غلطی صرف اتنی ہے کہ میں نے فون پر اُس سے ان تصویروں کا تذکرہ کردیا تھا۔ اُس نے تمہارے بارے میں پوچھنے کے لئے فون کیا تھا۔ میں نے بتا دیا کہ تم غصے میں میری گاڑی لے کر نہ جانے کہاں نکل گئی ہو۔ پھر اُس کے کریدنے پر میں نے تمہارے غصے کی وجہ بھی بتا دی تھی۔ اس کے دوسرے ہی دن وہ یہاں پہنچ گئی اور میری عدم موجودگی میں اپنا کام دکھا گئی۔ وہ بڑی عیار عورت ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ چیز بھی ایسی ہے کہ نہ اس کی چوری کی رپٹ درج کرائی جاسکتی ہے اور نہ کوئی کارروائی کی جاسکتی ہے۔ اس طرح بات زیادہ بگڑ سکتی ہے۔''

لاجونتی کا غصہ اب آنسوؤں میں ڈھل رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں دُھندلا رہی تھیں۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر کملا اس کے پیچھے کیوں پڑگئی تھی؟

اُسے نرم پڑتے دیکھ کر شوبھا اپنے لہجے کو کچھ اور متاثر کن بناتے ہوئے بولی۔

''یقین کرو میں نے اشتیاق، تجسس یا شاید لالچ کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہاری مرضی کے خلاف تصویریں بنا تو لی تھیں لیکن جب تم گھر سے چلی گئیں تو میرے ضمیر نے مجھے بہت ملامت کی۔ میں بری عورت تو شاید ہوں لیکن اتنی بری عورت نہیں ہوں۔ بالکل ہی بے ضمیر نہیں ہوں۔ میں نے اسی وقت تہیہ کرلیا تھا کہ ان تصویروں کو کسی کے بھی ہاتھ فروخت نہیں کروں گی۔ میں تم سے شرمندہ تھی۔ مجھ میں تمہارا سامنا کرنے کی ہمت نہیں رہی تھی۔ میں نے تمہیں شہرت کا سفر طے کرتے دیکھا لیکن تم نے شاید محسوس کیا ہو کہ ممبئی کا تقریباً ہر قابل ذکر فوٹو گرافر تمہاری تصویریں بنانے پہنچا لیکن میں تمہارے سامنے نہیں آئی۔ میں تمہاری مجرم ہوں۔ لیکن اب تم ٹی وی اسٹار ہوگئی ہو اور جلد ہی فلم اسٹار بھی بن جاؤ گی...... بڑی شخصیت بن جاؤ گی۔ اب تمہارا دل بھی بڑا

ہونا چاہئے۔ مجھے معاف کر دو۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ میری خواہش ہے کہ آئندہ کے لئے تم مجھے اپنی دوست سمجھو۔'' شوبھا واقعی اُس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوگئی۔

آنسو جو لاجونتی کی پلکوں پر رُکے ہوئے تھے، رخساروں پر ڈھلک آئے۔ اُس کا غیظ و غضب جیسے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ رندھی ہوئی آواز میں وہ بولی۔ ''بڑی شخصیت بنوں گی میں؟ ہونہہ...... تم نے میرے لئے راستہ ہی کہاں چھوڑا ہے...... کملا اگر وہ تصویریں دلیپ تک پہنچا سکتی ہے تو سبھاش چندر اور ٹی وی کے لوگوں تک بھی ضرور پہنچائے گی۔ مجھے اس بات کا دُکھ نہیں ہے کہ ایک عظیم الشان مستقبل میرے ہاتھ سے نکل جائے گا...... دُکھ تو مجھے دلیپ کے کھونے کا ہے...... اور اس بات کا ہے کہ مجھے ایک گھٹیا عورت سمجھا جائے گا جو میں کبھی نہیں تھی اور نہ ہی کبھی ہوں گی۔'' وہ بلک بلک کر رونے لگی۔

شوبھا نے اُسے سینے سے لگایا۔ ''تم بالکل بچی ہو۔'' وہ اُس کا کندھا تھپکتے ہوئے بولی۔ ''تمہیں اتنا پریشان ہونے؛ اتنا وحشت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم سبھاش چندر کو سب کچھ سچ سچ بتا دینا۔ وہ کوئی چھوٹا آدمی نہیں ہے۔ اگر تم اُسے اپنی بے گناہی کا یقین دلانے میں کامیاب ہوگئیں تو پھر کملا سے وہ خود ہی نمٹ لے گا۔ لیکن تم اس بات کو ہوّا مت بناؤ۔ ہر بڑے اسٹار کے ماضی میں کوئی نہ کوئی اسکینڈل چھپا ہوتا ہے، لیکن اگر اسٹار بننا اُس کی قسمت میں لکھا ہو تو اسکینڈل اس کا راستہ نہیں روک سکتے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ سب کچھ بھول بھال جاتے ہیں۔ اسٹارز کی پرستش جاری رہتی ہے...... تم آرام سے میرے پاس بیٹھو اور تھوڑی دیر کے لئے اس سارے چکر کو بھول جاؤ...... آؤ بیٹھو...... لو، کافی پیو......''



لاجونتی نہایت پُروقار اور پُر اعتماد انداز میں چلتی ہوئی سبھاش چندر کے دفتر میں داخل ہوئی۔ سبھاش چندر کی پرسنل سیکرٹری نمرتا اُسے دیکھتے ہی اضطراری انداز میں اُٹھ کھڑی ہوئی اور گہری سانس لے کر بولی۔

''شکر ہے کہ آپ آ گئیں مس لاجونتی۔ میں تو آپ کے لئے نہ جانے کہاں کہاں



فون کر کے تھک گئی...... اب تو ہم آپ کی تلاش میں آدمی روانہ کرنے والے تھے۔ مسٹر سبھاش چندر سخت بے تابی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔''

لاجونتی نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ دھیرے سے سر ہلانے پر اکتفا کیا اور سبھاش کے کمرے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ نمرتا اپنی جگہ کھڑی شک زدہ سی نظروں سے اُسے اندر جاتے دیکھ رہی تھی۔ اُسے صرف اتنا معلوم تھا کہ آج صبح کی ڈاک میں دیگر چیزوں کے ساتھ سبھاش چندر کے نام ایک بڑا سا خاکی لفافہ آیا تھا جس پر جلی حروف میں ''پرائیویٹ اینڈ کانفیڈنشل'' لکھا ہوا تھا۔ نمرتا نے وہ لفافہ اندر بھجوا دیا تھا۔ باقی ڈاک عام سی ہی تھی اور معمول کے مطابق وہ نمرتا نے ہی کھول لی تھی۔

اُس کے خیال میں سبھاش چندر نے جونہی اندر اپنے کمرے میں، تنہائی میں وہ لفافہ کھول کر دیکھا تھا، آفس کی فضا میں گویا عجیب سی تبدیلی آ گئی تھی۔ سبھاش نے نمرتا کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ اُس کی تمام ملاقاتیں شام تک کے لئے منسوخ کر دے بلکہ اس وقت ایک فلمی مصنف سے اُس کی میٹنگ جاری تھی۔ اُس نے مصنف کو بھی رخصت کر دیا تھا۔ آج کوئی شوٹنگ نہیں تھی ورنہ شاید وہ شوٹنگ بھی ملتوی کر دیتا۔ اسی وقت اُس نے انٹرکام پر نمرتا کو یہ ہدایت بھی کی تھی کہ وہ کسی بھی طرح جلد از جلد لاجونتی سے رابطہ قائم کر کے اُسے دفتر بلائے۔ نمرتا کو تجسّس ضرور تھا مگر فلم انڈسٹری کے ماحول میں بارہ سال تک سیکرٹری کے طور پر کام کرنے کے بعد وہ اپنے تجسّس کو اپنے تک ہی محدود رکھنا اچھی طرح سیکھ چکی تھی۔

لاجونتی کمرے میں داخل ہوئی تو سبھاش چندر دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا تھا۔ لاجونتی نے اپنے عقب میں دروازہ مقفل کر دیا۔ سبھاش نے سر اٹھا کر بوجھل سی نظروں سے اُس کی طرف دیکھا۔ اس سے پہلے وہ نہایت گرمجوشی سے اس کا استقبال کرتا تھا۔

لاجونتی خاموشی سے اُس کے مقابل رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔ چند لمحے وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ لاجونتی نے اُس سے نظر نہیں چرائی۔ بالآخر سبھاش نے میز کی دراز سے ایک چاق شدہ خاکی لفافہ نکال کر اُس کے سامنے رکھ دیا اور شاکی نظروں سے اُس کی طرف دیکھتا رہا لیکن زبان سے کچھ نہیں بولا۔ گویا نظروں ہی نظروں میں وہ لاجونتی کو ملامت کر رہا تھا کہ مس لاجونتی دیوی، یہ

کیا ہے؟ میں تمہیں ایسا نہیں سمجھتا تھا۔

لاجونتی نے ایک بار بھی نظر پھیر کر اُس لفافے کی طرف نہ دیکھا اور تسلسل ایک ٹک سبھاش چندر کے چہرے کو گھورے جا رہی تھی۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن وہ چاہتی تھی کہ پہلے سبھاش چندر اپنے دل کی بھڑاس نکال لے اور اس کے بعد وہ فیصلہ کرے گی کہ اُسے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہئے یا نہیں۔ وہ اُسے کچھ کہنے، کچھ وضاحت کا موقع دیتا ہے یا نہیں۔ وہ یہ فیصلہ کر کے آئی تھی کہ سبھاش نے بھی اُسے کچھ کہنے یا صفائی پیش کرنے کا موقع نہیں دیا تو وہ بغیر کچھ کہے سنے وہاں سے لوٹ آئے گی، اپنے تابناک مستقبل سے دستبردار ہو کر۔

''لاجونتی...... فلم انڈسٹری اتنی بری جگہ بھی نہیں جتنا اس کا امیج بنا ہوا ہے۔'' بالآخر سبھاش چندر نے ہی سکوت کی جھیل میں پہلا کنکر پھینکا۔ ''مجھے ہمیشہ یقین رہا ہے کہ یہاں کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی شریف اور پوتر لڑکی ضرور آتی ہے۔ بعد میں اگر وہ کچھ اور بن جاتی ہے تو یہ دوسری بات ہے۔ تم ایک تو دلیپ کی دوست ہو، دوسرے تمہاری شخصیت بھی کچھ ایسی ہے کہ میں نے تمہیں ایک شریف اور پوتر لڑکی سمجھا تھا لیکن......''

اُس نے ٹھنڈی سانس لے کر لفافے کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ دیکھ کر مجھے زبردست دھچکا لگا ہے...... تم بے شک شریف اور پوتر نہ ہوتیں۔ میرے ساتھ کام کرنے کے لئے تمہارا شریف زادی ہونا ضروری نہیں تھا، لیکن تمہارے شرمناک ماضی کے ثبوت یوں لوگوں کے پاس نہیں ہونے چاہئے تھے۔ مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ جس کی طرف میں نے آج تک میلی نظر سے نہیں دیکھا، اس پیکرِ سیمیں کا نظارہ نہ جانے کس کس نے کتنے سستے داموں کیا ہو گا۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت ہو رہی ہے کہ ڈاکٹر دلیپ راج نے تمہاری سفارش کی تھی۔ یقیناً وہ بھی تمہارے ماضی کے اس پہلو سے آگاہ نہیں ہو گا۔''

لاجونتی کے چہرے پر سرخی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی لیکن وہ گویا خود پر ضبط کئے خاموش بیٹھی رہی۔ سبھاش خاموش ہوا تو وہ ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں بولی۔ ''بس....؟ یا ابھی تمہیں اور بھی کچھ کہنا ہے؟''

''یہ تو صرف میرے جذبات تھے۔ اب ہمیں از سرِ نو کچھ کاروباری گفتگو بھی کرنی پڑے گی۔ میرا خیال ہے کوئی اچھا مستقبل تمہارا منتظر نہیں ہے اور میرے منصوبوں کو بھی



خاصا نقصان پہنچے گا۔'' سبھاش چندر گہری سنجیدگی سے بولا۔

''کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے تم میرا موقف بھی سن لو۔ تمہارا دل چاہے تو اس پر اعتبار کر لینا اور دل نہ چاہے تو مت کرنا۔'' لاجونتی بولی اور پھر اُس نے نہایت سادہ سے انداز میں سبھاش کو سب کچھ بتا دیا۔

ایک بار پھر خود بخود کسی انجانی سی اذیت اور تذلیل کے احساس سے اُس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ شاید یہ اُس کے لہجے کی سادگی کا کمال تھا کہ سبھاش نے بلا تامل اُس کی بات کا یقین کر لیا۔ اُس کی آنکھوں سے بے اعتباری کی پرچھائیاں چھٹ گئیں۔ مگر وہ ناگزیر سا سوال اُس کے ہونٹوں پر بھی آ گیا۔

''لیکن کیوں....؟ کیوں کر رہی ہے کملا یہ سب کچھ؟ کیا دشمنی ہے اُسے تم سے؟'' اُس نے اُلجھن زدہ سے لہجے میں پوچھا۔

''یہ تو کوئی ماہرِ نفسیات ہی بتا سکتا ہے۔ بلکہ شاید وہ بھی نہ بتا سکے۔'' لاجونتی آنکھیں پونچھتے ہوئے بولی۔ ''کملا کی شخصیت میں اتنے پیچ و خم ہیں، اُس کے ذہن میں اتنی گرہیں ہیں کہ شاید اُس کی ذات کا سرا کسی ماہرِ نفسیات کے ہاتھ بھی نہ آ سکے......'' وہ چاہنے کے باوجود سبھاش کو یہ نہیں بتا سکی تھی کہ کملا اُس کی بڑی بہن ہے۔ اس صورت میں شاید اُس کی بات زیادہ ناقابلِ یقین لگتی۔

لاجونتی میز کے کناروں پر مضبوطی سے ہاتھ جماتے ہوئے بولی۔ ''لیکن کملا کو اتنی دیدہ دلیری کی اجازت نہیں ملنی چاہئے۔ یہ میرے مستقبل کا نہیں، اخلاقیات اور اصولوں کا مسئلہ ہے۔ کسی کو ضرور آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکنا چاہئے۔ ٹھیک ہے...... اُس کا بڑا نام ہے، وہ بڑی مصنفہ ہے صحافی بھی رہی ہے۔ اُس کے ہاتھ بھی لمبے ہوں گے لیکن تم سے زیادہ لمبے نہیں ہوں گے۔ ہم جیسے لوگ خوفزدہ ہو کر کملا جیسے کو مزید طاقتور بنا دیتے ہیں۔ یہ ایک طرح کا چیلنج ہے اور تم اتنے کمزور نہیں کہ اس چیلنج کو قبول نہ کر سکو۔ تم اُسے بتا دو کہ تمہاری ٹی وی سیریل کا بیڑہ غرق ہو سکتا ہے، لاجونتی کا مستقبل تباہ ہو سکتا ہے۔ لیکن بچے گی کملا بھی نہیں۔ تم بھی اُسے بتا دو کہ تم کیا کر سکتے ہو۔ اگر تم یوں آسانی سے خوفزدہ ہو گئے تو کل کو شاید کملا جیسی عورت تمہیں بھی اٹھا کر انڈسٹری سے باہر پھینک دے۔''

"ہوں......" سہاش نے ہنکارا بھرا۔ بظاہر وہ ریوالونگ چیئر کے پشتے سے ٹیک لگائے پُر خیال انداز میں اُس کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن اُس کا ذہن کہیں اور تھا۔ وہ یقیناً بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ بالآخر کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے اُس نے انٹرکام کا ریسیور اُٹھایا اور نمرتا کو حکم دیا۔ "کملا پرکاش پونا میں ہو یا ممبئی میں...... اُس سے فوراً میری بات کراؤ۔"

دو منٹ کمرے میں مکمل سکوت رہا۔ بالآخر نمرتا نے اطلاع دی کہ کملا پرکاش فون پر موجود ہے۔ سہاش چندر نے فون کا ریسیور اُٹھایا تو لاجونتی اتنا آگے جھک آئی کہ کسی نہ کسی حد تک کملا کی آواز وہ بھی سن سکتی تھی۔

سہاش کے 'ہیلو' کہتے ہی کملا کی چہکتی ہوئی آواز اُبھری۔ "لگتا ہے میرا لفافہ پہنچ گیا ہے، تبھی بندی کو یاد کیا گیا ہے۔ کہو تصویریں پسند آئیں؟ لیکن شاید تمہارے لئے ان میں کوئی نئی بات نہ ہو......" اُس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور لاجونتی جھرجھری لے کر رہ گئی۔ یہ قہقہہ ایک اذیت پرست عورت کا قہقہہ تھا۔

سہاش کو پہلی مرتبہ لاجونتی نے انتہائی سرد اور سفاک لہجے میں بات کرتے سنا۔ اس لمحے وہ اُسے بالکل بدلا ہوا انسان محسوس ہوا۔

"سنو تھرڈ کلاس عورت......" وہ کہہ رہا تھا۔ "جو کچھ میں کہوں اسے کان کھول کر سننا، کیونکہ میں کسی بات کو دہراؤں گا نہیں۔ میں نے وہ تصویریں پھاڑ کر پھینک دی ہیں اور میں انہیں قطعی بھول گیا ہوں۔ اگر تم نے ایسی کوئی حرکت کی جس کی وجہ سے مجھے یہ سب کچھ دوبارہ یاد آیا تو وہ دن تمہارے لئے بھی مکمل بربادی کا پیغام لائے گا۔ اس دن میں ایک بہت بڑی پریس کانفرنس بلاؤں گا اور اس میں یہ ساری کہانی بالکل سچ سچ بیان کر دُوں گا جس کے بعد لوگوں کو پتہ چلے گا کہ ملک کی مشہور مصنفہ، ٹی وی رائٹر، فلمی کہانیوں میں بھی منہ مارنے والی اور کبھی کبھی اخبارات میں کالم لکھنے والی اس معزز خاتون کا اس ڈرامے میں کیا کردار تھا۔ جو کچھ تم کہنا چاہ رہی ہو وہ تکنیکی اعتبار سے بلیک میلنگ ہے۔ میں اس معاملے کو کورٹ میں لے جاؤں گا اور اس گھٹیا فوٹو گرافر شوبھا دیوی کو بھی عدالت میں کھینچوں گا۔ وہ آج تک اسی لئے بچی رہی کہ اُس نے کبھی کسی لڑکی کو زبردستی اپنے مقاصد کے لئے استعمال نہیں کیا لیکن لاجونتی کی



تصویریں اُس نے اُس کی مرضی کے خلاف کھینچی تھیں اور ڈاکٹر دلیپ راج کے پاس اُس کی بلڈ رپورٹ موجود ہے کہ اس روز اسے نشہ آور دوا دی گئی۔ اس معاملے میں اس خبیث شوبھا کو بھی چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا جو بڑی توپ فوٹو گرافر بنی پھرتی ہے۔ شوبزنس کی کوئی لڑکی اُس کے قریب بھی نہیں پھٹکے گی، کسی تقریب میں اُسے گھسنے نہیں دیا جائے گا......" سہاش نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور یہ قہقہہ کملا کے قہقہے سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھا۔ کملا خلافِ توقع بالکل خاموش تھی۔

سہاش بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "میری سیریل اور مستقبل کے ایک آدھ منصوبے کو نقصان ضرور پہنچے گا اور لاجونتی کا کیریئر بھی تباہ ہو گا لیکن میں اس سوسائٹی میں تمہیں بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔ لوگ تمہارا یہ رُوپ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔ ٹی وی اور فلم کے لئے تم بھی لکھتی ہو اور یہ اب بھی تمہاری آمدنی کے بڑے ذرائع ہیں۔ ٹی وی پر صرف لاجونتی ہی بین نہیں ہو گی بلکہ بطور رائٹر میں تمہیں بھی بین کراؤں گا۔ تمہارے کردار کی وضاحت کرتے ہوئے میں پروڈیوسرز ایسوسی ایشن میں درخواست دُوں گا کہ کوئی فلمساز بھی تم سے کہانی نہ لکھوائے۔ میں اس ساری سرگزشت کی ایک ایک صاف ستھری فوٹو اسٹیٹ کاپی ملک کے ہر قابل ذکر پبلشر کو بھجواؤں گا۔ ان میں سے یقیناً کچھ تو اتنے باغیرت ضرور ہوں گے کہ تمہارے ناول چھاپنا بند کر دیں۔ اس کے علاوہ میں پورے ایک ہفتے تک ہندوستان کے ہر بڑے اخبار کے فرنٹ پیج پر روزانہ ایک اشتہار دُوں گا جس میں ناولوں کے شائقین کو خوشخبری دی جائے گی کہ اگر آپ اپنی محبوب مصنفہ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتے ہیں تو ہم سے ایک تعارفی کتابچہ بذریعہ ڈاک مفت منگوایئے۔ جہاں میرا اور فنانسرز کا ڈیڑھ دو کروڑ روپیہ ڈوبے گا وہاں میں ان کاموں پر پانچ سات لاکھ اور لگا دُوں گا۔ لیکن تمہیں ضرور معلوم ہو جائے گا کہ مجھ سے دوستی رکھنے میں زیادہ فائدے ہیں یا دشمنی میں...... کیا سمجھیں؟ میری جوابی مہم کے بعد جلد ہی لوگ تمہیں رائٹر کی حیثیت سے تو بھول جائیں گے۔ بلکہ وہ جو تم نے جائیداد کی دلالی اور کاروں کی خرید و فروخت کے کاروبار شروع کرا رکھے ہیں شاید ان کا بھی بھٹہ بیٹھ جائے۔ بات کچھ سمجھ میں آئی یا نہیں؟"

"بہت جذباتی ہو رہے ہو اُس لڑکی کے لئے؟" ایک لمحے کے سکوت کے بعد کملا بولی۔ وہ اپنے لہجے کی شگفتگی برقرار رکھنے میں بری طرح ناکام رہی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ اُس کی اکڑفوں رخصت ہو چکی تھی اور وہ ہتھیار ڈال چکی تھی۔

"میں اس لڑکی کے لئے نہیں، اپنے اصولوں کے لئے جذباتی ہو رہا ہوں۔" سبھاش تیزی سے بولا۔ "میں کسی قصور کے بغیر بلیک میل ہونا برداشت نہیں کرسکتا۔ اس لڑکی سے میرا کوئی جذباتی رشتہ نہیں۔ جس سے جذباتی رشتہ ہے اُسے تم بھی جانتی ہو اسی لئے مجھ سے پہلے تم اُس کے پاس بھی پہنچ چکی ہوں۔ لیکن اُس میں اور مجھ میں بہت فرق ہے۔"

"مجھے معلوم ہو گیا ہے۔" کملا نے ہنسنے کی کوشش کی۔ "میں نے تمہارے بارے میں غلط اندازہ لگایا تھا۔"

"آئندہ میرے بارے میں کبھی غلط اندازہ مت لگانا۔" سبھاش نے مضبوط مگر قدرے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔ "تمہاری شخصیت کے اس روپ نے مجھے سخت مایوس کیا ہے ورنہ میں نے تو کافی عرصہ پہلے سوچا ہوا تھا کہ تم سے کبھی ایک ایسے سبجیکٹ پر فلم کی کہانی لکھواؤں گا جس کے بارے میں خود تم نے کبھی سوچا بھی نہیں ہو گا۔"

"ہمارے درمیان تعلقات اتنے خراب تو نہیں ہوئے کہ تم اس قسم کے ارادے ملتوی کرنے کے بارے میں سوچنے لگو۔" کملا نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ اس قہقہے میں اذیت پرستی یا کسی ناقابل فہم قسم کے اعصابی تناؤ کی کوئی جھلک نہیں تھی۔ اپنی ذات کی پیچیدگیوں سے قطع نظر وہ ایک کامیاب کاروباری عورت تھی۔ بات کاروبار کی آئی تھی تو اُس نے فوراً بگڑے ہوئے مراسم کو سنوارنے میں پہل کر دی تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ سبھاش چندران ڈائریکٹرز میں سے تھا جن کے لئے کہانی لکھنے کو لوگ ایک اعزاز سمجھتے تھے۔ معاوضہ اور شہرت دونوں ہی کے اعتبار سے کام قابل رشک ہوتا تھا۔

"اب میں بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤں گا۔" سبھاش بولا۔

"لیکن اٹھانا ضرور۔" کملا نے ایک اور قہقہہ لگایا۔ خوش مزاجی کی آڑ میں وہ اپنی انا کا بھرم بھی رکھ رہی تھی۔



"یہ تمہارے رویئے پر منحصر ہے کہ......"

"جو کچھ ہوا ہے یا ہوتے ہوتے رہ گیا ہے اسے ایک ناگوار مذاق سمجھ کر بھول جاؤ۔" کملا نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے جلدی سے کہا۔

"کوشش کروں گا۔" سبھاش نے غیر واضح لہجے میں کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ اُس نے کملا کو مستقل طور پر رام کرنے کے لئے چارہ نہیں پھینکا تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ اُس نے کچھ عرصہ قبل کملا سے لکھوانے کا سوچا تھا۔ اُس کے خیال میں اب اس ارادے پر عملدرآمد کرنا زیادہ ضروری ہو گیا تھا تاکہ زخمی سانپ پھر کسی اور وقت ڈنک مارنے کے بارے میں نہ سوچنے لگے۔ اس میں سبھاش کا کوئی نقصان بھی نہیں تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ کملا کے قلم کو خریدنا گھاٹے کا سودا نہیں تھا۔ کاروباری طور پر اُس سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا تھا۔ اس عورت کی تحریر میں ڈرامائی کیفیت تھی۔ وہ تھوڑی سی رہنمائی میسر آنے پر سپرہٹ کہانی لکھ سکتی تھی۔

ریسیور رکھ کر سبھاش نے بالوں میں اُنگلیاں پھیرتے ہوئے گہری سانس لی۔ لاجونتی بھی تھکے تھکے سے انداز میں کرسی پر ڈھیر ہو گئی۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اُس کا روشن مستقبل رسوائیوں کے بھیانک جبڑوں سے نکل آیا ہے۔ سبھاش نے خاکی لفافے سے کملا کا مختصر سا خط نکال کر دراز میں رکھ لیا اور تصویریں پرزہ پرزہ کر کے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیں۔

"تم ہمت نہ دلاتیں تو شاید میں کملا کو یوں للکار نہ پاتا۔" وہ کرسی کے پشتے سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔ "میں نے اس پہلو پر سوچا ہی نہیں تھا کہ میں بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں۔"

"دراصل اس وقت تک تمہیں میری بے گناہی کا علم نہیں تھا۔" لاجونتی تھکے تھکے سے انداز میں مسکرائی۔ "وہ تصویریں جو کہانی سنا رہی تھیں، تم نے اس پر یقین کر لیا جس طرح دلیپ نے کر لیا تھا......" دلیپ کا نام لیتے ہی جیسے اُس کے حلق میں گولا سا اٹک گیا تھا۔ یہ سوچ کر اُس کا دل بھر آیا تھا کہ دلیپ نے تصویریں دیکھتے ہی نہ جانے کیا کیا فرض کر لیا تھا۔ اُسے کوئی وضاحت کرنے، صفائی پیش کرنے یا بے گناہی ثابت کرنے کا کوئی موقع نہیں دیا تھا۔ اور تصویریں اُس کے منہ پر مار کر اُس کی ذلت آمیز

توہین کی تھی۔ یہی تصویریں سبھاش کو بھی بھیجی گئی تھیں لیکن اُس نے اُسے اپنا مؤقف بیان کرنے کا پورا موقع دیا تھا۔ حالانکہ اُس کے ساتھ اُس کا کاروباری تعلق تھا، دلیپ سے تو اُس کا دلی تعلق استوار ہو چکا تھا۔ ایک لمحے میں یہ خیالات بجلی کی طرح لاجونتی کے ذہن میں کوند گئے۔

''بہر حال، بھگوان کا شکر ہے کہ تم نے مجھے وضاحت کا موقع تو دیا......'' لاجونتی سر جھٹک کر بولی۔ گویا وہ اپنے ذہن سے ان تلخ خیالات کو باہر نکال پھینکنا چاہتی تھی۔ پھر لمحے بھر کے توقف کے بعد ایک طویل سانس لے کر وہ بولی۔ ''کملا کی شکست سے اس بات پر میرا یقین اور بھی پختہ ہو گیا ہے کہ کسی بے قصور کو نقصان پہنچانا بہر حال کافی مشکل...... بلکہ کبھی کبھی تو ناممکن ہوتا ہے۔ انسانوں کی طاقت اپنی جگہ سہی لیکن سچائی کی طاقت بہر حال برتر ہے۔''



لاجونتی نے شوبھا کے بارے میں رنجش اپنے دل سے نکال دی تھی۔ وہ زیادہ عرصے تک رنجش دل میں رکھ ہی نہیں سکتی تھی۔ جب اُسے معلوم ہوا تھا کہ وہ تصویریں دراصل کملا چرا کر لے گئی تھی اور جب شوبھا نے اُس نے سامنے اُس کی بے خبری میں یا مدہوشی میں تصویریں کھینچنے کی ''غلطی'' کا اعتراف کرتے ہوئے اُس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی تھی تو اسی وقت اُس نے شوبھا کو معاف کر دیا تھا۔ اب دونوں میں اچھی خاصی دوستی تھی۔

اُس روز بھی گرین ہوٹل میں ایک بہت بڑی تقریب میں اُن کا سامنا ہوا تو دونوں پرانی سہیلیوں کی طرح گرمجوشی سے ملیں۔ اس محفل میں زیادہ تر فلمی دنیا ہی کے سرکردہ لوگ مدعو تھے لیکن چند دیگر شعبوں سے بھی خاص خاص لوگوں کو بلایا گیا تھا۔ آرٹ اور ثقافت کے موضوع پر ایک طرح کا سیمینار سا تھا۔

لاجونتی کی سیریل ختم ہونے والی تھی۔ وہ آخری قسطیں بھی ریکارڈ کروا چکی تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ پانچ فلموں میں سائن ہو چکی تھی جن میں سے تین کی شوٹنگ بھی شروع ہو گئی تھی۔ لیکن سبھاش چندر کی ابھی تک کوئی فلم سیٹ پر نہیں گئی تھی۔ وہ اِدھر اُدھر کے بہت سے کاموں میں اُلجھا ہوا تھا۔ کسی قسم کا آئیڈیا اُس کے ذہن میں ضرور



تھا لیکن اُس نے ابھی تک اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔

لاجونتی اس وقت فلمی دنیا کی سب سے کم عمر اور شاید سب سے حسین ہیروئن تھی۔ تقریبات میں ہر تھوڑی دیر بعد اُس کے گرد ہجوم سا ہو جاتا تھا حالانکہ ان تقریبات میں کوئی عام سے لوگ مدعو نہیں ہوتے تھے۔ لاجونتی کے گرد ان لوگوں کا جمگھٹا ہوتا تھا جو خود بہت سے لوگوں کے لئے ناقابل رسائی تھے جن سے ملاقات کرنے کے لئے لوگ تگ و دو کرتے تھے اور وہ لوگ لاجونتی سے ہنس کر دو باتیں کر لینے میں ہلکا سا تفاخر محسوس کرتے تھے گو کہ وہ اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ شوبھا بھی اُن کے ساتھ دوستوں کی طرح کھڑی ہو کر یا اُس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر باتیں کرتے ہوئے فخر محسوس کرتی تھی۔

اُس روز بھی ڈنر کے اختتام پر جب اُنہیں لوگوں کے ہجوم سے ذرا نجات ملی تو وہ دونوں ایک کونے میں کھڑی ہو کر کافی کی چسکیاں لینے لگیں۔ شوبھا نے اپنا فوٹو گرافی کا کام ختم کر لیا تھا اور اپنا ساز و سامان ایک کونے میں رکھ دیا تھا۔ دفعتہً دو آدمی اُن کے قریب آن رُکے۔ اُن میں سے ایک دراز قد اور وجیہہ تھا، دوسرا پستہ قد اور سانولا۔

''ہیلو لاجونتی...... کیسی ہو تم؟'' دراز قد نے ملائمت سے کہا۔ لاجونتی اور شوبھا نے بیک وقت گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ آنند ورما تھا جس کا شمار اب ملک کے نامور آرٹسٹوں میں ہونے لگا تھا۔

''اوہ...... آنند تم...... بھئی بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔'' لاجونتی نے اُس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ ''اب تو صرف اخبارات میں ہی کبھی کبھار تمہاری تصویر سے ''ملاقات'' ہوتی ہے۔ سنا ہے بہت بڑے آرٹسٹ ہو گئے ہو۔ اب تمہاری پینٹنگز لاکھوں میں بکتی ہیں۔''

''بڑا آرٹسٹ تو میں پہلے بھی تھا۔'' آنند ورما متانت سے مسکراتے ہوئے بولا۔ ''لیکن نہ تو میں نے خود اپنے آپ کو دریافت کیا تھا اور نہ ہی دنیا نے۔ میں آج جس مقام پر ہوں وہ ان کی مہربانی ہے۔'' اُس نے اپنے ساتھ کھڑے ہوئے پستہ قد شخص کی طرف اشارہ کیا جو خاموشی سے سگار کے کش لے رہا تھا۔

آنند تعارف کراتے ہوئے بولا۔ ''یہ سنتوش کمار ہیں۔ جب بھی آرٹ کی بڑی بڑی نمائشوں کا ذکر آتا ہے تو عموماً ان کا نام بھی شامل ہوتا ہے۔ ممبئی، دِلّی اور دوسرے کئی بڑے شہروں میں ان کی آرٹ گیلریاں ہیں۔ کئی بڑے مصور آج انہی کی وجہ سے بڑے مصور ہیں۔ انہیں مصور کو دنیا سے تسلیم کروانے کا گُر آتا ہے۔ ورنہ بہت سے مصور ٹیلنٹ ہونے کے باوجود گمنامی کی دلدل میں ہاتھ پاؤں مارتے اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔''

''بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر مسٹر سنتوش کمار......'' لاجونتی نے اُس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

''میرے لئے بھی آپ سے ملاقات ایک اعزاز ہے۔'' سنتوش کمار عاجزی اور ملائمت سے بولا۔

شوبھا اُس سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولی۔ ''میری آپ سے دو ایک مرتبہ ملاقات ہو چکی ہے۔ میں آپ کی آرٹ گیلری میں بعض نمائشوں کی کوریج کے لئے آ چکی ہوں لیکن یہ کافی پرانی بات ہے جب میں نے اپنے آپ کو صرف شو بزنس کی فوٹو گرافی تک محدود نہیں کیا تھا۔''

''آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے مجھے یاد رکھا۔'' سنتوش کمار بدستور انکساری سے بولا۔ وہ آرٹ گیلریوں کے مالک کی بجائے ایک بہت کامیاب دُکاندار معلوم ہوتا تھا جس کا سب سے بڑا ہتھیار اُس کی منکسر المزاجی تھی۔ تھری پیس سوٹ اور سگار کے باوجود اُس کے چہرے پر کھدر پوش پجاریوں جیسی مسکینی طاری تھی لیکن اُس کی آنکھیں بتاتی تھیں کہ وہ اتنا مسکین بھی نہیں تھا۔

پھر وہ گھڑی دیکھتے ہوئے بولا۔ ''اب میں اجازت چاہوں گا۔ مجھے آج رات کی فلائٹ سے دِلّی جانا ہے۔''

وہ رخصت ہوا ہی تھا کہ سبھاش چندر، لاجونتی کو ڈھونڈتا ہوا ادھر آ نکلا۔ لاجونتی پر نظر پڑتے ہی وہ پُرجوش لہجے میں بولا۔ ''ارے تم یہاں چھپی کھڑی ہو۔ ڈانس شروع ہو چکا ہے۔ بال روم میں آ جاؤ اور مجھے اپنا ڈانس پارٹنر بننے کا اعزاز بخشو۔''

لاجونتی نے مسکرا کر معذرت خواہانہ سی نظروں سے شوبھا اور آنند کی طرف دیکھا اور



کافی کا مگ ایک میز پر رکھ کر سبھاش کے ساتھ چل دی۔ چند لمحے آنند اور شوبھا آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ بالآخر آنند بولا۔ ''ہم نے کیا قصور کیا ہے؟ ہمیں بھی تھوڑا سا ڈانس کر لینا چاہئے۔''

''ضرور...... لیکن اگر بال روم میں فوٹو گرافی کے زیادہ بہتر مواقع نظر آئے تو میں ڈانس کو بھول بھال کر کیمرہ سنبھال لوں گی۔'' شوبھا مسکرا کر بولی۔

''کوئی بات نہیں۔ اس صورت میں کوئی نہ کوئی دوسرا ہم رقص میسر آ ہی جائے گا۔'' آنند بھی جواباً مسکراتے ہوئے بولا۔

بال روم میں رقص کے دوران اچانک شوبھا بولی۔ ''سنا ہے ممبئی آنے سے پہلے تم کملا پرکاش کے لئے کام کرتے تھے۔''

آنند کے چہرے پر یکدم تناؤ سا آ گیا۔ ''ہاں......'' اُس نے آہستگی سے کہا۔ پھر ایک لمحے کے توقف سے بولا۔ ''بہت کم فوٹو گرافر ہر شعبے کے لوگوں کے بارے میں تم جتنی معلومات رکھتے ہیں۔'' اُس کے لہجے میں تحسین نہیں، طنز سا تھا۔

شوبھا گویا اُس کے الفاظ پر توجہ دیئے بغیر بولی۔ ''کیا کام کرتے تھے تم اُس کے لئے؟ رائٹر تو تم ہو نہیں۔''

''وہ بھی صرف رائٹر تو نہیں ہے اور بھی کئی کاروبار ہیں اُس کے۔'' آنند بولا۔ ''میں ایک طرح سے اُس کا پرسنل اسسٹنٹ تھا۔ ویسے اگر تم زیادہ ہی وضاحت جاننا چاہتی ہو کہ میں اُس کے لئے کیا خدمات انجام دیتا تھا تو تم اس کی بہن سے پوچھ لینا۔ وہ تو تمہاری خاصی گہری دوست معلوم ہوتی ہے۔''

''کون بہن......؟'' شوبھا نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

''لاجونتی...... اور کون؟ چند منٹ پہلے تمہارے ساتھ بینکوئٹ ہال میں کھڑی تھی۔'' آنند اطمینان سے بولا۔

''لاجونتی......؟ تمہارا مطلب ہے کہ لاجونتی، کملا کی بہن ہے؟'' شوبھا کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اور وہ گویا رقص کرنا بھول گئی۔

''ہاں۔ وہ کملا کی چھوٹی بہن ہے۔ کیوں...... کیا اُس نے تمہیں کبھی نہیں بتایا؟'' آنند کچھ پریشان نظر آنے لگا۔

"ہاں...... بتایا تو تھا...... میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔" شوبھا جلدی سے بولی۔ پھر اُس نے موضوع ہی بدل دیا۔



ڈاکٹر دلیپ راج کے لئے وہ دن حد سے زیادہ دل شکستگی اور افسردگی کا پیغام لے کر آئے تھے۔ کسی کام میں دل نہیں لگتا تھا اور اپنا آپ اُسے قابلِ نفرت لگ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اُس کا خیال تھا کہ وہ زندگی میں کبھی کسی لڑکی کی محبت میں مبتلا نہیں ہو سکے گا۔ لیکن پھر جب وہ لاجونتی کی محبت میں گرفتار ہوا تو اُس نے یہ تصور تک نہیں کیا تھا کہ اس لڑکی سے جدائی اور ترکِ تعلق کے بعد اُس کا یہ حال ہو جائے گا۔

جب تک لاجونتی کی سیریل ٹی وی پر چلتی رہی وہ اسکرین پر اُسے دیکھ کر اپنے آپ کو بہلاتا رہا۔ لیکن جب سیریل ختم ہو گئی تو اُس کی زندگی میں جیسے ایک خلا سا در آیا۔ اس سے پہلے وہ ہر ہفتے یوں دھڑکتے دل کے ساتھ، پُر اشتیاق انداز میں تیار ہو کر ٹی وی کے سامنے بیٹھتا تھا جیسے لاجونتی کا عکس نہیں، خود لاجونتی ہنستی مسکراتی اور نہ جانے کیا کیا روپ دھارے اُس کے سامنے آئے گی۔ یکدم ہی وہ ان 'ملاقاتوں' کی لذت سے محروم ہوا تو جیسے دل میں کوئی زخم سا اُبھر آیا۔

لاجونتی کا معصوم سا چہرہ اُس کی نظروں میں اُبھرتا تو پھر اُسے کسی پل قرار نہ آتا۔ وہ اُسے قصوروار بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اُس نے خود اپنی ذات کے سامنے اعتراف کر لیا تھا کہ لاجونتی نے جو رویہ اختیار کیا تھا اُسے اس کا حق حاصل تھا۔ وہ یقیناً بے گناہ تھی۔ مگر دلیپ نے اُسے جس طرح وضاحت کا موقع دیئے بغیر ذلیل کر ڈالا تھا، اس پر اب اُسے رہ رہ کر پچھتاوا ہوتا تھا۔ مگر اب وہ انا کا قیدی بن چکا تھا۔ نہ تو اُس نے لاجونتی سے رابطہ کرنے اور اُس سے معافی مانگنے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی سبھاش چندر کو اصل صورتِ حال سے آگاہ کیا تھا ورنہ شاید وہ اُن کے درمیان مصالحت کرانے کی کوشش ضرور کرتا۔

لیکن شاید یہ دلیپ کے جذبۂ دل کی صداقت کا اثر تھا کہ ایک فلمساز کے گھر ایک نجی اور نہایت محدود سی تقریب میں قطعی غیر متوقع طور پر اُس کا سامنا لاجونتی سے ہو گیا۔ اُس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ لاجونتی کسی تقریب میں اُسے نیم تاریک گوشے



میں تنہا کھڑی بھی نظر آ سکتی ہے۔ گو کہ اُس کی کوئی فلم ابھی ریلیز تو کیا، مکمل بھی نہیں ہوئی تھی لیکن بہر حال وہ اسٹار بن چکی تھی اور دلیپ کو معلوم تھا کہ اسٹارز کبھی تنہا نظر نہیں آتے۔ خصوصاً تقریبات میں تو ہر لمحے اُنہیں لوگ گھیرے رکھتے ہیں۔

لیکن لاجونتی طویل و عریض لان کے ایک گوشے میں ایک پلیٹ تھامے گویا لوگوں کی نظروں سے بچ کر بالکل تنہا کھڑی تھی۔ دلیپ کا اتفاقاً ادھر سے گزر ہوا اور لاجونتی کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اُس کے پاؤں گویا زمین میں گڑ گئے۔ اُس نے کچھ کہنا چاہا مگر ہونٹ یکلخت گویا پتھر کے ہو گئے۔

لاجونتی بھی کئی لمحے تک پلکیں نہ جھپک سکی۔ لیکن پھر ایک دم ہی آنکھیں بند کرتے ہوئے اُس نے یوں سسکاری لی جیسے کسی نے اُسے کند چھری سے چرکا لگانے کی کوشش کی ہو۔ پلیٹ اُس کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچی اور لب تھرتھرا اُٹھے۔ لیکن آواز مدھم تھی، اتنی کہ اسے صرف دلیپ ہی سن سکتا تھا۔

"پلیز...... مت رُکو میرے سامنے...... مت دیکھو میری طرف، چلے جاؤ میرے سامنے سے۔" یہ ایک خلافِ خواہش التجا تھی۔ صرف مجروح انا نے اسے لفظوں کا لبادہ پہنایا تھا۔

"کیا میں کوئی ڈراؤنا خواب ہوں جو تم مجھے دیکھنا نہیں چاہتیں لاجونتی؟" دلیپ کے لہجے میں شکست تھی۔

"نہیں...... ڈراؤنا خواب تو میں ہوں...... بلکہ شاید شرمناک خواب...... میں نہیں چاہتی کہ تم مجھے دیکھو۔ تم ایک اُونچے اور پوتر انسان ہو اور میں ایک گھٹیا لڑکی۔ ہمارے درمیان اتنا فاصلہ تو ضرور رہنا چاہئے کہ تمہاری پوترتا پر کوئی آنچ نہ آ سکے۔" اُس کے لہجے میں بڑا زہر تھا۔

دلیپ کا خیال تھا کہ وہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے کبھی نہیں کہہ سکے گا۔ اظہارِ ندامت نہیں کر پائے گا۔ یہ ایک کمزوری تھی اُس کی ذات میں۔ مگر پھر زبان نے اُس کا ساتھ دیا، الفاظ کسی تصنع، کسی کوشش اور کسی مبالغے کے بغیر خود بخود اُس کی زبان سے پھسلتے چلے گئے۔

"لاجونتی...... میں نے جو کچھ سمجھا اور جو کچھ کہا اس پر میری روح تک شرمندہ ہے۔ مگر میں اعتراف کرنے کے لئے تمہارے سامنے نہیں آ سکا۔ شاید یہ شرمندگی کی

انتہا تھی......تم مجھے معاف کرو یا نہ کرو مگر میری شدید خواہش ہے کہ تم کم از کم میری بات کا اعتبار ضرور کر لو۔"

لاجونتی نے یوں دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں جیسے اُسے اندیشہ رہا ہو کہ اُس کے آنکھیں کھولتے ہی جاگتی آنکھوں کا بھیانک خواب دوبارہ شروع ہو جائے گا۔ اُس نے قدرے حیرانی سے دلیپ کی آنکھوں میں جھانکا۔

"کیا تم واقعی سچ کہہ رہے ہو؟"

"یہ سوال مت کرو۔ میری روح پر خراش سی پڑتی ہے۔" دلیپ کراہا۔

"اور میری روح پر جو ان گنت خراشیں پڑی ہیں ان کا ذمہ دار کون ہوگا؟" لاجونتی کے لہجے میں اب زہر نہیں تھا۔

"ذمہ دار بھی میں ہوں اور ان خراشوں کو مندمل کرنے کی کوشش بھی میں ہی کروں گا۔ تم مجھے اجازت تو دو۔" دلیپ ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "میں نے زندگی کے بہت سے قیمتی برس ضائع کیے، پھر تمہیں پایا لیکن اپنی کم نظری کی وجہ سے تمہیں بھی کھو دیا۔ اب میں نہ کوئی لمحہ ضائع کرنا چاہتا ہوں اور نہ تمہیں کھونا چاہتا ہوں۔ اس لئے میں سیدھے، سچے اور صاف لہجے میں وہ بات جو مجھے نہ جانے کب اور کس طرح کہنی چاہئے، وہ میں ابھی کہہ رہا ہوں اور تم مجھے اس کا جواب بھی یہیں کھڑے کھڑے اسی لمحے دے دو۔ اقرار یا انکار کچھ بھی کرنے سے پہلے یہ ضرور سوچ لینا کہ ایک حماقت میں کر چکا ہوں۔ اب دوسری حماقت تم مت کرنا۔ لاجونتی، کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟"

لاجونتی نے حد درجہ حیرانی سے اپنا سرخ ہوتا چہرہ اٹھایا اور عجیب نظروں سے دلیپ کی طرف دیکھا۔ لمحے گویا ساکت ہو گئے تھے۔ وہ ایک ٹک دلیپ کو دیکھے جا رہی تھی۔ کتنے لمحے، کتنی صدیاں گزر گئیں، دونوں پر کسی نے گویا مسمریزم کر دیا ہو۔ لاجونتی کا دل دھڑ دھڑ بجنے لگا۔ ہونٹ بری طرح کانپنے لگے۔

"نن......نہیں......" لاجونتی کے لرزتے ہونٹوں سے نکلا اور گردن نفی میں دائیں بائیں ہلنے لگی۔





لاجونتی کے ہاتھ سے پلیٹ چھوٹ کر گھاس پر گری، اُس نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ "نہیں......نہیں......" وہ منہ چھپائے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہے جا رہی تھی۔ لہجہ بہت مدھم تھا۔ "مم...... میں تمہاری ہوں، تمہارے سائے میں جینا چاہتی تھی، میں نے تو محبت میں تمہیں ہی دیوتا جانا تھا......تمہارے قدموں میں بیٹھ کر فخر محسوس کرتی تھی۔ لیکن......تم نے......"

"وہ میری غلطی تھی۔" دلیپ نے آگے بڑھ کر اُس کے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر اپنے ہاتھوں میں تھام لئے، جذبات سے مغلوب لرزتی آواز میں وہ بولا۔ "اس دن کے بعد میں بھی سکھی نہیں رہا۔ نرم بستر کانٹوں کا بچھونا لگتا تھا، ہاسپٹل سے گھر آتا تو رات مجھے بے کل رکھتی تھی......اور اسی طرح صبح ہو جاتی تھی...... دن اور رات میں تم کیا جانو میں تمہیں کتنی بار اپنے دل کے اندر محسوس کرتا تھا۔"

دلیپ نے آہستہ سے اُس کا سر اپنے کندھے پر ٹکا دیا اور اُس کے معطر بالوں میں اُنگلیاں پھیرتا ہوا بولا۔ "اُس دن تمہارے اپارٹمنٹ سے نکل کر مجھے یوں لگا جیسے میرے لئے ساری دنیا خالی ہو گئی ہو۔"

دلیپ کے کندھے پر سر رکھے وہ دھیرے دھیرے رو رہی تھی، سسک رہی تھی۔ لڑکپن سے اُس نے دلیپ جیسے مرد کا خواب دیکھا تھا، عمر میں اُس سے کافی بردبار، متحمل مزاج، معاشرے میں اچھا مقام رکھنے والا خوش شکل اور کچھ مشفق سا......جس کے بازوؤں میں سمٹ کر تحفظ کا احساس ہو، جو اُسے ہر رُوپ میں قبول کرے، چاہے وہ اسٹار ہو یا ایک بے سہارا لڑکی...... دلیپ اُس کا مکمل آئیڈیل تھا اور آئیڈیل دنیا میں کہاں ملتے ہیں؟ شاید یہی وجہ تھی کہ دلیپ نے غلط فہمی کا شکار ہو کر جب اُس کی تذلیل کی تھی تو اُس کے دل پر زخم زیادہ گہرا لگا تھا، جس پر مان ہوتا

ہے، اُسی کے نامہربان الفاظ سب سے زیادہ دُکھ دیتے ہیں۔

اُس نے اپنے دل کو پتھر بنا لینے کا عزم کیا تھا مگر ان ہاتھوں کا سہارا پاتے ہی وہ اندر سے شمع نیم شب کی طرح پگھل گئی۔ احتجاج، انکار، شکوہ، شکایت بھی اُس کے پاس نہ رہا۔ یوں لگا جیسے اُسے دنیا میں اپنے ہاتھ تھامنے والے صرف یہ دو ہاتھ چاہئیں۔ یہی مشفق شانہ چاہئے جس پر سر رکھ کر زندگی کی پُرخار راہ گزر سے ہنستی مسکراتی گزر سکتی ہے۔

''دلیپ..... دلیپ....'' اُس نے کچھ کہنے کے لئے سر اُٹھا کر دلیپ کے چہرے کی طرف دیکھا لیکن کہہ نہ پائی۔ دلیپ نے اُسے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔



کملا نے لاجونتی کے بارے میں جو کچھ سوچا تھا، وہ اس پر عملدرآمد نہ کر سکی تو اُس کی ذات میں جیسے اندر ہی اندر زہر سا جمع ہونے لگا، اس زہر کو نکاسی کا راستہ چاہئے تھا، دھیرے دھیرے اُس کی نفرتوں کا رُخ آنند ورما کی طرف مڑ گیا۔ وہ جو کبھی اُس کے قدموں میں لوٹتا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے بڑا نامور آرٹسٹ بن گیا تھا۔ کملا کا خیال تھا کہ وہ اُس کی مدد کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکے گا مگر کملا کا ساتھ چھوٹتے ہی اُسے تو گویا خوش قسمتی نے اپنی پناہ میں لے لیا تھا اور اُس نے کبھی پلٹ کر کملا کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا، کبھی اُس سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، کسی انٹرویو میں اُس کا تذکرہ تک نہیں کیا تھا۔

کملا کے باطن میں ایک بے عنوان سی شکست و ریخت تو ہر وقت جاری رہتی تھی لیکن آنند ورما کے بارے میں اُس نے جتنا زیادہ سوچا، اتنا ہی اُس کے اندر بس گھلتا رہا، کچھ عرصے کے لئے وہ اپنے سارے کام بھول کر یہی سوچتی رہی کہ آنند کو کس طرح زک پہنچائی جا سکتی ہے؟ اُسے کس طرح ذہنی اذیت سے دوچار کیا جا سکتا ہے؟

بالآخر اُس کے ذہن میں ایک ایسا طریقہ آ گیا جس پر کئی گھنٹے تک وہ بے پناہ مسرور رہی۔ ایک آدھ بار اُسے خود پر غصہ بھی آیا کہ اتنا اچھا آئیڈیا اُس کے ذہن میں پہلے کیوں نہیں آیا تھا، یہ گویا ایک پنتھ دو کاج والا معاملہ تھا۔



کملا کے زیر سایہ رہنے کے دوران آنند نے بیسیوں خوبصورت پینٹنگز خاص طور پر صرف کملا کے لئے تیار کی تھیں اور ہر ایک کے حاشیے پر کچھ نہ کچھ لکھ کر اُسے دستخطوں کے ساتھ کملا کی نذر کی تھیں۔ کسی پر لکھا تھا ''محبتوں کے ساتھ کملا کے لئے'' کسی پر لکھا تھا ''ایک حقیر تخیل عظیم کملا کی نذر'' کوئی پینٹنگ کسی پُرکیف شعر کے ساتھ کملا کو پیش کی گئی تھی تو کوئی خوبصورت اقتباس کے ساتھ۔

اُس وقت اُس کا نام بڑا نہیں تھا، اُسے کوئی زیادہ شہرت بھی نصیب نہیں ہوئی تھی اور اپنے کام، اپنی تخلیقات کا مصرف خود اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ لیکن اُس کے اندر ایک توانا آرٹسٹ بے چین تھا، وہ شہ پارے تخلیق کرتا تھا اور اِدھر اُدھر ڈھیر کرتا رہتا تھا، اس زمانے میں تو اُس نے مجسمے بھی بنائے تھے، کملا اب سوچتی تھی تو اُسے ہنسی آتی تھی کہ آنند نے اپنے تیار کئے ہوئے مجسمے تو لان پر ہی چھوڑ دیئے تھے اور بعض بھکارنیں موقع پا کر اُنہیں اُٹھا کر لے گئی تھیں اور اب وہ آڑھی ترچھی لکیریں بھی کھینچتا تو ان کی بڑی قیمت تھی۔ ناقدین فن آڑی ترچھی لکیروں میں مطالب و معانی کی کائنات تلاش کرتے تھے۔

ظاہر ہے، اب ان بھولی بسری پینٹنگز کا مقام بھی بدل گیا تھا جو کملا کے پاس محفوظ تھیں، اب وہ بھی ایک بڑے آرٹسٹ کے شہ پارے تھے جو بدقسمتی سے ابھی تک آرٹ کے قدردانوں کی نظروں سے اوجھل رہے تھے اور جنہیں خریدنے کا ہر ایک تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

کملا نے پہلا کام تو یہ کیا کہ ان میں سے چند موزوں پینٹنگز منتخب کر کے اپنے پبلشر کو دے دیں کہ اُس کے ناولوں کے مختلف زبانوں میں جو بھی نئے ایڈیشن شائع ہو رہے ہیں، یہ پینٹنگز ان کے ٹائٹلوں پر استعمال کی جائیں اور اخبارات میں ان ناولوں کے اشتہار وغیرہ دیتے وقت جلی الفاظ میں یہ جملہ لکھا جائے۔ ''ملک کے نامور آرٹسٹ آنند ورما کی پینٹنگ سے آراستہ سرورق کے ساتھ۔''

باقی پینٹنگز کے بارے میں اُس نے کئی آرٹ گیلریوں کے مالک اور معروف آرٹ ڈیلر سنتوش کمار سے معاہدہ کر لیا اور وہ پینٹنگز فروخت کے لئے اُس کی آرٹ گیلریوں میں رکھوا دیں۔ کملا کو معلوم تھا کہ آنند کو آگے لانے میں سنتوش کمار کا بڑا

ہاتھ تھا اور کسی اور کے توسط سے آئی ہوئی آنند کی پینٹنگز کو فروخت کرنے کا وہی حوصلہ کرسکتا تھا، آنند اُس کے سامنے ہرگز چوں و چرا کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ کملا کو یقین تھا کہ پینٹنگز جلد ہی فروخت ہو جائیں گی اور اُسے کئی لاکھ کا فائدہ پہنچائیں گی۔ یہ ایک ایسا انتقام تھا جس میں منافع ہی منافع تھا، یہ تمام انتظامات کرنے کے بعد کملا نے اپنے آپ کو بے حد مطمئن اور خوش محسوس کیا۔

اب وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ آنند کا اس کے جواب میں ردِعمل کیا ہوگا؟ تھوڑے ہی عرصے میں نتائج ظاہر ہونا شروع ہو گئے، ادھر آنند کی پینٹنگز سے سجے ہوئے سرورق کے ساتھ مختلف زبانوں میں کملا کے ناول مارکیٹ میں آنے لگے اور ادھر گیلریوں میں یکے بعد دیگرے اُس کی دوسری پینٹنگز فروخت ہونے لگیں جن کی قیمت کے چیک کملا کو موصول ہونے لگے۔ ہر چیک کی رقم دیکھ کر کملا کا دل خوشی سے معمور ہو جاتا تھا۔

بالآخر ایک روز کملا کو وہ فون کال موصول ہو ہی گئی جس کا اُسے لاشعوری طور پر انتظار تھا۔ دوسری طرف آنند ورما تھا جو چند دن قبل ہی غیر ملکی دورے سے واپس آیا تھا۔ فون پر اُس کی آواز سن کر ہی اُس کے غصے کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔

”ذلیل عورت...... یہ تم نے کیا نیا دھندا شروع کر دیا ہے؟“ کملا کے ہیلو کہتے ہی وہ پھنکارا۔

”تمہارے بھلے کے لئے پہلے میں تمہیں خبردار کر دوں کہ میں نے اپنے فون کو ٹیپ کرنے کا بندوبست کر رکھا ہے۔“ کملا نے اُس کی کیفیت کا اندازہ کر کے دل ہی دل میں محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔

”بکواس بند کرو گھٹیا عورت......“ آنند ورما غصے سے دھاڑا۔

”دیکھو آنند...... اگر تم اپنی گھٹیا زبان سے میرے لئے مزید نازیبا الفاظ استعمال کرو گے تو میں تمہاری گفتگو کی ٹیپ عدالت میں پیش کر کے ہتک عزت کا دعویٰ دائر کرسکتی ہوں، آرٹ کے لاکھوں پرستار یقیناً یہ جان کر خوشی محسوس کریں گے کہ ان کا پسندیدہ مصور کس قسم کی زبان میں گفتگو کرنے کا عادی ہے۔“ یہ محض دھمکی تھی، کملا کے فون کے ساتھ کوئی ٹیپ ریکارڈر منسلک نہیں تھا مگر وہ اُس کی حالت سے زیادہ



سے زیادہ محظوظ ہونا چاہتی تھی۔

آنند نے اُس کی باتوں کی، اُس کی دھمکی کی کوئی پرواہ نہیں کی، جواباً اُسے ایک موٹی سی گالی دیتے ہوئے کہا۔ ”میں ان دھمکیوں سے مرعوب ہونے والا نہیں ہوں، عدالت میں تو تمہیں میں گھسیٹوں گا اور اس طرح گھسیٹوں گا کہ وہ بیمار ذہن قارئین بھی پھڑک اُٹھیں گے جو تمہارے گھٹیا اور تھرڈ کلاس ناول چٹخارے لے لے کر پڑھتے ہیں۔“

”مثلاً کس طرح......؟“ کملا نے انتہائی پُرسکون لہجے میں کہا۔

”تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میری پینٹنگز تمہارے ان گھٹیا اور بازاری ناولوں کے ٹائٹلوں کے لئے نہیں ہیں، تمہیں جرأت کس طرح ہوئی میری اجازت کے بغیر ان پینٹنگز کو ناولوں پر استعمال کرنے کی؟ اور صرف یہی نہیں، میری دوسری پینٹنگز تم میرے ہی ڈیلر کے ہاں رکھوا کر لاکھوں روپیہ بھی کما رہی ہو......“ غصے کی شدت سے آنند کی آواز پھٹ گئی۔

”چچ...... چچ...... چچ......!“ کملا نے گویا اُس کی حالت پر ترس کھاتے ہوئے کہا۔ ”ذرا سی کامیابی بھی کم ظرفوں کا دماغ کس طرح خراب کر دیتی ہے، اس کی عمدہ ترین مثال تم ہو، تمہاری تو یادداشت بھی شدید طور پر مفلوج ہو چکی ہے، تمہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ میں صرف وہ پینٹنگز استعمال یا فروخت کر رہی ہوں جن کے حاشیے پر تم نے بڑی محبتوں کے ساتھ نہ جانے کیا کیا خرافات لکھ کر انہیں میری نذر کیا ہے، میری ملکیت قرار دیا ہے اور اس طرح باقاعدہ خریداری کے ذریعے جب کوئی پینٹنگ کسی کی ملکیت ہو جاتی ہے تو پھر یہ اُس کی مرضی ہوتی ہے کہ وہ اسے جیسے چاہے اور جس طرح چاہے استعمال کرے یا جہاں چاہے فروخت کرے، کیا اس قسم کی باتیں بھی تمہیں اب میں ہی یاد دلاؤں گی؟ تم زیادہ سے زیادہ ناولوں کے سلسلے میں کسی عدالت سے اسٹے آرڈر لے سکتے ہو لیکن وہ میں دوسرے ہی دن منسوخ کرا دوں گی اور اس طرح میرے ناولوں کو زیادہ شہرت ملے گی، اور وہ اور بھی زیادہ بکیں گے۔“

”ہوسکتا ہے تمہارا مجرمانہ ذہن موقع سے فائدہ اُٹھانے میں کامیاب رہے۔ لیکن

یاد رکھنا میں تمہاری اس حرکت پر تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا، جس دن میرا ہاتھ پڑ گیا، میں بھی تمہیں کوئی نہ کوئی داؤ کھیل کر ضرور دکھاؤں گا اور تم بلبلاتی پھرو گی۔'' آنند نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

''اوہ...... دھمکی دے رہے ہو......'' کملا نے قدرے استہزائیہ لہجے میں کہا۔

''اسے محض دھمکی نہ سمجھنا۔'' آنند ورما نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے جلدی سے کہا۔ ''اب میں وہ مفلس اور بے سہارا آنند ورما نہیں رہا...... تم بہت جلد دیکھ لو گی کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں۔'' آنند نے ریسیور پٹخ دیا۔ کملا نے نہایت اطمینان اور آہستگی سے ریسیور کریڈل پر رکھا، اُس کے ہونٹوں پر بڑی آسودہ مسکراہٹ تھی۔

آنند ورما کی دوسری ٹیلیفون کال سنتوش کمار نے اپنے آراستہ و پیراستہ دفتر میں ریسیو کی۔ آنند کی آواز سے اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ وہ اس وقت بھی غصے سے سلگ رہا تھا۔

''سنتوش کمار...... مجھے تم سے یہ اُمید نہیں تھی کہ تم ہر ایرے غیرے سے میری پینٹنگز لے کر فروخت کرنا شروع کر دو گے، تم میں اور سبزی کے آڑھتی میں کوئی فرق ہی نہیں رہا۔'' وہ پھنکارنے کے سے انداز میں بولا۔

سنتوش کو پہلے تو حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ اُس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ آنند اُس سے اس لہجے میں بات کر سکتا ہے تاہم وہ جلد ہی سنبھل گیا۔

''جب تمہاری پینٹنگز ایرے غیروں کے پاس پائی جائیں گی تو گھٹیا آدمی تم ہوئے یا میں......؟'' وہ غرایا۔ ''اور تم نے یہ کیا احمقانہ بات کی ہے کہ میں انہیں کیوں فروخت کر رہا ہوں، آج جو لوگ میری گیلریوں سے تمہاری پینٹنگز خرید کر لے جاتے ہیں، کل کو اگر وہ کسی ضرورت کے تحت یا کسی اور وجہ سے وہی پینٹنگز فروخت کے لئے میرے پاس رکھوانے آئیں گے تو کیا میں اُنہیں منع کر دُوں گا؟''

''تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میری وہ پینٹنگز فروخت شدہ نہیں ہیں، وہ عورت مفت میں لاکھوں روپے کما جائے گی۔'' آنند چیخا۔

''زیادہ گلا پھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' سنتوش کمار ناگواری سے بولا۔ ''مجھے



صرف یہ معلوم ہے کہ وہ اب فروخت ہو سکتی ہیں۔ میں ایک ڈیلر ہوں، بزنس مین ہوں، یہ ایک اتفاق ہے کہ میں نے اپنا بزنس آرٹ کی دنیا میں تلاش کیا ہے لیکن بنیادی طور پر میں بہرحال بزنس مین ہی ہوں، مجھے صرف اپنے کمیشن سے غرض ہے، کمیشن کے مواقع پیدا کرنے کے لئے میں تم جیسے آرٹسٹوں کو تراشتا ہوں، ان کے لئے شروع میں روپیہ خرچ کرتا ہوں، پبلک ریلیشنگ کرتا ہوں، انہیں شہرت دلواتا ہوں پھر جا کر ان سے کمانے کی نوبت آتی ہے۔ مت بھولو کہ تمہیں میں نے تراشا ہے، گمنامی کے اندھیروں سے نکال کر شہرت کی بلندیوں پر تمہیں میں نے ہی بٹھایا ہے۔''

سنتوش کے لہجے میں گرمی آتی جا رہی تھی اور غصے سے اُس کی آواز لرز رہی تھی، ریسیور میں دوسری طرف سے آنند کی لمبی لمبی سانسوں کے سوا خاموشی طاری تھی۔ لمحہ بھر کے توقف کے بعد سنتوش کمار نے مزید کہا۔ ''ماضی میں اگر تم اپنے جذبۂ عاشقی سے مغلوب ہو کر یا کسی اور وجہ سے پینٹنگز تیار کر کے اس عورت کے قدموں میں ڈھیر کرتے رہے ہو تو آج اس پر شرمندہ کیوں ہو؟ یا اگر وہ ان پینٹنگز کو فروخت کر کے کچھ رقم حاصل کر رہی ہے تو اس سے تمہارے پیٹ میں کیوں مروڑ اُٹھ رہے ہیں؟ اب میں تمہارے پلے سے تو کچھ نہیں جا رہا۔''

آنند کے پاس شاید کوئی دلیل نہیں رہی تھی، اس لئے وہ براہ راست برا بھلا کہنے پر اتر آیا۔ ''لیکن تم نے مجھ سے پوچھے بغیر ان پینٹنگز کی فروخت شروع کر کے اچھا نہیں کیا، کم از کم لندن سے میری واپسی کا انتظار ہی کر لیا ہوتا، تم ایک گھٹیا، لالچی اور موقع پرست انسان ہو، آڑھتی کہیں کے! تمہیں آرٹ وغیرہ سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی تمہیں آرٹ کے سر پیر کا کوئی پتہ ہے۔''

''میں اپنے کاروباری معاملات میں تمہارا پابند نہیں ہوں کہ تمہارا انتظار کرتا یا تم سے مشورہ کرتا سمجھے......! اور یہ بھگوان کی شان ہے کہ جو تم آج یہ کہنے کے قابل ہو گئے ہو کہ مجھے آرٹ کے سر پیر کا کوئی پتہ نہیں۔'' سنتوش کمار زہریلے لہجے میں بولا۔

''مجھے یقین نہیں آ رہا کہ یہ وہی آنند ورما بول رہا ہے جو محفلوں میں میرے گھٹنے چھو چھو کر لوگوں کو بتایا کرتا تھا کہ آرٹ کی دنیا میں سنتوش کمار نہ ہوتا تو آنند ورما کو

شاید کوئی بھی نہ جان پاتا۔"

"میں یقیناً تمہارا شکر گزار رہتا۔ لیکن اس عورت کا آلہ کار بن کر تم نے اپنے آپ کو میری نظروں میں گرا لیا ہے، میں تم سے پھر کبھی بات کروں گا۔" آنند نے کہا۔

"تمہیں اس سلسلے میں مجھ سے مزید کوئی بات نہیں کرنی۔" سنتوش نے بدستور ناگواری سے کہا۔ "یہ میرا بزنس ہے اور اس کے لئے میں جو بہتر سمجھوں گا، کروں گا۔ وہ عورت قانوناً بھی ان پینٹنگز کو فروخت کرنے کا ادھیکار رکھتی ہے، اُس نے وہ پینٹنگز چوری نہیں کی ہیں، وہ اسے گفٹ کی گئی ہیں جنہیں وہ چاہے اپنے پاس رکھے یا چاہے فروخت کر دے......تم......"

"میں اُس گھٹیا عورت سے تو نمٹ ہی لوں گا۔" آنند نے غصے سے پھنکارتے ہوئے اُس کی بات کاٹی۔ "اور تمہیں بھی دیکھ لوں گا۔" اُس نے کھٹ سے فون بند کر دیا۔

سنتوش کمار نے بھی ریسیور رکھ دیا لیکن یہ حقیقت تھی کہ اُس کا موڈ بری طرح خراب ہو چکا تھا، اُس کے اپنے پروموٹ کئے ہوئے کسی آرٹ نے آج تک اُس کی اتنی توہین نہیں کی تھی، وہ کچھ حیران بھی تھا کہ آخر آنند اس طرح آگ بگولا کیوں ہو گیا تھا۔



سبھاش چندر کے ذہن میں کلبلاتے ہوئے تخیل نے ایک واضح شکل اختیار کر لی تھی، کئی دنوں تک سوچنے اور اس سبجیکٹ پر غور وفکر کے بعد بالآخر اُس نے "مغل اعظم پارٹ ٹو" بنانے کا حتمی فیصلہ کر لیا۔ اُس نے دو فنانسروں کو آئیڈیا سنایا، دونوں پھڑک اُٹھے۔ طے پایا کہ یہ ایک بڑے بجٹ کی فلم ہو گی اور جتنی لاگت میں اصل "مغل اعظم" بنی تھی، اتنا روپیہ اب صرف پبلسٹی، کاسٹیومز اور سیٹوں پر خرچ کیا جائے گا۔

پھر سبھاش چندر کے دماغ میں ایک اور کیڑا کلبلایا، اُس نے فیصلہ کیا کہ کہانی، اسکرین پلے اور مکالمے وہ کملا پرکاش سے لکھوائے گا۔ اُس نے بڑی توجہ سے اُس کی



چند چیزیں پڑھی تھیں اور وہ چند فلمیں بھی دیکھ ڈالی تھیں جن کی کہانی اُس نے لکھی تھی۔ اُس کے خیال میں اس عورت کے قلم میں بڑی جان تھی لیکن وہ اس کا صحیح استعمال نہیں کر رہی تھی، ابھی اُسے رہنمائی کی ضرورت تھی۔ بہرحال اُس کی تحریر میں ڈرامائی عنصر بہت تھا۔

اس کے علاوہ یہ ناگن ایک بار اُسے ڈسنے کی کوشش بھی کر چکی تھی۔ سبھاش چندر چاہتا تھا کہ اُسے قریب بلا کر تھوڑا سا دودھ پلائے اور پھر اُس کا ڈنک ہمیشہ کے لئے نکال دے، اُس کے زہر کو اپنے لئے بے اثر بنا دے۔ اُسے اُمید تھی کہ اس کے بعد شاید وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے لئے کارآمد ثابت ہو سکیں یا پھر شاید ہمیشہ کے لئے اس سے جان چھوٹ سکے۔ ورنہ اب بھی ایک مبہم سا امکان باقی تھا کہ شاید کبھی نہ کبھی وہ اُسے دوبارہ کوئی گزند پہنچانے کی کوشش کرے، وہ اُس سے خوفزدہ تو ہرگز نہیں تھا، اُس کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کبھی اُس کی کسی اوچھی حرکت کے باعث یا اُس کی طرف سے کسی جوابی کارروائی کے طور پر جو وقت ضائع ہوتا یا جو ذہنی کوفت اٹھانا پڑتی، وہ اس سے بچنا چاہتا تھا۔

ابتدائی معاملات طے ہو جانے کے بعد اُس نے کملا کو فون کیا، وہ پونا میں تھی۔ سبھاش چندر انتہائی خوشگوار اور پُرجوش لہجے میں بولا۔ "میں نے تمہیں خوشخبری سنانے کے لئے فون کیا ہے کملا پرکاش۔ تم ہمارے لئے بڑے بجٹ کی ایک تہلکہ خیز فلم کی کہانی لکھ رہی ہو جو پورے برصغیر میں دُھوم مچائے گی۔"

"اوہ...... دیٹ اِز گریٹ۔ میں اب بے نیازی دکھانے کی کوشش نہیں کروں گی۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ میرے لئے ایک بڑی خوشخبری ہے۔" کملا مسرت سے مغلوب لہجے میں بولی۔ "ورنہ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں تمہارے ادارے کی کوئی فلم لکھوں گی، خصوصاً پچھلے برس کے اس ناگوار واقعے کے بعد......"

"اُسی واقعے کے رہے سہے نقوش مٹانے کے لئے تو میں تمہاری طرف ہاتھ بڑھا رہا ہوں۔" سبھاش اُس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ "اس کے علاوہ یہ ایک انوکھا تجربہ بھی ہے، میں انڈیا کی فلم انڈسٹری اور فلم بینوں پر یہ ثابت کر دینا چاہتا ہوں کہ میں ایک مختلف قسم کا ڈائریکٹر ہوں، میں تم سے تاریخی فلم لکھوانے جا رہا ہوں۔"

”تاریخی فلم......؟“ کملا نے نہایت حیرت سے کہا۔ ”میں تاریخی فلم لکھوں گی؟“

”ہاں...... کیوں نہیں؟“ سبھاش اطمینان سے بولا۔

”میں نے تو کبھی کوئی تاریخی ناول یا تاریخی فلم نہیں دیکھی۔ بھلا میں تمہارے لئے تاریخی فلم کس طرح لکھ پاؤں گی؟ مجھے تو......“

”تم لکھو گی اور خوب لکھو گی۔“ سبھاش نے حیرت زدہ کملا کی بات کاٹتے ہوئے بدستور اطمیان سے کہا۔ ”دیکھنے والے حیرت سے دیکھیں گے، بھئی تاریخی فلم میں تاریخ تو برائے نام ہی ہوتی ہے اصل چیز تو ڈرامہ، کاسٹیومز، سچویشنز، سیٹوں کی شان وشوکت اور اداکاروں کا گلیمر ہوتا ہے، رہی سہی کسر میوزک پوری کر دیتا ہے، تمہیں تو درحقیقت صرف ڈرامہ پیدا کرنا ہے، باقی چیزوں کی ذمہ داری میری ہے۔ بنیادی آئیڈیا بھی ایک طرح سے تمہیں میں ہی دُوں گا۔ یہ فلم ”مغل اعظم پارٹ ٹو“ ہو گی۔

”اوہ...... میں سمجھ گئی۔“ کملا گہری سانس لے کر قدرے طمانیت سے بولی۔

”لیکن بہرحال...... مجھ جیسی رائٹر تاریخی موضوع کو چھیڑے گی تو تھوڑے بہت ریسرچ ورک کی ضرورت تو ہو گی۔“

”ہاں...... اس سے میں نے کب انکار کیا ہے؟“ سبھاش بولا۔ ”لیکن یہ کوئی دُشوار کام نہیں، انڈیا کی لائبریریاں تاریخی کتابوں، ناولوں حتیٰ کہ تاریخی افسانوں سے بھی بھری پڑی ہیں۔ بس تمہیں تھوڑے سے ریفرنس جمع کرنے پڑیں گے اور پس منظر پر تھوڑا سا کام کرنا پڑے گا، بنیادی بات یہ ہے کہ جیسا اندازِ تحریر میں چاہتا ہوں، وہ تمہارے پاس موجود ہے۔ گھن گرج، لطافت، حسن، نزاکت، شان وشکوہ، گلیمر اور ناقابل فراموش میوزک...... سب کچھ ہم اس فلم میں جمع کر دیں گے، تاریخ کے ایک ایکسپرٹ کو بھی میں تمہارے ساتھ نتھی کر دُوں گا حالانکہ فلموں میں اس قسم کے لوازمات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن ہم ہر کام پرفیکٹ کرنا چاہتے ہیں اور اسے ہم پبلسٹی میں بھی استعمال کریں گے۔ تمہیں اس کام میں لطف آئے گا اور پھر معاوضہ بھی تمہاری توقعات سے کہیں زیادہ ہو گا۔“

”کتنا......؟“ کملا نے خاصی دلچسپی سے پوچھا۔

”پانچ لاکھ......“ سبھاش نے بلا تامل کہا۔



”تمہارے خیال میں یہ بہت زیادہ ہے؟“ کملا نے اپنے لہجے سے قدرے مایوسی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ”میری توقعات اتنی نیچی نہیں ہوتیں جتنی تم سمجھ رہے ہو۔“

”مجھے معلوم ہے، تم موٹی مرغی ہو، اچھی بھلی رقمیں تمہاری نظر میں نہیں جچتیں لیکن فلم کی کہانی کا یہ معاوضہ برا نہیں ہے، اگر تم جم کر کام کرو گی تو پندرہ دن ریسرچ ورک میں لگانے کے بعد ایک ماہ میں اسکرپٹ مکمل کر دو گی، ڈیڑھ ماہ کے کام کا پانچ لاکھ کم تو نہیں ہے۔“ سبھاش گھاگ آدمی تھا، کاروبار بھی خوب جانتا تھا۔

”چار لاکھ تو میں نے ”پلے گرل“ کا لیا تھا۔“ کملا بولی۔

”وہ کوئی فلم تھی؟ اس سے تمہارے کیریئر کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ ویسی کہانی تو کالج سے نکلنے والی کوئی بھی چلبلی لڑکی لکھ سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ چار چھ سرکٹوں میں ہلا گلا مچانے کے بعد اب وہ فلم بس شاید انڈیا کے دیہاتوں میں چل رہی ہو گی...... اور کسی کو یاد بھی نہیں رہا کہ اس کی کہانی تم نے لکھی تھی۔ جس فلم کی ہم بات کر رہے ہیں، وہ تمہیں کہیں سے اٹھا کر کہیں پہنچا دے گی۔“

”وہ بعد کی بات ہے۔“ کملا لاپرواہی سے بولی۔ ”ہر فلم کے بارے میں ڈائریکٹر سب کو سائن کرتے وقت یہی کہتا ہے کہ یہ فلم تمہیں کہیں سے اٹھا کر کہیں پہنچا دے گی پیارے! میں جہاں ہوں، تم مجھے وہیں رہنے دو اور معاوضہ کچھ بڑھاؤ، تم کہہ چکے ہو کہ یہ بڑے بجٹ کی فلم ہو گی۔“

”چھ لاکھ......“ سبھاش بولا۔

”کچھ اور بڑھاؤ۔“

بالآخر سات لاکھ پر زبانی ایگریمنٹ ہو گیا۔ سبھاش بولا۔ ”تم صبح ہی ممبئی آ جاؤ تاکہ ہم ایک دو دن میں ڈسکشن مکمل کر لیں، اس کے بعد تم کنٹریکٹ سائن کر دو اور کام شروع کر دو۔“

”ٹھیک ہے......“ کملا مطمئن لہجے میں بولی۔ ”کل ٹھیک دس بجے تم سے تمہارے آفس میں ملاقات ہو گی۔“



سنتوش کمار کا آفس ممبئی میں اُس کی سب سے بڑی آرٹ گیلری کی بالائی منزل پر واقع تھا۔ اس روز وہ تاخیر سے دفتر آیا تھا اور سب سے پہلے اُس نے ڈاک دیکھنا شروع کی تھی۔ رجسٹرڈ ڈاک سے آئے ہوئے ایک چھپے ہوئے لفافے سے ایک ٹائپ شدہ خط نکال کر پڑھتے ہوئے اُس کے چہرے کی رنگت متغیر ہوگئی۔ یہ خط کیا ایک طرح کا نوٹس ہی تھا، شہر کے معروف وکیل دیوان ٹھاکر داس کی طرف سے تھا، قطعی براہِ راست اور نہایت رسمی الفاظ میں لکھا گیا وہ خط جوں جوں سنتوش کمار پڑھتا گیا، اُس کے چہرے پر کئی رنگ آتے جاتے رہے۔ لکھا تھا۔

''مکرمی پروپرائٹر سنتوش آرٹ گیلریز۔

میرے مؤکل مسٹر آنند ورما کی ہدایت کے مطابق میں آپ کو مطلع کر رہا ہوں کہ وہ آئندہ آپ سے کوئی کاروباری معاملات رکھنا نہیں چاہتے، اس نوٹس کی وصولی تک آپ اُن کی جو بھی پینٹنگز فروخت کر چکے ہوں، اپنا کمیشن وضع کر کے ان کی ادائیگی کرنے کے بعد آپ ان کے تمام آرٹ ورک کی فروخت یا کسی اور مقصد کے لئے کہیں منتقلی قطعی طور پر روک دیں ورنہ آپ کے خلاف بھاری ہرجانے وخرچے کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔ حساب کتاب کی بیباقی اور باقی ماندہ آرٹ ورک کی وصولی کے لئے میری فرم کا ایک نمائندہ مسٹر آنند ورما کے اتھارٹی لیٹر کے ساتھ، آج شام پانچ بجے آپ کے دفتر میں حاضر ہوگا۔

مخلص! دیوان ٹھاکر داس۔''

سنتوش کمار نے اس خط کو کئی مرتبہ پڑھا۔ پھر الفاظ اُس کی آنکھوں کے سامنے دھندلانے لگے۔ اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا، اُس کے ہاتھ پیروں میں ارتعاش سا آ گیا۔ بالآخر اس نے خط پیپر ویٹ کے نیچے رکھ دیا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ وہ اپنے آپ کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ خط واقعی اُسی آنند ورما کی ہدایت پر لکھا گیا تھا جسے اُس نے راتوں رات تیسرے درجے کے آرٹسٹوں میں سے اٹھا کر صفِ اول کے آرٹسٹوں میں لا کھڑا کیا تھا، جس کا نام بنانے کے لئے اُس نے نہ جانے کیا کیا جتن کئے تھے۔

سنتوش کمار ایک کٹر بزنس مین تھا، آنند ورما سے کاروباری معاملات ختم ہونے پر



اُسے جو مالی نقصان پہنچنے والا تھا، اس کا تو اُسے قلق تھا ہی لیکن اُس کی انا بھی سخت مجروح ہوئی تھی، کٹر کاروباری لوگوں میں عموماً انا نہیں ہوتی، وہ صرف نفع نقصان کے بارے میں ہی سوچتے ہیں لیکن سنتوش کمار بعض معاملات میں سخت انا پرست بھی واقع ہوا تھا۔ آنند ورما کے طرزِ عمل نے سنتوش کمار کو گویا خود اپنی نظر میں بہت چھوٹا کر دیا تھا، اُسے اپنی بے عزتی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔

وہ میز پر سر جھکائے بہت دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ آنند ورما کے لئے اُس کے ذہن میں نفرت کا گویا ایک لاوا سا کھول رہا تھا۔ وہ باقی ڈاک دیکھنا بھول گیا تھا، اُس کے اندر گویا ایک کشمکش جاری تھی۔ وہ گویا کسی فیصلے تک نہیں پہنچ پا رہا تھا کہ وہ آنند ورما کے لئے کیا کرے کہ اُسے بھی سبق حاصل ہو جائے اور آئندہ کوئی آرٹسٹ کسی ڈیلر کے ساتھ ایسا ہتک آمیز رویہ روا نہ رکھے۔ وہ آنند ورما کو تو یقیناً سبق سکھانا چاہتا تھا لیکن وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ اس معاملے میں اُس کا نام کہیں نہ آئے۔ بالآخر اُس نے گہری سانس لے کر سر اٹھایا، وہ گویا کسی فیصلے پر پہنچ گیا تھا۔ پہلے اُس نے سگار سلگا کر چند گہرے گہرے کش لئے، پھر ایک چھوٹی سی نوٹ بک سے ایک فون نمبر تلاش کرنے کے بعد اُس نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''ہیلو......'' نمبر ڈائل کرنے کے بعد اُس نے دھیمی آواز میں کہا۔ ''ذرا دلاور سنگھ سے بات کراؤ۔'' اُس نے چند لمحے انتظار کیا، اس دوران سگار مضطربانہ انداز میں اُس کی اُنگلیوں میں گھومتا رہا۔ بالآخر فون پر اُسے اپنی مطلوبہ آواز سنائی دی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ دھیمی آواز میں بولا۔ ''سنو دلاور سنگھ، ایک ایڈریس نوٹ کرو......'' اُس نے دھیرے دھیرے ایڈریس لکھوایا۔ ''آنند ورما نامی ایک شخص اس بنگلے میں رہتا ہے، جوان اور خوش شکل ہے، کلین شیو...... بال بھورے...... چھریرا جسم...... بائیں آنکھ کے نیچے تل ہے...... نہیں نہیں...... مارنا نہیں ہے...... صرف دایاں ہاتھ بیکار کرنا ہے...... اس طرح کہ آئندہ وہ اس ہاتھ سے کوئی کام نہ کر سکے...... ہاں...... ابھی نہیں...... چند دن بعد...... اور کوئی ایسی بات کرنا...... کوئی ایسا اشارہ دے آنا جس سے یہ ظاہر ہو جیسے یہ کام کملا نام کی کسی عورت کی ہدایت پر ہوا ہے...... اس طرح تمہارے لئے خطرہ اور بھی گھٹ جائے گا...... وہ کوئی بھی ہو، تمہیں اُس سے

کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے بس اُس عورت کا نام اس طرح لینا کہ وہ یہ سمجھے کہ یہ کارروائی اُس کے اشارے پر ہوئی ہے......نہیں بھئی...... بیس ہزار تو بہت زیادہ ہیں...... اچھا ٹھیک ہے، پندرہ ہزار منظور ہے، رقم کے لئے پرسوں کسی وقت اپنا آدمی بھیج دینا...... ہاں......کام تسلی بخش ہونا چاہئے......ٹھیک ہے۔''

اُس نے ریسیور رکھ کر پیشانی سے پسینہ پونچھا، ایک گہری سانس لی، پھر بے آواز طریقے سے کچھ دیر ہنستا رہا۔ بالآخر اُس کی ہنسی تھم گئی اور اُس نے یوں چور نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا جیسے اُسے یکایک احساس ہوا کہ کوئی اُسے دیکھ رہا ہے۔ مگر آفس میں وہ تنہا تھا، یہ دیکھ کر اُس نے دوبارہ گہری سانس لی اور اپنا بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔



کملا نے اسکرپٹ سہاش چندر کی توقع سے بھی پہلے مکمل کر دیا تھا۔ جب کوئی کام اُس کے دل کو بھا جاتا تھا تو وہ جنوں کی طرح اس میں جت جاتی تھی، اُس کی ذہنی و جسمانی توانائیاں گویا دُگنی ہو جاتی تھیں، اسکرپٹ میں تمام ضروری ترمیمیں اور رد و بدل بھی ہو چکا تھا اور اسے فائنل بھی کیا جا چکا تھا۔ سہاش چندر نے کملا کو مکمل ادائیگی بھی کرا دی تھی اور وہ سہاش سے بہت خوش تھی، اُسے معلوم تھا کہ کاسٹ فائنل ہوتے ہی شوٹنگ شروع ہو جائے گی۔

اس روز وہ ممبئی میں تھی اور اُس کے پاس وقت بھی تھا، وہ اسٹوڈیو کی طرف جا نکلی تاکہ پونا واپس جانے سے پہلے ایک بار سہاش سے مل کر تفصیلی طور پر معلوم کر لے کہ فلم کے سلسلے میں مزید کیا پیش رفت ہوئی تھی۔ سہاش کا دفتر اسٹوڈیو میں ہی تھا۔

اس وقت اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب سہاش کی سیکرٹری نمرتا نے اُسے بیرونی کمرے میں ہی روک لیا اور صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ ''آپ تشریف رکھیے، میں مسٹر سہاش سے معلوم کرتی ہوں کہ وہ فارغ ہیں یا نہیں......'' اُس نے انٹرکام کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ کملا کی کنپٹیوں میں یکدم اُبال سا آ گیا، اُسے نہیں معلوم تھا کہ اسے بھی کبھی سہاش کے دفتر میں ان پابندیوں، رسومات



اور تکلفات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ سلگتے دماغ سے کھڑی نمرتا کو گھورتی رہی جو انٹرکام پر سہاش چندر سے بات کر رہی تھی۔

نمرتا انٹرکام پر مختصر بات کرنے کے بعد دوبارہ اُس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولی۔ ''آپ کو صرف چند منٹ انتظار کرنا ہوگا، وہ اسکرپٹ ڈسکس کر رہے ہیں۔''

''میں انتظار کرنے کی عادی نہیں ہوں، میرا وقت اس سے زیادہ قیمتی ہے۔'' کملا غرائی اور اس سے پہلے کہ نمرتا اُٹھ کر اُسے روکتی، وہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر سہاش کے کمرے میں داخل ہوگئی۔ نمرتا ''ارے میڈم......میڈم......'' کہتی رہ گئی۔

سہاش کے مقابل میز کے دوسری طرف جو لڑکی بیٹھی تھی، اُسے دیکھ کر کملا کو حیرت کا خفیف سا جھٹکا لگا مگر اُس نے حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ وہ لاجونتی تھی۔ وہ پہلے سے زیادہ حسین، زیادہ پُر اعتماد اور زیادہ خوش لباس نظر آ رہی تھی۔ وہ بلاشبہ طلسمی سی شخصیت کی مالک تھی۔

''ہیلو کملا......کیسی ہو؟'' لاجونتی نے نہایت میٹھے لہجے میں کہا۔

کملا نے اُسے کوئی جواب نہیں دیا اور سہاش کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''ایک تو تم ڈائریکٹر لوگ خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ بند کمروں میں اسکرپٹ بہت زیادہ ڈسکس کرتے ہو۔''

سہاش چندر پہلے ہی ناگواری سے اُس کی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ بغیر اجازت کمرے میں گھس آئی تھی اور اُس کا یہ جملہ سن کر اُس کی پیشانی پر ناگواری کی شکنیں مزید گہری ہوگئیں۔ ''کملا، تمہیں معلوم ہے کہ میں چیپ قسم کا آدمی نہیں ہوں اور نہ ہی چیپ قسم کی گفتگو پسند کرتا ہوں۔''

میں نے کب کہا کہ تم چیپ آدمی ہو۔'' کملا خود ہی کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے مصنوعی معصومیت سے بولی۔ ''اسکرپٹ ڈسکس کرنا چیپ حرکت تو قطعاً نہیں ہے۔''

پھر اُس نے یوں مڑ کر لاجونتی کی طرف دیکھا جیسے اچانک اُس کی موجودگی کا احساس ہوا ہو۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی طنزیہ بات کرتی، اُس کی نظر لاجونتی کے ہاتھ میں موجود فائل پر پڑ گئی، اس میں یقیناً اسکرپٹ کے کچھ صفحات تھے۔ فائل کے کور پر جلی الفاظ میں ''مغلِ اعظم پارٹ ٹو'' لکھا تھا۔

کملا بری طرح چونکتے ہوئے بولی۔ ''یہ اسکرپٹ تمہارے ہاتھ میں کیوں نظر آ رہا ہے؟''

اس بار گویا لاجونتی نے جوابی کارروائی کے طور پر اُسے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے پلکیں جھپکاتے ہوئے اُس کی طرف دیکھتی رہی۔

''کیوں...... کیا اسکرپٹ اس کے ہاتھ میں نظر نہیں آنا چاہئے؟'' سہاش تیکھے لہجے میں بولا۔ ''تمہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ لاجونتی اس فلم کی ہیروئن ہے، انارکلی کا رول یہی تو کرے گی۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو تم......؟'' کملا اچھل کر اُٹھ کھڑی ہوئی، اس کی رگ وپے میں ایک بار پھر شعلے لپکنے لگے تھے۔ نفرت کا آتش فشاں ایک بار پھر پھٹ پڑا، اُسے یوں لگا جیسے اُسے چڑانے کے لئے یہ سارا ڈرامہ رچایا گیا تھا، اس سے عجیب ہی انداز میں انتقام لینے کے لئے اس فلم کی کہانی اس سے لکھوائی گئی تھی اور اسے آج تک نہیں بتایا گیا تھا کہ فلم کی کاسٹ کیا ہوگی۔ فلم کی باقی تمام تفصیلات چونکہ وہ جان چکی تھی، اس لئے سہاش کے دعووں سے قطع نظر اُسے یقین تھا کہ فلم واقعی تہلکہ خیز ثابت ہوگی۔ اور اگر لاجونتی اس کی ہیروئن ہوئی تو واقعی فلم کو تو لاجونتی سے فائدہ پہنچے گا لیکن اس سے کہیں زیادہ فائدہ اس فلم کی وجہ سے لاجونتی کو پہنچے گا۔ ڈائریکٹروں کی زبان میں یہ فلم واقعی اُسے کہیں سے اُٹھا کر کہیں پہنچا دے گی اور کملا کو یہ ہرگز گوارا نہیں تھا، وہ کسی قیمت پر یہ برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھی کہ اُس کی لکھی ہوئی فلم کی ہیروئن لاجونتی ہو۔''

''یہ ہرگز نہیں ہوسکتا......'' کملا چلائی۔ ''یہ حسین چڑیل میری فلم کی ہیروئن ہرگز نہیں ہوسکتی۔''

''تمہاری فلم......؟'' سہاش نے حیرت سے دہرایا۔ ''تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا؟ جس ادارے کے تحت یہ فلم بن رہی ہے، اس کے چار ڈائریکٹر ہیں اور وہی اسے فنانس کر رہے ہیں، قانونی طور پر وہی اس فلم کے مالک ہیں۔ انہوں نے باقاعدہ ایک تحریری ایگریمنٹ کے تحت ڈائریکشن کے علاوہ دیگر تمام انتظامی اور مالی امور کا نگران مجھے بنایا ہوا ہے۔ اس فلم کی صرف کہانی، اسکرین پلے اور مکالموں کے



لئے تمہاری خدمات حاصل کی گئی تھیں جن کا تمہیں معاوضہ ادا کیا جا چکا ہے اور تم مکمل اسکرپٹ ادارے کے حوالے کر چکی ہو۔ اگر تم نے کنٹریکٹ پڑھنے کی زحمت کی ہوتی تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے اس میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ کہانی لکھ کر دینے کے علاوہ تمہارا فلم کے کسی معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہوگا اور ایک بار اسکرپٹ فائنل کرنے کے بعد تمہیں اس میں کسی ترمیم وتحریف کا بھی اختیار نہیں ہوگا، تم نے کس طرح اس فلم کے لئے ''میری فلم'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں؟ تم فلمی دنیا میں نئی تو نہیں ہو، تمہیں تو ان معاملات کا علم ہونا چاہئے۔''

''بکواس مت کرو...... میں تمہارا یہ خواب پورا نہیں ہونے دوں گی۔'' کملا کا چہرہ غصے کی شدت سے بگڑتا جا رہا تھا۔''

''ایک تو یہ بڑی مصیبت ہے کہ جب تم پر غصے کا دورہ پڑتا ہے تو تم پر کوئی دلیل اثر نہیں کرتی کملا۔'' سہاش جھنجلاہٹ آمیز لہجے میں بولا۔ ''لاجونتی میرا خواب نہیں اس فلم کی ضرورت ہے، جس طرح تم اس فلم کی ضرورت تھیں ورنہ میں کبھی تم سے کہانی نہ لکھواتا۔ میں بڑے ناموں کے پیچھے نہیں دوڑتا، صرف انہی بڑے نام والوں کو پوچھتا ہوں جن کی واقعی مجھے ضرورت ہوتی ہے۔ میں اب لاجونتی کو سائن کر چکا ہوں اور مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے کہ کوئی غیر متعلق شخص بلاوجہ میرے کاموں میں مداخلت کرے، بلاوجہ میرے فیصلوں پر اپنے فیصلے ٹھونسنے کی کوشش کرے۔''

''تمہیں اپنا فیصلہ بدلنا ہوگا ورنہ تمہارے حق میں بہت برا ہوگا لنگور کے بچے۔'' کملا پاؤں پٹخ کر قدرے چیخ کر بولی۔

''تہذیب کے دائرے میں رہ کر بات کرو کملا۔'' سہاش گرجا۔ اُس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ ''مجھے مجبور مت کرو کہ اپنے آدمیوں کو بلوا کر تمہیں اٹھوا کر دفتر سے باہر پھنکوا دوں۔ تم ایک رائٹر ہو، ایک رائٹر کے شایانِ شان طور طریقے اختیار کرنے کی کوشش کرو۔''

کملا مزید کچھ نہ بولی اور ایک جھٹکے سے دروازے کی طرف مڑ گئی۔ لیکن اُس کی خاموشی میں کئی دھمکیاں پنہاں تھیں۔ سہاش گویا اُسے خبردار کرتے ہوئے بولا۔ ''الٹے سیدھے خیالات کو ذہن میں جگہ مت دینا ورنہ دوسروں سے زیادہ تم خود رُسوا

ہو جاؤ گی، تمہارا کیریئر، تمہاری شہرت سب کچھ ختم ہو جائے گا، کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گی، یہ دھمکی نہیں میری ہمدردانہ اور دوستانہ وارننگ ہے۔ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے میرے ان الفاظ پر غور ضرور کر لینا۔''

لیکن کملا نے گویا اُس کے الفاظ سنے ہی نہیں اور بگولے کی طرح کمرے سے نکل گئی۔ دروازہ اُس نے اتنے زور سے بند کیا کہ کمرے کی دیواریں جھنجھنا اُٹھیں۔

سبھاش اور لاجونتی ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے، پھر سبھاش گہری سانس لے کر بولا۔ ''یہ عورت میری سمجھ میں نہیں آئی، اس میں بے پناہ صلاحیتیں ہیں مگر کبھی کبھی اس پر جو یہ نفرت و انتقام کی آگ غلبہ پا لیتی ہے، یہ کسی روز اسے خاکستر نہ کر دے۔''

لاجونتی خاموش رہی، وہ نہ جانے کس خیال میں اُلجھی ہوئی تھی۔



آنند ورما اپنے کرائے کے بنگلے میں بہت خوش تھا، اس بنگلے کا محل وقوع اُس کی فنکارانہ طبیعت کو بہت بھایا تھا، یہاں سے سمندر زیادہ فاصلے پر نہیں تھا، چھوٹے سے ٹیرس میں کھڑے ہو کر وہ طلوع و غروبِ آفتاب کا نظارہ کرتا تھا، نشیب میں پھولدار پودوں سے بھرا ہوا ایک چھوٹا سا پارک تھا جہاں سے ہوا ان گنت خوشبوئیں چرا کر اٹکھیلیاں کرتی ہوئی اس چھوٹے سے بنگلے کے در و دیوار تک پہنچتی تھی۔ ممبئی کی ہنگامہ پرور زندگی، گاڑیوں کا دُھواں، ٹریفک کا شور، فٹ پاتھوں پر انسانوں کا ہجوم اور افراتفری یہاں سے چار پانچ فرلانگ کے ہی فاصلے پر شروع ہو جاتی تھی۔ لیکن ساحلی علاقہ گویا ایک الگ ہی دنیا معلوم ہوتا تھا۔

اوپر کی منزل پر آنند نے اسٹوڈیو بنایا تھا، اس گھر میں اُس کا اتنا دل لگ گیا تھا کہ اس کا ارادہ تھا کہ مالی حالات کچھ اور مستحکم ہونے کے بعد اگر ممکن ہوا تو وہ اسی بنگلے کو خرید لے گا۔

اس دن وہ کافی مصروف تھا، سنتوش کمار سے کاروباری تعلق منقطع ہو جانے کے بعد اُس نے منوہر آرٹ گیلری کے منوہر اگروال سے اپنی پینٹنگز کی فروخت کے سلسلے میں ملاقات کی تھی۔ ملاقات بہرحال نتیجہ خیز رہی تھی۔ آنند ورما کو اُس نے یقین



دلایا تھا کہ منوہر آرٹ گیلری سے اُسے کوئی شکایت نہیں رہے گی اور وہ اسی طرح اس کی پینٹنگز کی نمائش منعقد کریں گے جس طرح سنتوش کمار کیا کرتا تھا اور اُسے یہ بھی باور کرایا کہ آرٹ کی دنیا میں سنتوش کی اجارہ داری نہیں ہے، ٹیلنٹڈ آرٹسٹ کو ہر جگہ ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ...... وہاں سے وہ دیوان ٹھاکر داس ایڈووکیٹ کے دفتر گیا اور وہاں سے لوٹ کر شام گئے اپنے بنگلے پر لوٹا۔

رات تک وہ کام کرتا رہا اور پھر ایک قریبی ریستوران میں جا کر کھانا کھایا تھا، واپس آ کر وہ دیر تک پڑھتا رہا اور پھر سونے کے لئے لیٹ گیا۔ اس وقت شاید سپیدۂ سحر نمودار ہونے کو ہی تھا جب اُس کی آنکھ کھلی، وہ گہری نیند سونے کا عادی تھا۔ کسی چھوٹی موٹی وجہ کے باعث اُس کی آنکھ نہیں کھلتی تھی، اگر کسی روز اُسے جلدی اُٹھنا ہوتا تو الارم لگا کر سوتا تھا۔

آنکھ کھلتے ہی وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اُس کے بیڈ کے گرد تین نقاب پوش کھڑے تھے۔ شاید انہی میں سے کسی نے اُسے جگایا تھا، پہلے تو وہ اسے کوئی ڈراؤنا خواب سمجھا لیکن جب انہوں نے اسے کھینچ کر بیڈ سے نیچے گرایا تو اُسے یقین کرنا پڑا کہ وہ خواب نہیں زندگی کی کوئی بھیانک حقیقت تھی۔ اُس کا گلا خشک ہو گیا، اُسے زندگی میں کبھی کسی خاص خطرناک صورتحال کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔

''دیکھو...... اگر تمہیں رقم کی ضرورت ہے......'' وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔ ''تو گھر میں زیادہ نقد رقم نہیں ہے...... لیکن جو بھی ہے، وہ تم لے جاؤ...... دو چار قیمتی چیزیں بھی ہیں...... وہ بھی لے جاؤ...... لیکن لڑائی جھگڑا، مار پیٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔''

''وہ سب کچھ تو ہم لے ہی جائیں گے اور جاتے جاتے تمہاری ساری تصویریں وغیرہ بھی توڑ پھوڑ کر سمندر میں پھینکتے جائیں گے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ ضروری ہمیں ایک اور کام کرنا ہے۔'' ایک نقاب پوش بھاری آواز میں بولا۔ وہ اپنے دونوں ساتھیوں سے زیادہ لحیم شحیم تھا اور وہ یقیناً آواز بدل کر بولنے کی کوشش کر رہا تھا، اُس نے تصویروں کا ذکر کیا تھا۔ آنند خوف کے ان لمحوں میں بھی قدرے حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ گویا نقاب پوش جانتے تھے کہ وہ ایک مصور ہے۔

اُن میں سے ایک نے نہایت پھرتی سے اُس کے سینے پر چڑھ کر اُس کے منہ

میں کپڑا ٹھونس دیا اور اُس کا صرف ایک بازو قابو میں کر لیا، دوسرے نے اُس کی ٹانگیں یوں ایک دوسرے میں پھنسا کر قابو میں کر لیں کہ انہیں ذرا بھی حرکت دینا ممکن نہیں رہا، سب سے بھاری بھر کم نقاب پوش نے اُس کا دوسرا بازو اپنے بڑے سے بوٹ تلے دبا لیا، وہ اس قسم کے کاموں میں بہت ماہر معلوم ہوتے تھے۔ اُنہوں نے آنند کو یوں بے بس کر لیا تھا جیسے قصائیوں نے مل کر کسی ننھے سے بچھڑے کو جکڑ لیا ہو۔

آنند تڑپ رہا تھا، مچل رہا تھا لیکن اُن کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ اپنے جسم کو صحیح طور پر حرکت دینے سے بھی معذور تھا۔ اچانک بھاری بھر کم نقاب پوش نے اپنے ڈھیلے ڈھالے لباس میں سے ایک خاصا بڑا ہتھوڑا نکالا اور دونوں ہاتھوں میں تھام کر اُسے بلند کیا۔ اسی لمحے آنند پر حقیقت عیاں ہوئی کہ اُس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور اس اذیت ناک حقیقت کا ادراک ہوتے ہی اُس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے......!





آنند ورما نے اپنے جسم کی پوری قوت صرف کر کے خود کو چھڑانے کی کوشش کی لیکن خود کو چھڑانا تو دُور کی بات تھی وہ کروٹ بدل کر اس وار سے بھی اپنے آپ کو نہ بچا سکا۔

بھاری بھر کم نقاب پوش نے فرش پر ٹکے آنند کے ہاتھ پر ہتھوڑا برسانا شروع کر دیا...... وہ اُس کا ہاتھ ناکارہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ آگہی اور جسمانی اذیت دونوں ہی اُس کے لئے ناقابل برداشت تھیں۔ اُس نے چیخنا چاہا مگر منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اور اوپر ایک ہاتھ مضبوطی سے جما ہوا تھا۔ اُس نے تڑپنا، مچلنا چاہا مگر وہ سر سے پاؤں تک گویا کسی آکٹوپس کی گرفت میں پھنسا ہوا تھا۔ ناقابل برداشت درد کی لہریں اُس کے جسم میں سر سے پاؤں تک دوڑتی رہیں اور اس دوران اُس نے ہتھوڑا چلانے والے لحیم شحیم نقاب پوش کو باآواز بلند کہتے سنا۔

''کملا کو دھمکیاں دینے والوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا...... اب تم جب تک زندہ رہو گے اس سبق کو یاد رکھو گے۔''

تکلیف آنند کے لئے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ کہنی تک اُس کا بازو گویا ملغوبے میں تبدیل ہوتا جا رہا ہے۔ ڈوبتے دل کے ساتھ وہ سوچ رہا تھا کہ کملا نے بلاشبہ اُس سے بہت بھیانک انتقام لیا تھا۔ محض اُس کی برہمی پر اُسے اتنی بڑی سزا دی تھی۔ اس سے کہیں بہتر تھا کہ وہ اُسے گولی مروا دیتی۔ آنند کو معلوم تھا کہ آئندہ زندگی اُس کے لئے موت سے بدتر ہو گی۔ معاشی مسائل تو اپنی جگہ تھے لیکن بنیادی طور پر وہ آرٹسٹ تھا۔ آرٹ کے بغیر زندہ رہنے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا...... اور وہ بھی ایک ناکارہ ٹنڈے کی حیثیت سے......!

لیکن اذیت اور بے بسی سے شل ہوتے ہوئے اُس کے ذہن میں ایک شعلہ

ضرور لپک اُٹھا۔ وہ بے ہوش ہو رہا تھا مگر بہ زبان خموشی اپنے آپ سے وعدہ کر رہا تھا۔ ”کملا، تم یہ مت سمجھنا کہ میرا یہ حشر کروا کر تم آرام سے زندگی بسر کر سکو گی...... میں تم سے انتقام ضرور لوں گا۔ اب تم میرے وار کا انتظار کرنا......!“



شوبھا دیوی کا ارادہ اُس روز دوپہر تک سونے کا تھا مگر ٹیلی فون کی گھنٹی نے اُسے جگا دیا۔ رات کے پچھلے پہر تک وہ ڈارک روم میں کچھ اہم پرنٹس تیار کرتی رہی تھی اور اب گہری نیند سے جگا دینے والا ٹیلی فون اُسے زہر لگ رہا تھا۔ پہلے اُس نے ذرا سی آنکھ کھول کر ٹیبل کلاک کی طرف دیکھا۔ گیارہ بج رہے تھے۔ کمرے میں روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ با دل ناخواستہ اُس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اُٹھایا اور کاٹ کھانے والے انداز میں 'ہیلو' کہا۔ لیکن دوسری طرف سے کملا کی چہکتی ہوئی آواز سن کر اُس کی غنودگی بھی کافور ہو گئی اور غصہ بھی۔ کملا نے ایک مدت کے بعد اُسے فون کیا تھا اور کملا ان لوگوں میں سے تھی جو اس وقت تک کسی کو فون نہیں کرتے جب تک کوئی خاص بات نہ ہو۔

”کیسی ہو شوبھا؟ کیسے جا رہے ہیں تمہارے دھندے؟“ کملا بڑے خوشگوار لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ شوبھا نے شاذ و نادر ہی اُسے ایسے لہجے میں گفتگو کرتے سنا تھا۔

”بس، سب ٹھیک ہی جا رہا ہے۔ تم اپنی سناؤ، بہت عرصے کے بعد یاد کیا تم نے؟“ شوبھا اپنے لہجے کو زیادہ سے زیادہ خوشگوار بنانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

”دراصل میں کچھ محتاط سی ہو گئی ہوں۔“ کملا نے معنی خیز انداز میں کہا۔

”محتاط......؟“ شوبھا نے اُلجھن آمیز لہجے میں کہا۔ ”بھئی کھل کر بات کرو۔ تم مجھ سے کس سلسلے میں احتیاط برتنے لگیں؟“

”سامنے کی بات ہے۔“ کملا ایک طویل سانس لے کر بولی۔ ”شوبزنس کے اخباروں، رسالوں میں چھپنے والی چھوٹی موٹی خبروں، بعض تصویروں اور اِدھر اُدھر کی اڑتی اڑتی باتوں سے مجھے یہ اندازہ ہونے لگا تھا کہ لاجونتی سے تمہاری دوستی ہو گئی ہے۔ اور جس کی ہمدردیاں لاجونتی کے ساتھ ہوں وہ میری دوست بھلا کس طرح ہو سکتی ہے؟“



”یہ کیا بکواس کر رہی ہو تم کملا؟“ شوبھا نے بے تکلف دوستوں والی برہمی ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ ”تم اس میدان کی پرانی کھلاڑی ہو۔ تمہیں تو معلوم ہونا چاہئے کہ رسالوں کے گپ شپ کے کالموں اور جھوٹی سچی خبروں سے کوئی حتمی نتیجہ اخذ نہیں کرنا چاہئے۔ لاجونتی ابھی کل کی دریافت ہے۔ تم سے میری برسوں کی شناسائی ہے۔ میری ہمدردیاں اس کے ساتھ بھلا کیوں ہونے لگیں؟ وہ تو میرے ہاتھ سے بچ کر نکلا ہوا شکار ہے۔ لیکن کیا کریں اب وقت اُس کے ساتھ ہے۔ وہ اسٹار بن گئی ہے۔ اُس سے دوستی رکھنا میری کاروباری ضرورت ہے اس لئے میں نے بڑے حساب کتاب سے اُس سے مراسم استوار کئے ہیں اور پرانی رنجش اُس کے دل سے نکالی ہے۔ لیکن تمہیں یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہئے کہ میں نے اُسے اپنے دوستوں کی فہرست میں شامل کر لیا ہے۔“ شوبھا بڑے شاطرانہ انداز میں اپنے پتے کھیل رہی تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ کملا نے کسی خاص مقصد سے اُسے فون کیا ہے لیکن اصل موضوع پر آنے سے پہلے وہ اُسے ٹٹولنا چاہتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ شوبھا کی تمام تر ہمدردیاں اب لاجونتی کے ساتھ تھیں لیکن وہ کملا کے دل کی بات اگلوانے کے لئے اُس کی مرضی کے جواب دینے کی کوشش کر رہی تھی۔

”تو تمہاری اُس سے واقعی دوستی نہیں؟ تمہاری ہمدردیاں اُس کے ساتھ نہیں؟“ کملا نے شکی لہجے میں پوچھا۔

”ارے لعنت بھیجو۔ اُس جیسی نہ جانے کتنی لڑکیاں انڈسٹری میں آتی اور جاتی رہتی ہیں۔ اپنی دوستی تو صرف اپنے کام سے ہے یا پھر تم سے۔ تم اور میں دراصل ایک ہی قبیل کی عورتیں ہیں۔“ شوبھا بولی۔

”اپنی عزیز ترین چیز کی قسم کھاؤ کہ تم سچ کہہ رہی ہو۔“ کملا ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولی۔

”عزیز ترین چیز......؟“ شوبھا گویا سوچتے ہوئے بولی۔ ”بھئی ہمیں تو دنیا میں روپیہ سب سے عزیز ہے۔ روپے کی قسم کھا لیتے ہیں۔“

اب کے کملا نے کھنکتا ہوا قہقہہ لگایا۔ ”بس ٹھیک ہے۔ مجھے تمہاری بات کا اعتبار آ گیا۔ تم نے بالکل صحیح قسم کھائی۔ اب میں تمہیں مزے کی بات بتاتی ہوں۔ ایک عرصہ پہلے تم نے لاجونتی کی جو تصویریں کھینچی تھیں اب ان کے استعمال ہونے اور

کارآمد ثابت ہونے کا وقت آن پہنچا ہے۔ اگر تم شوبزنس کی دنیا کی اس سال کی سب سے سنسنی خیز با تصویر رپورٹنگ کرنا چاہتی ہو تو آج روشن باغ پہنچ جاؤ۔ کیا خیال ہے، آ رہی ہو یا نہیں؟''

''وہ کیوں......؟'' شوبھا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

''وہاں مغلِ اعظم پارٹ ٹو کی شوٹنگ ہو رہی ہے نا۔ فلم کی پوری ٹیم، کئی بڑے بڑے سیٹھ، اخباروں کے نمائندے اور نہ جانے کون کون وہاں موجود ہوگا اور وہ سب بڑے اشتیاق سے آنکھیں پھاڑے اور منہ کھولے اپنی پوتر انارکلی کو دیکھ رہے ہوں گے۔ لیکن کچھ دیر بعد اُن کی گردنیں شرم سے جھک جائیں گی۔ لاجونتی کا انارکلی بننے کا خواب ادھورا رہ جائے گا بلکہ شاید آئندہ وہ کسی بھی فلم میں ہیروئن نہ بن سکے۔ سبھاش چندر نے اپنی دانست میں بڑی چالاکی کی ہے لیکن آج اُس کی چالاکی دھری رہ جائے گی۔ میں اُسے ہمیشہ یاد رہنے والا سبق دوں گی۔''

''کیا ارادے ہیں تمہارے؟'' شوبھا کی دھڑکن کچھ اور تیز ہوگئی۔

''تم پہنچو تو سہی وہاں، اور دیکھنا میں کیا کرتی ہوں۔'' کملا نے زہریلے لہجے میں جواب دیا۔

''پھر بھی کچھ معلوم تو ہو۔'' شوبھا نے جاننا چاہا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ کملا کا مریض ذہن آج پھر کوئی گل کھلانا چاہتا ہے۔ اُس کے دل میں لاجونتی کے لئے نرم گوشہ پیدا ہو چکا تھا۔ اُس نے لاجونتی کو بہت خلیق، ملنسار اور درگزر کرنے والی لڑکی کے روپ میں دیکھا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کملا کے ہاتھوں اُسے نقصان پہنچے۔ ''آخر تم وہاں کیا دھماکا کرنے والی ہو؟''

''دھماکا......!'' کملا پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ ''واقعی کل کے اخباروں میں یہ خبر دھماکا خیز ثابت ہوگی۔ روشن باغ میں جہاں شوٹنگ ہو رہی ہے، میں عین شوٹنگ کے دوران کسی اونچی جگہ چڑھ کر حاضرین سے خطاب کروں گی اور لاجونتی کی ان نادر تصویروں کی نمائش کروں گی۔ لوگ یقیناً ٹوٹ پڑیں گے۔ خصوصاً اخباری نمائندے۔''

کملا گویا تصور ہی تصور میں سب کچھ دیکھ کر محظوظ ہو رہی تھی۔

شوبھا اپنے آپ کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔ ''میں نے اڑتی



اڑتی سنی تھی کہ سبھاش سے تمہارا اس موضوع پر جھگڑا ہو گیا تھا کہ وہ لاجونتی کو ہیروئن کیوں لے رہا ہے۔ اس کے بعد کیا آج وہ تمہیں لوکیشن پر دیکھ کر کھٹک نہیں جائے گا؟''

''نہیں......'' کملا مسرور لہجے میں بولی۔ ''جھگڑے کے بعد میں نے مسکینی اختیار کر لی تھی اور اُس سے صلح کر لی تھی۔ میں نے یہی ظاہر کیا تھا کہ مجھے وقتی طور پر غصہ آ گیا تھا جو ٹل گیا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ میں بھی اُسے میٹھی بن کر ماروں گی جس طرح اُس نے مجھے اندھیرے میں رکھ کر اپنی دانست میں چالاکی دکھائی تھی۔ اس سے صلح کرنے کے بعد میں ایک ایک پل کی خبر رکھ رہی تھی۔ آج کی شوٹنگ پر آنے اور لنچ میں شرکت کرنے کے لئے تو اُس نے باقاعدہ کارڈ بھیج کر مجھے بلایا ہے۔ مجھے اسی موقع کا انتظار تھا۔''

''کملا، یہ سارا کھیل خطرناک نہیں؟'' شوبھا نے ملائمت سے اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔ ''لاجونتی ایک کمزور، بے سہارا اور گمنام لڑکی نہیں، اب وہ اسٹار ہے۔ اگر یہ معاملہ بگڑ گیا یا طول کھینچ گیا تو آگے چل کر اس بات کی بھی تحقیقات ہو سکتی ہے کہ تصویریں کس نے کھینچی تھیں۔ لاجونتی بتائے گی کہ تصویریں اُس کی مرضی کے خلاف، اُسے نشہ آور دوا پلا کر کھینچی گئی تھیں۔ میں لمبے چکر میں پھنس سکتی ہوں۔ میں نے تمہیں اس مقصد کے لئے تو تصویریں نہیں دی تھیں کہ بعد میں تم میرے لئے ہی مشکلات کھڑی کر دو۔''

''ڈر گئیں؟'' کملا نے کھنک دار قہقہہ لگایا۔ ''اری احمق، لاجونتی کے بیان پر کون یقین کرے گا؟ سب کو معلوم ہے کہ شوبزنس کی لڑکیاں جب اس قسم کی مشکل میں پھنستی ہیں تو اسی قسم کے بیان دیتی ہیں...... اور پھر کسی بات کو کہنے اور ثابت کرنے میں بڑا فرق ہے۔ تم ڈرتی کیوں ہو؟ تمہارے آگے ڈھال بننے کے لئے کملا پرکاش موجود ہے۔ ممبئی میں میرے مداحوں میں پچاسوں وکیل بھی شامل ہیں وہ کمبخت کس دن کام آئیں گے؟ پہلے تو اس کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ اگر بات بگڑی بھی تو تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں، میں خود اسے سنبھال لوں گی۔''

''پھر بھی کملا...... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' شوبھا بولی۔

"ارے...... حیرت ہے۔ میں تو تمہیں اتنی بودی عورت نہیں سمجھتی تھی۔ بھئی، تم بالکل بھول جاؤ کہ وہ تصویریں تم نے کھینچی تھیں۔ اگر لاجونتی تمہارا نام لے بھی تو تم سختی سے تردید کر دینا۔" کملا بولی۔

"تم یہ ارادہ ملتوی نہیں کر سکتیں؟" شوبھا بولی۔ پھر اُسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "دیکھو کملا، تمہیں اس فلم کے بطور رائٹر سات لاکھ روپے مل چکے ہیں یہ اچھی خاصی رقم ہے اور مستقبل میں سبھاش چندر تم سے مزید کہانیاں بھی لکھوا سکتا ہے۔ اگر اس فلم میں لاجونتی ہیروئن آ رہی ہے تو اس میں تمہارا کیا جاتا ہے؟ تم جو قدم اٹھانے جا رہی ہو اس سے صرف لاجونتی کو ہی نہیں سبھاش کو بھی کافی خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا اور سبھاش جیسا آدمی بھی نچلا نہیں بیٹھے گا۔ اُس کے ہاتھ بھی لمبے ہیں، اُس کی بھی بہت پہنچ ہے۔ جوابی کارروائی میں وہ تمہیں نقصان بھی پہنچا سکتا ہے اور مستقبل میں تمہارا بزنس بھی متاثر ہو گا......"

"کچھ بھی ہو۔" دوسری طرف سے کملا نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔ جتنی پختگی سے میں نے یہ ارادہ کیا ہے اب اگر میں نے اسے ملتوی کر دیا یا ترک کیا تو میرے دماغ کی کوئی شریان پھٹ جائے گی۔ اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔"

"تم اس وقت کہاں سے بول رہی ہو؟" شوبھا نے شکست خوردہ لہجے میں پوچھا۔

"میں روشن باغ تقریباً پہنچ ہی چکی ہوں۔ یہاں قریب ہی میری ایک دوست کا گھر ہے۔ میں روشن باغ جاتے وقت ادھر سے گزری تو سوچا کہ تمہیں بھی مطلع کرتی چلوں۔ تمہیں شاید اس پہلی شوٹنگ پر مدعو نہ کیا گیا ہو...... ویسے تم فکر مت کرو۔ میری گفتگو کوئی سن نہیں رہا ہے۔ میں اپنی دوست کے ڈرائنگ روم میں اس وقت اکیلی ہوں۔ وہ مجھے تخلیہ فراہم کرنے کی غرض سے اندر گئی ہوئی ہے۔ بس چند لمحے بعد اُسے گڈ بائے کہہ کر روشن باغ کی طرف روانہ ہو جاؤں گی۔ میرا خیال ہے شوٹنگ شروع ہو چکی ہو گی۔ تمہارے گھر سے تو روشن باغ کا فاصلہ کافی ہے۔ میرا خیال ہے اب تم تیاری میں وقت ضائع نہ کرنا۔ بس فون بند کرتے ہی چل پڑو، ورنہ ایک سنسنی خیز رپورٹنگ سے محروم ہو جاؤ گی۔"



"ٹھیک ہے، میں آ رہی ہوں۔" شوبھا مُردہ لہجے میں بولی اور ریسیور رکھ دیا۔



آنند ورما کو ہوش آیا تو اُس کی دنیا اندھیر ہو چکی تھی۔ اُس کے کچلے ہوئے دائیں ہاتھ پر پٹیاں لپٹی ہوئی تھیں اور اس ہاتھ سے خوفناک ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ اگرچہ وہ مسکّن دواؤں کے زیر اثر تھا لیکن یہ سوچ کر کہ آئندہ وہ اس ہاتھ سے کام نہیں لے سکے گا، اس کی رگ و پے میں اذیت ناک ٹیسیں لہریں لینے لگیں۔ رہ رہ کر اُس کے ذہن میں ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح لپکتا۔ "اس حسین چڑیل کو مزید زندہ نہیں رہنے دوں گا۔"

ڈاکٹروں نے اُسے طویل آرام کا مشورہ دیا تھا لیکن دوسرے ہی دن وہ ہسپتال سے نکل بھاگا۔ سب سے پہلے وہ اپنے بنگلے پر پہنچا، وہاں سے ریوالور اُٹھایا اور پونا، کملا کے گھر فون کر کے معلوم کرنا چاہا کہ وہ وہاں ہے یا نہیں؟ شاید قدرت اُس پر مہربان تھی۔ گو کہ پونا، ممبئی سے زیادہ دُوری پر نہیں تھا لیکن اس حالت میں وہاں تک جانا اُس کے لئے بہرحال کٹھن مرحلہ تھا۔ پونا سے کملا کی ملازمہ نے بتایا کہ وہ دو دن قبل ممبئی گئی ہے اور اب تک وہیں ہے۔ جب وہ کملا کے ممبئی والے بنگلے پر پہنچا تو وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ تھوڑی دیر ہی قبل وہ روشن باغ میں ہونے والی مغل اعظم پارٹ ٹو کی پہلی شوٹنگ میں مدعو تھی۔

آنند کی حالت بتدریج بگڑتی جا رہی تھی لیکن وہ خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ پوری قوتِ ارادی کو مجتمع کر کے وہ روشن باغ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اُس کے دائیں ہاتھ پر پٹی اُس کے خون سے سرخ ہوتی جا رہی تھی اور اس سے قطرہ قطرہ خون ٹپک رہا تھا۔



کملا شوٹنگ کے مقام پر قدرے لیٹ پہنچی تھی۔ اُس کے آتے ہی سبھاش نے اُس کے لئے ایک فولڈنگ کرسی کا انتظام کیا اور اُسے درختوں کے سائے میں بیٹھے ہوئے افراد کی اگلی قطار میں بٹھایا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ شوٹنگ شروع ہونے ہی والی تھی۔ لاجونتی شاٹ دینے کے لئے تیار کھڑی تھی۔ سبھاش نے اُسے چند ہدایات دیں اور بالآخر کلیپ ہوئی اور سبھاش خود گہری نظروں سے ایک ایک

فریم کا جائزہ لے رہا تھا۔

کملا نفرت بھری سلگتی نگاہوں سے مسلسل لاجونتی کو گھور رہی تھی۔ وہ گویا گرد و پیش سے بالکل بے خبر تھی۔ دل ہی دل میں وہ اپنے آپ سے کہہ رہی تھی۔

''لاجونتی......! سنبھلو اب میرے انتقام سے۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔'' اُس نے ایک نظر اپنے اِردگرد بیٹھے افراد کا جائزہ لیا، وہاں چند اخباری نمائندے، دو اس فلم کے فنانسرز اور چند ایک معززین تھے جن کا فلم سے کچھ نہ کچھ تعلق تھا۔ وہاں تقریباً بیس افراد بیٹھے تھے۔ اُس نے سوچا کہ بس اب وہ لمحہ آن پہنچا ہے جس کا اسے انتظار تھا۔ اُس نے گود میں رکھے خاکی لفافے کو اُٹھایا اور اُٹھ کھڑی ہوئی......!



شوبھا کئی لمحے تک بے حس و حرکت اور گم صم بیٹھی رہی۔ پھر وہ جھرجھری سی لے کر چونکی۔ اُسے احساس تھا کہ وقت بہت قیمتی ہے لیکن اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے؟ پھر اُسے ڈاکٹر دلیپ کا خیال آیا۔ اُسے معلوم تھا کہ ڈاکٹر دلیپ راج، لاجونتی کا منگیتر تھا لیکن انہوں نے منگنی کی خبر کو عام نہیں ہونے دیا تھا۔ طے یہی پایا تھا کہ مغل اعظم ٹو کی ریلیز کے بعد وہ باقاعدہ اعلان کر کے شادی ہی کر لیں گے۔ منگنی اُنہوں نے صرف ایک دوسرے سے وابستگی کو قدرے باضابطہ سی شکل دینے کے لئے کی تھی۔

'شاید دلیپ اُس پاگل عورت کو یہ قدم اُٹھانے سے باز رکھ سکے۔' شوبھا نے سوچا اور تیزی سے دلیپ کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔ وہ گھر پر نہیں تھا۔ ہسپتال میں اُسے تلاش کروانے اور پھر فون تک بلوانے میں کئی منٹ ضائع ہو گئے۔ پھر اُسے صحیح طور پر یہ سمجھانے میں کئی منٹ لگ گئے کہ معاملہ کیا تھا۔

پوری بات سننے اور اسے سمجھنے کے بعد وہ متوحش لہجے میں بولا۔ ''میں تمہاری طرف آ رہا ہوں۔ ہم اکٹھے روشن باغ چلیں گے۔ مجھے ہر قیمت پر اُس اُلو کی بچی کو روکنا ہوگا۔ یہ میری زندگی کا سوال ہے اور اس لڑکی کی زندگی کا بھی جس سے میں نے رُوح کی گہرائیوں سے محبت کی ہے۔'' اُس نے ریسیور غالباً پٹخ دیا تھا۔



شوبھا نے فون بند کر کے جلدی سے منہ ہاتھ دھویا اور شب خوابی کا لباس تبدیل کیا۔ اس کے بعد اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ ایک ایک پل گزارنا اُس کے لئے مشکل ہو رہا تھا۔ اُس کے ذہن میں سوچوں کی یلغار تھی۔ اُسے حیرت بھی ہو رہی تھی کہ آخر کملا، لاجونتی کے ہی پیچھے کیوں ہاتھ دھو کر پڑ گئی۔ وہ اپنے کئے پر بھی نادم تھی کہ نہ وہ لاجونتی کے مدہوشی کے عالم میں اُس کی تصویریں بناتی اور نہ کملا کو اس طرح کا موقع ملتا۔ وہ اس بات پر بھی پچھتا رہی تھی کہ اُس نے آخر وہ تصویریں کملا جیسی ذہنی مریضہ کے ہاتھوں فروخت ہی کیوں کی تھیں؟ لاشعور میں کہیں یہ خوف بھی پنجے گاڑ چکا تھا کہ ان تصویروں کی اگر کملا نے واقعی نمائش کر دی تو وہ بھی نہیں بچ پائے گی۔ اگر تحقیقات ہوئی تو وہ بھی ایک زبردست اسکینڈل کی لپیٹ میں آ جائے گی۔

وہ دل ہی دل میں دُعائیں مانگ رہی تھی کہ ڈاکٹر دلیپ وقت پر پہنچ جائے اور کملا کو اس اقدام سے باز رکھ سکے۔ لیکن ڈاکٹر دلیپ کا دُور دُور تک پتہ نہیں تھا۔ وہ نیچے جا کر عمارت کے گیٹ پر کھڑی ہو گئی۔ چند منٹ کا انتظار اُسے صدیوں پر محیط محسوس ہوا۔ وہ بار بار اضطراری طور پر کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھ رہی تھی۔ بالآخر اُس کے قریب ایک گاڑی کے بریک بری طرح چرچرائے۔ وہ بری طرح سے اچھل پڑی۔ اس وقت وہ سڑک پر دوسری طرف دیکھ رہی تھی جہاں سے دلیپ کی آمد متوقع تھی۔ اُس نے چونک کر مڑ کر دیکھا، ڈاکٹر دلیپ راج اُس کے لئے گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا۔ وہ شاید ٹریفک سے بچنے کے لئے گلیوں سے ہوتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔

وہ ڈاکٹروں والے سفید اوورآل میں ہی تھا اور اُس کی وحشت کا یہ عالم تھا کہ وہ گلے سے اسٹیتھو اسکوپ اتارنا بھی بھول گیا تھا۔ اُس کے جبڑے بھینچے ہوئے تھے اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

شوبھا کے بیٹھتے ہی وہ زناٹے سے گاڑی کو مین روڈ کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''کملا سے تمہاری بات ہوئے کتنی دیر ہو چکی ہے؟''

''تقریباً آدھا گھنٹہ قبل اُس نے مجھے فون کیا تھا۔'' شوبھا نے جواب دیا۔

"اُس نے اپنے بنگلے سے فون کیا تھا؟"

"نہیں۔ وہ بتا رہی تھی کہ وہ روشن باغ کے قریب پہنچ چکی ہے اور کسی دوست کے گھر سے فون کر رہی ہے۔"

"اُف......" دلیپ نے مضطربانہ نظروں سے گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے روشن باغ کا راستہ بھی کم از کم آدھے گھنٹے کا ہے...... اگر ہم ٹریفک میں زیادہ نہ پھنسے تب...... اس دوران اگر اُس خبیث عورت نے......"

"تم ڈرائیونگ پر دھیان دو۔" شوبھا نے کہا۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ دلیپ کے ہاتھ اسٹیئرنگ پر بری طرح سے کانپ رہے تھے۔ شاید اُس کا پورا جسم غصے، نفرت اور بے بسی سے لرز رہا تھا۔ "ایسا نہ ہو کہیں کوئی حادثہ کر بیٹھو اور ہم وقت پر روشن باغ پہنچ ہی نہ پائیں۔" پھر شوبھا نے اُسے اُمید دلائی۔ "شاید اس وقت تک کملا اپنا مجنونانہ ڈرامہ شروع نہ کر پائے۔ شوٹنگ بڑا سست رفتاری کا کام ہے۔ کملا انتظار کرے گی کہ کچھ کام آگے بڑھ جائے اور لوگ کافی حد تک اس میں منہمک ہو جائیں تاکہ وہ انہیں زیادہ بری طرح چونکا سکے۔ یہ میرا اندازہ ہے۔"

"عجیب پاگل عورت ہے......" دلیپ سڑک پر نظریں گاڑتے ہوئے اور اسٹیئرنگ پر ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتے ہوئے بڑبڑایا۔ "آخر وہ کیوں کر رہی ہے یہ سب کچھ؟ کیا جنون ہے اُسے اپنا اور دوسروں کا کیریئر تباہ کرنے کا؟" دلیپ نے آخری جملہ جھنجلاہٹ کے عالم میں دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ وہیل پر مارتے ہوئے قدرے اونچی آواز میں بولا۔

"دوسروں کا نہیں۔ صرف لاجونتی کا۔" شوبھا نے اُس کی تصحیح کی۔

"آخر کیوں......؟ یہی بات تو میری سمجھ میں نہیں آ رہی...... آخر لاجونتی نے اُس کا کیا بگاڑا ہے جو وہ اُسے تباہ کرنے پر تل گئی ہے۔ پہلے اُس نے تصویریں دکھا کر مجھے اُس سے بدظن کرنے کی کوشش کی...... اور وہ اس میں کامیاب بھی رہی۔ یہ تو شکر ہے کہ بعد میں غلط فہمی دُور ہو گئی۔" دلیپ نے کہتے ہوئے شوبھا کی طرف دیکھا اور اُس نے نظریں چرا لیں۔

"مجھے تو نہیں لگتا کہ لاجونتی نے ماضی میں کبھی کملا کو کوئی نقصان پہنچایا ہو گا۔



لاجونتی ایسی لڑکی ہے ہی نہیں......" دلیپ نے اُلجھن آمیز لہجے میں مزید کہا۔

"میری خود سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کملا کیوں لاجونتی سے اتنا چڑتی ہے؟" شوبھا نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "نہ جانے کون سی گرہ اُس کے ذہن میں ہے۔ بالکل دیوانی لگتی ہے اس معاملے میں۔ خاص طور پر یہ جاننے کے بعد تو مجھے اُس کے رویئے پر بہت ہی زیادہ حیرت ہے کہ لاجونتی اُس کی بہن ہے...... سگی بہن...... اور کوئی بہن اپنی چھوٹی بہن......"

"کیا......؟" اسٹیئرنگ وہیل ایک لمحے کے لئے دلیپ کے ہاتھوں میں لہرا گیا اور اُس نے پھرتی سے گاڑی کو بے قابو ہونے سے بچایا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو......؟ کملا اور لاجونتی بہنیں ہیں؟"

"ہاں......" شوبھا اُس کی حیرت پر حیرت کرتے ہوئے بولی۔ "کیا تم ان کے اس رشتے سے بے خبر ہو......؟ کیا لاجونتی نے تمہیں نہیں بتایا؟"

دلیپ آنکھیں پھاڑے شوبھا کو دیکھے جا رہا تھا۔ گویا اُس نے اس صدی کا سب سے بڑا انکشاف کر دیا ہو۔ "تم کیسے جانتی ہو...... تمہیں کیسے معلوم ہوئی یہ بات؟" اُس کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی سی آواز نکلی۔ اُس کے چہرے پر حیرت اور بے یقینی گویا منجمد ہو کر رہ گئی تھی۔

"یہ بات مجھے آرٹسٹ آنند ورما نے ایک تقریب میں بتائی تھی۔ اس سے پہلے وہ کملا کے پونا والے بنگلے پر اُس کے دوست کی حیثیت سے کچھ عرصہ گزار چکا ہے۔ تب وہ پونا سے ممبئی منتقل ہو چکا تھا اور اپنے طور پر اپنا مستقبل بنانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اُس کی زبانی یہ بات سن کر مجھے بھی بڑی حیرت ہوئی تھی اور میں نے اسے اپنے تک ہی محدود رکھا تھا۔ تاہم پچھلے کچھ عرصے کے دوران میں نے اپنے طور پر معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ واقعی یہ دونوں بہنیں ہیں۔ لاجونتی کا پورا نام درحقیقت لاجونتی پرکاش دیوی ہے لیکن اُس نے درمیان سے 'پرکاش' ہٹا رکھا ہے۔ یہ دونوں لڑکیاں کلکتہ کے ایک بھولے بسرے آنجہانی اسٹیج ایکٹر انیل پرکاش کی بیٹیاں ہیں۔ ان کی ماں دُرگا دیوی مدراسن تھی۔ وہ بھی اپنے زمانے کی بڑی مشہور ایکٹرس تھی اور 'سندری' کے نام سے بڑی شہرت پائی تھی۔ لیکن انیل پرکاش سے شادی کے

بعد اُس نے تھیٹر چھوڑ دیا تھا......"

"سٹیج ایکٹر...... انیل پرکاش...... مدراسن ایکٹر دُرگا دیوی...... کملا...... اور لاجونتی۔" ڈاکٹر دلیپ اس طرح یہ نام دہرا رہا تھا جیسے جاگتی آنکھوں سے ڈراؤنا خواب دیکھتے ہوئے زیرِلب منتر پڑھ رہا ہو۔ اُس کی آنکھیں پھیلتی جا رہی تھیں اور چہرے پر زلزلے کی سی کیفیت تھی اُس کے چہرے کے عضلات پھڑک رہے تھے۔

پھر اُس نے گاڑی سڑک پر ایک طرف کر کے روک دی اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اُس کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ 'انیل پرکاش...... مدراسن ایکٹر دُرگا دیوی...... لاجونتی...... کملا......' یہ نام گویا اُس کے ذہن میں گڈمڈ ہونے لگے۔ اُس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ برسوں پہلے کی اس کہانی کے کردار اچانک اس طرح اُس کے سامنے آ جائیں گے۔

شوبھا کے اس اچانک انکشاف نے اُسے حیرت کے شدید جھٹکے سے دوچار کر دیا تھا۔ شاید اُسے اندیشہ محسوس ہوا تھا کہ وہ گاڑی کسی سے ٹکرا نہ دے۔ اب وہ مزید ڈرائیونگ سے پہلے گویا اپنے آپ کو سنبھال رہا تھا۔ وہ لاجونتی اور کملا کے رشتے کو جان چکا تھا...... شاید وہ واحد شخص تھا جو ان دونوں کے حقیقی رشتے سے باخبر ہو چکا تھا۔ اُس کی حالت قدرے بہتر ہوئی تو وہ عجیب سی نظروں سے شوبھا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "تم نے اچھی طرح تصدیق کر لی ہے کہ ان کا تعلق کلکتہ ہی سے ہے اور یہ انیل پرکاش اور دُرگا دیوی کی ہی بیٹیاں ہیں جو آغا حشر کاشمیری کے زمانے والے تھیٹر کے مشہور کلاکار تھے؟" گویا وہ خود تصدیق چاہتا تھا کہ جو کچھ شوبھا نے کہا ہے درست ہے۔

"ہاں، میں نے اچھی طرح تصدیق کر لی ہے بلکہ میرے پاس ایک آدھ ثبوت بھی آ گیا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ ان کی شناخت کے بارے میں پہلا مضمون میں جلد ہی لکھوں گی......" شوبھا تیزی سے بولی۔ "لیکن تم اتنے حیران بلکہ وحشت زدہ کیوں ہو رہے ہو؟"

"کچھ نہیں...... کچھ نہیں۔" دلیپ مزید سنبھلتے ہوئے بولا۔

"کوئی بات ہے ضرور جو تم چھپا رہے ہو۔ اگر لاجونتی نے اپنے اور کملا کے رشتے



کے متعلق تمہیں بھی کچھ نہیں بتایا تھا تو یقیناً اس کے پیچھے کوئی کہانی ہو گی۔" شوبھا نے ٹٹولتی نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور اسی لئے کملا بھی شاید اُس کی دشمن بنی ہوئی ہے۔ یہ میری زبانی ان کے رشتے کے متعلق سن کر تمہیں حیرت زدہ تو ضرور ہونا چاہیے...... لیکن اتنی حیرت...... بلکہ وحشت......"

"مجھے کچھ اور یاد آ گیا ہے۔ ایک بھولی بسری مگر بہت اہم بات۔ جسے صرف میں جانتا ہوں۔ وہ میں روشن باغ پہنچ کر ہی بتاؤں گا۔" اُس نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا اور ہونٹ بھینچ لئے۔ دوسرے ہی لمحے اُس نے گاڑی کو یوں گیئر لگایا جیسے کسی کا گلا گھونٹ رہا ہو۔ اس بار گاڑی پہلے سے زیادہ تیز رفتاری سے روشن باغ کی طرف روانہ ہوئی۔

وہ دونوں گویا اعصابی شکست و ریخت کے ایک طویل عمل سے گزر کر روشن باغ تک پہنچے۔ چوکیدار نے اُنہیں گیٹ پر روک لیا۔ "صاحب، گاڑی اندر لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ گاڑی یہیں پارک کر دیں۔ آپ پیدل اندر جا سکتے ہیں۔"

دلیپ نے فوراً گاڑی ریورس کی اور چار دیواری کے قریب لے جا کر چھوڑ دی۔ وہاں اور بھی بہت سی گاڑیاں قطار میں کھڑی تھیں۔

"شوٹنگ کس طرف ہو رہی ہے؟" اُس نے دوڑنے سے پہلے ہی ہانپتے ہوئے چوکیدار سے پوچھا۔ چوکیدار نے اشاروں سے اُنہیں سمجھایا اور وہ دونوں اس سمت میں دوڑ پڑے۔

وہ جب لوکیشن پر پہنچے تو دونوں بری طرح ہانپ رہے تھے۔ دونوں کے جسم پسینے سے بھیگے ہوئے تھے۔ اس وقت کملا مرمریں بارہ دری کے چبوترے پر چڑھ چکی تھی۔ شوٹنگ چند لمحے کے لئے رُکی ہوئی تھی۔ فضا میں بلا کا سکوت طاری تھا۔



آنند ورما لوگوں کی نظروں سے چھپتا چھپاتا روشن باغ کے اس مقام تک پہنچ گیا جہاں شوٹنگ ہو رہی تھی۔ وہ اپنے مقصد کی تکمیل سے پہلے کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ درختوں کی آڑ لیتا، رُکتا، اِردگرد کا جائزہ لیتا ہوا بہت سست رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔ آنند ورما کے جسم میں گویا جان نہیں رہی تھی لیکن

ایک قوت اُسے آگے بڑھنے پر مجبور کر رہی تھی۔ وہ اپنے جسم میں بے پناہ نقاہت محسوس کر رہا تھا اور اُس کا چہرہ پسینے میں تر تھا۔ وہ بار بار سر جھٹک کر ذہن پر چھاتی دُھند کو جھٹکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بالآخر وہ اُسے نظر آ ہی گئی۔ وہ ایک تناور درخت کی آڑ میں ہو گیا۔ سامنے ہی کچھ فاصلے پر درختوں کے سائے میں پندرہ بیس افراد فولڈنگ کرسیوں پر بیٹھے تھے اور سب سے اگلی قطار میں کملا بیٹھی تھی۔ وہ گہری نظروں سے لاجونتی کو تکے جا رہی تھی۔ آنند نے ایک نظر لاجونتی کی طرف دیکھا جو سب کی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ پھر اُس نے اپنے ہدف پر نظریں جما دیں۔ ریوالور اُس کے بائیں ہاتھ میں تھا، وہ چاہتا تھا کہ وہ مزید اپنے ہدف کے قریب ہو جائے۔ وہ نشانہ خطا ہونے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ یہ بات وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اتنے لوگوں کی موجودگی میں شاید اُسے دوسرا فائر کرنے کی مہلت ہی نہ مل سکے۔ وہ پہلے ہی فائر میں اس خوبصورت، زہریلی ناگن کو خاک و خون میں نہلانا چاہتا تھا جو وہاں بیٹھے تمام لوگوں میں سے نمایاں دکھائی دے رہی تھی۔ وہاں موجود تمام افراد شوٹنگ دیکھنے میں منہمک تھے، کوئی بھی آنند کی موجودگی سے باخبر نہیں تھا۔

یہ دیکھ کر آنند کو ایک جھٹکا سا لگا کہ کملا اچانک اپنی کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اب وہ مزید انتظار میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ کملا نے اُٹھ کر ایک طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔ وہ فاصلہ کم کرنا چاہتا تھا لیکن اُس کا ہدف فاصلے میں مزید دُوری پیدا کر رہا تھا۔ آنند نے آنکھیں پھاڑ کر اُس پر نظریں جمائیں اور اپنے اکلوتے ہاتھ کی لرزش پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا ہونٹ بھینچ کر ریوالور سے اُس کا نشانہ لینے لگا۔ وہ فائر کرنے ہی والا تھا کہ دفعتہً اُسے اپنے قریب دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اضطراری اور غیر ارادی طور پر اُس نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور ایسا کرنے سے اُسے چکر سا آ گیا لیکن درخت کے تنے سے ٹیک لگانے کی وجہ سے وہ گرنے سے تو محفوظ رہا لیکن وقتی طور پر اُس کا دھیان کملا سے ہٹ گیا۔

آنند نے یہ سمجھا تھا کہ کوئی اُسے پکڑنے کے لئے دوڑا چلا آ رہا ہے لیکن وہ دوڑتے قدم اُس کے قریب ہی دائیں جانب بنی قد آدم مہندی کی باڑھ سے دوسری



طرف بنی روش پر گزرتے چلے گئے۔ دفعتہً آنند کے کانوں میں ایک تیز آواز ٹکرائی جس نے گویا اُسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ یہ آواز کملا کی تھی۔ آنکھوں کے سامنے تیزی سے چھانے والی دُھند کے درمیان بمشکل اُس نے دیکھا، کملا ہاتھ بلند کئے کھڑی تھی اور اس ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔



"ٹھہرو...... شوٹنگ روکو...... میں تم لوگوں کو کچھ دکھانا چاہتی ہوں۔" پُرسکوت ماحول اس آواز سے پارہ پارہ ہو گیا۔ وہاں موجود لوگ گویا کسی سپنے سے ہڑبڑا کر جاگے اور کملا پرکاش کی طرف متوجہ ہو گئے جو خاکی رنگ کا لفافہ ہاتھ میں بلند کئے کھڑی تھی۔

"معزز خواتین و حضرات، میں آپ کو آج ایک نہایت سنسنی خیز خبر سنانا چاہتی ہوں......" کملا کی آواز میں خنجر کی کاٹ تھی۔ اُس نے بڑا سا خاکی لفافہ سر سے اونچا کر کے ہوا میں لہرایا۔ سب دم بخود سے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے، کسی کو شاید احساس ہی نہیں تھا کہ اُسے روکنے کے لئے وہی لمحہ مناسب ترین تھا یا شاید کسی کو اندازہ ہی نہیں تھا کہ وہ کیا کرنے اور کیا کہنے جا رہی ہے۔ شاید سبھاش چندر کو بھی اندازہ یا اندیشہ نہیں تھا اور اگر تھا بھی تو شاید فی الوقت اُس کی قوتِ فیصلہ مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔

"ٹھہرو کملا...... رُک جاؤ......" دلیپ ہجوم کو چیر کر اُس کی طرف بڑھتے ہوئے چلایا۔ وہ ایسا دہشت زدہ دکھائی دے رہا تھا جیسے ان گنت بلائیں اُس کے تعاقب میں ہوں۔ "رُک جاؤ کملا...... اب بھی وقت ہے ورنہ...... زندگی بھر...... دل تھام کر روتی رہو گی۔" ڈاکٹر دلیپ راج بری طرح ہانپ رہا تھا جیسے کوسوں کا فاصلہ بغیر دم لئے، دوڑتے ہوئے طے کیا ہو۔

کملا نے شعلہ بار نظروں سے اُس کی طرف دیکھا اور لفافہ ہوا میں لہراتے ہوئے چلائی۔ "کوئی بھی مجھے روکنے کی کوشش نہ کرے......"

"کملا......" دلیپ اُس کی بات کاٹ کر پوری قوت سے چیخا۔ "منہ سے مزید ایک لفظ بھی نہ نکالنا، پہلے میری بات سن لو۔"

مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے اسسٹنٹ، کیمرہ مین، اسٹل فوٹوگرافر اور وہاں موجود دیگر تمام لوگ متحیر سے اس ڈرامے کو دیکھ رہے تھے۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر ہو کیا رہا ہے۔

''آج مجھے کسی کی بھی، کوئی بھی بات نہیں سنی، دل تھام کر میں نہیں بلکہ آئندہ عمر بھر سر تھام کر تم روؤ گے...... یہ روئے گی۔'' کملا نے زہریلے لہجے میں کہا۔ اُس نے آخری جملہ لاجونتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ ''آج میں جو انکشاف کرنے والی ہوں......''

''کملا......!'' دلیپ اُس کے قریب آتے بولا۔ ''دیکھو تمہارے لئے بھی بہتر یہی ہے کہ میری بات سن لو...... تنہائی میں جو کچھ میں تم سے کہنے والا ہوں وہ تمہارے لئے ''انکشاف'' ہو گا۔ ایک بہت بڑی حقیقت سے تم بھی آج تک بے خبر ہو۔''

''بکومت......!'' کملا دہاڑی۔ ''میں تمہاری باتوں میں آنے والی نہیں۔''

وہ ایک ہاتھ میں لفافہ تھامے اور دوسرے ہاتھ سے اُس میں کچھ نکالنے لگی تھی۔

تب ڈاکٹر دلیپ نے کہا۔ ''لاجونتی تمہاری بہن نہیں، یہ تمہاری بیٹی ہے...... سگی بیٹی...... اس نے تمہارے بطن سے جنم لیا ہے...... تمہارا اپنا خون ہے یہ۔ کیا تم اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی بیٹی کو تباہی اور رُسوائی کے گڑھے میں دھکیل دو گی......؟ جبکہ اس کا کوئی قصور بھی نہیں۔''

''یہ کیا بکواس ہے......؟''

''میں سچ کہہ رہا ہوں کملا...... مجھ سے جو چاہے قسم لے لو......'' دلیپ ایک قدم آگے بڑھ کر رُک گیا۔

''لا...... لاجونتی...... میری بیٹی ہے......؟'' کملا کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی سی آواز نکلی۔ ''نہیں...... تم جھوٹ بول رہے ہو...... بکواس کر رہے ہو۔''

''میرے پاس اپنی بات کو سچ ثابت کرنے کے لئے کئی ثبوت موجود ہیں۔'' دلیپ ہانپتے ہوئے بولا۔ ''میری ماں جو اب اس دنیا میں نہیں ہیں، کلکتہ کے مشنری ہسپتال میں ڈاکٹر تھیں۔ گائنی وارڈ کی انچارج تھیں۔ تمہیں یاد ہو گا، کم عمری میں ایک بار تمہیں بہت خطرناک حالت میں ہسپتال لے جایا گیا تھا۔ تمہاری ایک گھریلو خادمہ



تھی...... کامنی...... وہ تمہیں لے کر گئی تھی۔''

دلیپ بے ربط سے انداز میں بولے جا رہا تھا۔ پھر وہ کچھ اور آگے بڑھ کر کملا کے عین سامنے رُک گیا۔ اُس کی کوشش یہی تھا کہ صرف کملا ہی اُس کی بات سن پائے۔ لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ کیمرہ مین، لاجونتی، سبھاش چندر اور ایک ٹیکنیشن زیادہ فاصلے پر نہیں تھے۔

کملا پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے دلیپ کو دیکھ رہی تھی۔ اُس کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ دلیپ نے جو حوالے دیئے تھے وہ اس بات کی سچائی کے لئے کافی تھے۔ اُس کے ذہن میں گویا برسوں پہلے کی فلم سی چلنے لگی۔ جس میں ساجن درزی، کامنی اور لیڈی ڈاکٹر روپا کا چہرہ واضح تھا۔ ان چہروں پر وقت کی گرد جم چکی تھی لیکن ڈاکٹر دلیپ نے آج وہ گرد جھاڑ کر اس ہولناک حقیقت سے پردہ اُٹھا دیا تھا کہ آج تک وہ جس کی بربادی کے درپے تھے وہ اُس کی اپنی بیٹی تھی۔

کملا کے اٹھائے ہوئے ہاتھ قدرے ڈھیلے انداز میں نیچے آ گئے۔ اُس کے ہونٹ بدستور کھنچے ہوئے تھے اور ان کے عقب سے جھانکتے ہوئے دانت کسی بھوکی شیرنی کے دانتوں سے مشابہ نظر آ رہے تھے۔

دلیپ ایک گہری سانس لے کر سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ 'اسی ہسپتال میں تمہاری ماں بھی داخل تھی۔ اُس کے ہاں ایک بچی نے جنم لیا تھا لیکن وہ مُردہ تھی۔ میری ماں تمہارے گھرانے کو اچھی طرح جانتی تھیں۔ میں اس وقت ملک سے باہر پڑھ رہا تھا۔ مما کو معلوم تھا کہ تمہاری ماں کے ہاں سترہ سال بعد دوبارہ اولاد کی اُمید پیدا ہوئی تھی۔ اس وقت تک تم ہی ان کی اکلوتی اولاد تھیں۔ بے اولاد نہ ہونے کے باوجود اُنہیں مزید اولاد کی خواہش تھی۔ تمہارے ماں اور باپ دونوں بہت خوش تھے۔ اگر ہوش میں آنے پر تمہاری ماں کو معلوم ہوتا کہ اُن کے ہاں مُردہ بچی پیدا ہوئی ہے تو شاید وہ اس صدمے کو برداشت نہ کر پاتیں۔ اُن کی حالت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ ادھر تمہارے ہاں بھی ایک بچی نے جنم لیا تھا اور تمام تر ناموافق حالات کے باوجود وہ معجزانی طور پر زندہ تھی۔ تمہیں بدنامی سے بچانا بھی ضروری تھا۔ تب میری مما نے خاموشی سے ایسا انتظام کر دیا کہ تمہاری بچی، تمہاری ماں کی بچی قرار

پائی اور تمہارے بارے میں یہ کہہ دیا گیا کہ تمہیں اپنڈکس کے آپریشن کے لئے ہسپتال لایا گیا تھا۔"

کملا کا چہرہ تاریک ہوتا جا رہا تھا۔ اذیت ناک حقیقت کا زہر اُس کے رگ و پے میں سرایت کرتا جا رہا تھا۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کا وجود ایک دھماکے سے پھٹ جائے گا اور وہ ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں بکھر جائے گی۔ اُس کے دل پر گویا خنجر سے چل رہے تھے۔ ڈاکٹر دلیپ کی آواز گویا اُسے کسی گہرے کنوئیں سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"تمہیں یہی بتایا گیا تھا کہ تمہارے ہاں مُردہ بچی پیدا ہوئی تھی۔" ڈاکٹر دلیپ لمحہ بھر توقف کے بعد مزید گویا ہوا۔ "اس طرح تمہاری بچی نے تمہاری بہن کی حیثیت سے پرورش پائی۔ لاجونتی وہی بچی ہے۔ تم اپنی نہ جانے کن کن محرومیوں کا عکس اس کی ذات میں دیکھتی رہی ہو لیکن یہ تو ایک طرح سے پہلے ہی بڑی مظلوم ہے۔ کیا حقیقت جاننے کے بعد بھی تم اسے تباہ کر دو گی......؟ کیا اب بھی اس کا مستقبل تاریک کر دینے کے درپے رہو گی؟"

"تم یہ سب کچھ کس طرح جانتے ہو...... تمہیں یہ معلومات کس طرح حاصل ہوئیں؟"

کملا کے ہونٹ آہستگی سے ہلے اور ان سے بہت دھیمی سی آواز نکلی۔

"مما نے یہ سب کچھ نیک نیتی اور تین زندگیوں کو تباہی سے بچانے کے لئے کیا تھا۔ لیکن پھر بھی اُن کے خیال میں یہ ایک پاپ ہی تھا۔ اُن کے ضمیر پر اس کا بڑا بوجھ تھا۔ انوں نے یہ سارا واقعہ تفصیل سے اپنی ڈائری میں لکھا تھا کہ شاید اس طرح اُس کے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہو سکے۔ اُن کے سورگباش ہونے کے بعد ان کے سامان میں وہ ڈائری بھی مجھے ملی تھی اور ابھی تک میرے پاس حفاظت سے رکھی ہوئی ہے۔ میں اس میں دو تین بار یہ واقعہ پڑھ چکا تھا لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس کے کردار میری آنکھوں کے سامنے چل پھر رہے ہیں۔ وہ تو آج شوبھا نے مجھے بتایا کہ......"

دلیپ کی بات جاری تھی۔ سب لوگ انہی کی طرف متوجہ تھے۔ کوئی بھی شکستہ



حال آنند ورما کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا جو گرتا پڑتا بارہ دری کے قریب پہنچ چکا تھا۔ وہ اس حالت میں کملا کا پتہ کرتا ہوا کسی نہ کسی طرح یہاں تک پہنچ گیا تھا۔ یہاں پہنچنے کے بعد بھی اُسے کافی دیر انتظار کرنا پڑا تھا۔ اُس نے خود کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کی بھی پوری کوشش کی تھی لیکن اب اُس کے کچلے ہوئے بازو سے پورے جسم میں پھیلنے والی اذیت اُس کی برداشت سے باہر ہو گئی تھی۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے تاریک دھبے اب پھیلتے جا رہے تھے۔ مگر اُس کی 'منزل' اب صرف دو قدم کے فاصلے پر تھی۔ اُس نے اپنے اور کملا کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں رہنے دیا تھا اُسے یقین تھا کہ اتنی دُور سے اُس کا نشانہ خطا ہونے کا خدشہ نہیں رہا۔

پھر اُس نے قمیض کے نیچے چھپایا ہوا ریوالور دوبارہ نکال لیا، بایاں ہاتھ بلند کیا اور دوسرے ہی لمحے گولی کے دھماکے سے فضا مرتعش ہو کر رہ گئی...... کملا کے سینے پر سرخ نشان نمودار ہوا جو تیزی سے پھیلتا چلا گیا اور پھر وہ سینے پر ہاتھ رکھے مرمریں فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ لیکن اُس نے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ اُس پر گولی کس نے چلائی تھی؟ وہ تو بس ایک ٹک لاجونتی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

گولی کے دھماکے نے گویا مجسموں میں جان ڈال دی تھی۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ انہوں نے گولی چلانے والے کی تلاش میں اِدھر اُدھر دیکھا تو اُن کی نظر شکستہ حال آنند ورما پر پڑی جو کسی بدمست شرابی کی طرح ڈول رہا تھا۔ وہ زمین پر سیدھا کھڑا ہونے کے لئے پوری کوشش کر رہا تھا لیکن قدم اُس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ بالآخر اُس کی ٹانگوں نے اُس کا وزن اٹھانے سے انکار کر دیا اور وہ زمین پر گر گیا۔ لوگ حیرت اور خوف سے آنکھیں پھاڑے کبھی اُس کی طرف دیکھ رہے تھے، کبھی بارہ دری کے فرش پر خون میں لت پت کملا کی طرف۔

لوگ آنند کے قریب جاتے ہوئے ڈر رہے تھے۔ کیونکہ اُس کے ہاتھ میں اب بھی ریوالور موجود تھا۔ آنند کانپتے ہاتھ سے ریوالور اپنی کنپٹی تک لے گیا۔ ایک دھماکہ اور ہوا اور آنند کی کھوپڑی میں سوراخ ہو گیا...... اب لوگ اُس کی طرف دوڑے۔

دلیپ جلدی سے کملا کے قریب پہنچا۔ اُس کے منہ سے بھی خون بہہ نکلا تھا مگر وہ

مسکرا رہی تھی اور خون میں لتھڑے ہوئے ہاتھ کو خفیف سی حرکت دے کر لاجونتی کو اشارہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ اُسے اپنے قریب بلا رہی تھی۔ لاجونتی جیسے کسی بھیانک خواب سے چونک کر اُس کے قریب آئی اور اُس نے کملا کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"مجھے معاف کر دینا لاجونتی...... میری بچی......!" کملا اٹک اٹک کر سرگوشی کے سے انداز میں بولی اور اُس کی باچھوں سے کچھ اور زیادہ خون بہہ نکلا۔ "میں تمہیں دیکھتی تو میرے سینے میں اُبال سا اٹھتا تھا۔ شاید وہ محبت اور مامتا کا سمندر تھا...... مگر شاید...... میرا ذہنی توازن درست نہیں تھا...... میں نے محبت اور مامتا کے اس سمندر کو نفرت اور رقابت کا آتش فشاں بنا دیا...... میں نے تمہیں بہت دُکھ پہنچائے...... اب معافی مانگنے کا کوئی فائدہ نہیں لیکن ہو سکے تو...... مجھے معاف کر دینا اور اسے جلا دینا۔" اُس نے خاکی لفافہ لاجونتی کی گود میں ڈال دیا۔

دلیپ چیخ رہا تھا۔ "یہاں قریب کہیں ٹیلی فون ہے؟ کوئی میرے ہسپتال فون کر کے ایمبولینس منگوا لے۔ پلیز......"

لیکن اُس کی چیخ و پکار کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ لاجونتی کے زانو پر کملا کی گردن ایک طرف کو ڈھلک چکی تھی۔ ادھر آنند ورما کو بھی طبی امداد کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

قریب ہی کسی پیڑ پر کوئل بڑے سوگوار انداز میں کوک رہی تھی۔ اُس کی کوک میں شاعرانہ پکار نہیں تھی۔ وہ گویا آتش انتقام میں جل کر خاک ہو جانے والوں کے لئے نوحہ کناں تھی......!

(ختم شد)